

تعمیم کتاب سنت

7

کتاب الصیغہ

روزوں کی فرضیت، فضیلت، فوائد، آداب، نقلی روزوں،  
نماز تراویح، اعتکاف، شب قدر اور فضائل قرآن کا بیان

# روزوں کی کتاب

[www.KitaboSunnat.com](http://www.KitaboSunnat.com)



تالیف و تخریج:

ہافظ عمران ایوب آلہوری رحمۃ اللہ علیہ

از تحقیق و افادلت:

علامہ ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب .....

← عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔

← مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload)

کی جاتی ہیں۔

← دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹوکاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشر و اشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

### ☆ تنبیہ ☆

← کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔

← ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

← نشر و اشاعت، کتب کی خرید و فروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

[kitabosunnat@gmail.com](mailto:kitabosunnat@gmail.com)

[www.KitaboSunnat.com](http://www.KitaboSunnat.com)

روزوں کی فرضیت، فضیلت، فوائد، آداب، نفلی روزوں،  
نماز تراویح، اعتکاف، شب قدر اور فضائل قرآن کا بیان

کتاب الصیام

# روزوں کی کتاب



تالیف و تخریج:

حافظ عمران ابوب لاهوری رحمۃ اللہ علیہ

از تحقیق افادات:

علامہ ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ

جملہ حقوق بحق فقہ اسلامیہ پاکستان محفوظ ہیں



## COPY RIGHT

( All rights reserved )

Exclusive rights by **Fiqh-ul-Hadith Publications**  
**Lahore Pakistan**. No part of this publication may be  
translated, reproduced, distributed in any form or by  
any means or stored in a data base retrieval system,  
without the prior written permission of the publisher.

تاریخ اشاعت \_\_\_\_\_ ستمبر 2004ء

مطبوعہ \_\_\_\_\_

ناشر

فقہ اسلامیہ پاکستان پبلیکیشنز

لاہور - پاکستان

**Phone:** 0300-4206199

**E-mail:** fiqhulhadith@yahoo.com

**website:** www.fiqhulhadith.com

ملنے کا پتہ

نعمانی کتب خانہ

حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

**Phone:** 042-7321865

**E-mail:** nomania2000@hotmail.com

**website:** www.nomanibooks.com

## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

### پیش لفظ

صیامِ رمضان اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ایک رکن ہیں اور اُمہٗ اسلامیہ کے تمام افراد پر فرض ہیں۔ ماہ رمضان کے روزوں کی فرضیت قرآن و سنت اور اجماعِ اُمت کے ساتھ ثابت ہے۔ بعض اہل علم و فتویٰ حضرات نے عماروزے چھوڑنے والے کو کافر و مرتد بھی قرار دیا ہے۔ ترکِ روزہ کے گناہ کا اندازہ رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد گرامی سے ہی لگایا جاسکتا ہے کہ ”جس نے عمار بلا عذر ایک دن کا روزہ چھوڑا وہ تاحیات بھی روزے رکھتا رہے تب بھی اس کا بدلہ نہیں ادا کر سکتا۔“ رمضان کے روزے 2 ہجری میں فرض ہوئے اور اسی سال 17 رمضان کو حق و باطل کا پہلا معرکہ غزوہ بدر الکبیر برپا ہوا۔ ماہ رمضان میں ہی قدر کی رات قرآن نازل ہوا۔

سال کے تمام مہینوں میں ماہ رمضان کو جو فضیلت و برتری اور تفوق و امتیاز حاصل ہے وہ کسی دوسرے مہینے کو حاصل نہیں۔ یہ مہینہ نزولِ سعادت کی یادگار ہے۔ خدا پرستیوں کا سرچشمہ ہے۔ صبر تحمل اور ایثار نفس کا معلم ہے۔ اس میں جنت کے تمام دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ جہنم کے تمام دروازے بند کر دیے جاتے ہیں۔ شیاطین کو جکڑ دیا جاتا ہے۔ مغفرت و رحمت کی برسات ہوتی ہے۔ عصیان کاروں کو راہِ نجات ملتی ہے۔ فسق و فجور میں کمی اور اعمالِ صالحہ میں کثرت ہوتی ہے۔ تلاوتِ قرآن، ذکر واذکار اور مجالسِ تبلیغِ شب وروز ہوتی ہیں۔ اہل ثروت و دولت حضرات رضائے الہی کے لیے فرضِ زکوٰۃ کی ادائیگی اور انفاق فی سبیل اللہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ لوگ قیامِ اللیل یعنی نماز تراویح میں شرکت کرتے ہیں۔ بارگاہِ الہی میں سربسجود و کوعا و مناجات کرتے ہیں، توبہ و استغفار کرتے ہیں اور اپنی بدکرداریوں اور سیاہ کاریوں کو معاف کرا کے جنتِ نعیم کے مستحق ٹھہرتے ہیں۔

لیکن ماہ رمضان کے اس روح پرور موسم میں بھی کچھ بد نصیب شریکند ایسے ہوتے ہیں جن کے شیطانی اعمال اور افعالِ خبیثہ میں رائی برابر بھی تبدیلی نہیں آتی۔ انوار و تجلیات کے اس مہینے میں بھی فسق و فجور کی تاریکی میں مستغرق اور بیکسی خواہشات کی تکمیل میں منہمک نظر آتے ہیں۔ رمضان کے دوران شربِ خمر اور زنا و بدکاری جیسے

حرام افعال سرانجام دیتے ہیں۔ عبادت الہی سے یوں ہی دامن ہو چکے ہیں کہ انہیں اگر ایک لمحہ بھی انابت درجوع الی اللہ میں گزارنے کے لیے کہا جائے تو انہیں ایسا محسوس ہوتا ہے گویا کسی سخت عذاب میں گرفتار کر دیے گئے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر رمضان جیسے بابرکت مہینے میں بھی رحمتیں نہیں بلکہ آسمانی لعنتیں برستی ہیں۔ ان کے لیے برکت و جنت کے نہیں بلکہ غضب و عذاب کے دروازے صدا کھلے رہتے ہیں۔

یہ تو ان لوگوں کا حال تھا جو رمضان میں روزوں کے حکم کو کلی طور پر پس پشت ڈال دیتے ہیں۔ اور جو روزہ دار ہوتے ہیں ان میں سے بھی شاید ہی کچھ لوگ مراد کو پہنچتے ہوں وگرنہ اکثر تو دوران روزہ بھی ماہ رمضان کی قدروں کو پامال کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ کھانے پینے سے روزہ رکھا ہے لیکن نیت جیسی لعنت کے ذریعے اپنے مردہ بھائیوں کا خون اور گوشت کھایا جا رہا ہے۔ روزہ رکھا ہے لیکن جھوٹ 'فریب' گالی گلوچ اور لڑائی جھگڑے میں کوئی کسر روا نہیں رکھی جا رہی۔ دوران روزہ فلمیں ڈرامے اور بے ہودہ فحش قسم کے پروگرام دیکھ کر ٹائم پاس کیا جا رہا ہے۔ سگریٹ نوشی اور نسوار کے ذریعے روزہ پکا کیا جا رہا ہے۔ خواتین روزے کی حالت میں بے حجاب میک اپ کر کے خوشبو لگا کر سڑکوں بازاروں اور شوپنگ سنٹرز میں غیر محرموں کے ساتھ برسر عام شعائر اسلام کا مذاق اڑاتی ہوئی نظر آتی ہیں۔

خبردار! ایسے روزے کا کوئی فائدہ نہیں جو ہمیں پرہیزگاری کا سبق نہ دے جو ہمارے اندر تقویٰ و طہارت پیدا نہ کرے جو ہمیں صبر و پرہیز اور تکالیف و مصائب میں تحمل و برداشت کا عادی نہ بنائے جو ہمارے اندر نیکیوں کا جوش اور گناہوں سے بچنے کی قوت و صلاحیت پیدا نہ کرے اور جو ہماری بہیمی خواہشات کو کچلنے میں مدد و معاون ثابت نہ ہو۔ بلکہ ایسا روزہ محض بھوک پیاس کا عذاب ہی ہے اس کے سوا اس کا کچھ فائدہ نہیں۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا بھی ارشاد ہے کہ ”کتنے ہی روزہ دار ہیں جنہیں ان کے روزے سے بھوک اور پیاس کے سوا کچھ نہیں ملتا۔“

فرضیت صیام کی اصل حکمت انسانوں کو صبر و پرہیز کی مشق کرانا ہے جیسا کہ روزوں کے حکم کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے خود جامع مانع انداز میں فرمایا کہ ﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ یعنی روزوں کی فرضیت کا مقصد یہ ہے کہ تم تقویٰ و پرہیز اور صبر و تحمل کے خوگر بن جاؤ کیونکہ یہی پرہیز تمہاری نجات کا باعث ہے۔ ڈاکٹر حضرات کا یہ قول کہ (Prevention is better than cure) ”پرہیز علاج سے بہتر ہے۔“ ہم سب نے سنا ہے اور جو پرہیز ڈاکٹر بتلاتے ہیں ہماری ہر ممکن کوشش ہوتی ہے کہ اس سے احتراز کریں۔ اور اگر کوئی پرہیز نہ کرے اور پھر بیمار ہو جائے تو اسے نہ صرف بد مزہ و کڑوی ادویات اپنے حلق سے نیچے اتارنا پڑتی ہیں بلکہ بعض اوقات تو علاج کی غرض سے اس کے اعضائے بدن کو چیز اچھاڑا تک جاتا ہے۔

بعینہ رمضان بھی ہمیں پرہیز سکھانے آیا ہے۔ جیسے ہم اللہ تعالیٰ کے منع کرنے پر حلال و پاک اشیاء سے دن

بھرقے تعلق و بیزا رہتے ہیں اسی طرح اس کے منع کردہ تمام برے اعمال و سینات سے اجتناب کریں۔ لیکن اگر ہم اس پر ہیزی کی پالیسی کو نہیں اپنائیں گے تو جنت میں داخلے کے لیے علاج کروانا پڑے گا اور تصور کیجیے کیا وہ علاج کوئی برداشت کر پائے گا؟ کہ نرم و نازک انسان کو اپنی بد پر ہیزی کا انجام گھٹنے کے لیے اُس آگ میں ڈبو دیا جائے گا جو درجہ حرارت میں دنیاوی آگ سے ستر گنا زیادہ سخت ہے۔ کھانے کے لیے گنداخون زخموں سے نکلنے والی پیپ کاٹے دار جھاڑیاں اور پیٹے کو ابلتا کھولتا ہوا پانی پیش کیا جائے گا۔ علاج کے بطور سب سے ہلکی سزا یہ ہوگی کہ انسان کو آگ کے جوتے پہنائے جائیں گے جن کی حرارت اس قدر شدید ہوگی کہ ان کی وجہ سے اس شخص کا دماغ یوں جوش مارے گا جیسے ہنڈیا چولہے پر جوش مارتی ہے۔ ساری زندگی عیش و آرام اور ناز و نعم میں رہنے والا صرف ایک مرتبہ آگ میں غوطہ کھانے کے بعد کہے گا اللہ کی قسم! میں نے دنیا میں کبھی کوئی بھلائی اور نعمت نہیں دیکھی۔ آگ نے بعض لوگوں کو ٹخنوں تک، بعض کو گھٹنوں تک، بعض کو کمر تک اور بعض کو گردن تک گھیر رکھا ہو گا۔ جنہی کو اس قدر موٹا اور چوڑا کر دیا جائے گا کہ اس کے دونوں کندھوں کا درمیانی فاصلہ تیز رفتار سوار کے لیے تین دن کی مسافت ہوگی اس کی داڑھ اُحد پہاڑ کے برابر ہوگی اور اس کی جلد کی موٹائی تین دن کی مسافت کے برابر ہوگی۔ یہ وہ علاج ہے جس کے بعد دنیا میں بد پر ہیزی کرنے والا انسان جنت میں داخل ہو سکے گا بشرطیکہ مشرک نہ ہو۔ اب خود ہی سوچئے! کہ پر ہیز بہتر ہے یا علاج؟

قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ”قربانیوں کا گوشت اور خون اللہ تعالیٰ کو نہیں پہنچتا بلکہ تمہارے دلوں کا تقویٰ پہنچتا ہے۔“ جب قربانیوں کا گوشت اللہ کو نہیں پہنچتا تو ایسی بھوک پیاس کیسے پہنچے گی جس میں تقویٰ و پرہیز شامل نہ ہو۔ بس یہی مقصد روزہ اور حکمت رمضان ہے جس نے اسے پالیا وہ جنت رفیع میں مولند درجات کا مالک بن گیا اور جس نے اسے نظر انداز کر دیا وہ ناکام و نامراد ہو گیا۔ [اعاذنا اللہ منہ]

زیر نظر کتاب ”کتاب الصیام“ میں ہم نے مسائل روزہ پر مفصل بحث کرنے کی کوشش کی ہے۔ ”سلسلہ فقہ الحدیث“ کی سابقہ روایت کے مطابق اس کتاب میں بھی دلائل کے لیے صحیح احادیث کو مد نظر رکھا گیا ہے۔ ہر حدیث پر شیخ ناصر الدین البانیؒ کی تحقیق لگائی گئی ہے۔ شیخ البانی کے علاوہ دیگر کبار محققین کی تحقیق سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ احادیث کی مکمل تخریج و تحقیق کی گئی ہے۔ مسائل میں ائمہ اربعہ کے علاوہ عرب و عجم کے قدیم و جدید علماء و مفتیان اور فقہائے عظام کے فتاویٰ جات بھی نقل کیے گئے ہیں۔ قارئین کی سہولت کے لیے اس کتاب کی ابتداء میں بھی وہ ضروری اصطلاحات درج کر دی گئی ہیں جنہیں کتاب میں استعمال کیا گیا ہے۔ اردو عبارت نہایت سہل رکھنے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ عام آدمی بھی اس سے بآسانی مستفید ہو سکے۔

امر واقعہ یہ ہے کہ کوئی بھی چیز بنانے والا جب پوری محنت و مشقت اور تنگ دود سے کوئی چیز بنا لیتا ہے تو سمجھتا ہے کہ اس سے بہتر اور کوئی چیز نہیں لیکن جب دوسروں کی ناقدانہ نظر اس چیز پر پڑتی ہے تو مختلف قسم کے نقائص سامنے آتے ہیں جو بناتے وقت اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتے۔ اسی طرح کتاب ہذا کو بھی ہر قسم کے نقص سے پاک رکھنے کی کوشش کی گئی ہے لیکن اگر قارئین پھر بھی اس میں علمی یا فنی حوالے سے کوئی نقص و سقم دیکھیں تو ضرور مطلع کریں تاکہ اس کی جلد از جلد تصحیح کی جاسکے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو قبول عطا فرمائے، اسے لوگوں کی ہدایت کا سرچشمہ بنائے، اور راقم الحروف اور اس کے اہل و عیال اور تمام معاونین کے لیے باعث نجات بنائے۔ (آمین)

”وما توفیقی إلا باللہ علیہ توکلت وإلیہ انیب“

کتبہ

حافظ عمران ایوب لاہوری

بتاریخ : 21 ستمبر 2004ء، بمطابق : 5 شعبان 1425ھ

ای میل : hfzimran\_ayub@yahoo.com

ویب سائٹ : www.fiqhulhadith.com



## فہرست

صفحہ نمبر	عنوانات
18	چند ضروری اصطلاحات بترتیب حروف تہجی
21	<b>مقدمہ</b>
22	روزے کب فرض ہوئے
22	روزے کی حکمت
24	روزے کے فوائد
26	عمر ابلا عند روزہ چھوڑنے کا حکم
26	وقت افطار سے قبل جان بوجھ کر روزہ افطار کرنے والوں کا خوفناک انجام
27	ماہ رمضان پانے کے باوجود مغفرت حاصل نہ کرنے والے کا انجام
27	روزہ جہنم سے بچنے کے لیے ڈھال ہے
27	روزے کے برابر کوئی چیز نہیں
28	کیا بچے روزہ رکھ سکتے ہیں؟
28	رمضان میں سخاوت اور قرآن کا دور
29	جو شادی کی طاقت نہیں رکھتا وہ روزے رکھے
29	بے نماز کے روزے کا حکم
30	صرف رمضان میں نمازیں پڑھنے والوں کے روزوں کا حکم

## چاند دیکھنے کا بیان

33	ماہ رمضان کا چاند دیکھ کر روزہ رکھنا چاہیے
----	--

33	چاند دیکھنے کی دعا	✽
33	ماہ رمضان کے چاند کے متعلق ایک دیانتدار مسلمان کی گواہی کافی ہے	✽
35	کیا ہلال شوال دیکھنے کے متعلق ایک آدمی کی گواہی قبول کی جائے گی؟	✽
35	اگر چاند نظر نہ آسکے تو ماہ شعبان کے دن مکمل ہونے پر روزے رکھنے چاہئیں	✽
36	مشکوک دن میں روزہ رکھنا ممنوع ہے	✽
36	اگر صرف ایک علاقے والے چاند دیکھیں	✽
37	اگر رمضان کی پہلی رات کا چاند چھوٹا یا بڑا نظر آئے تو پریشان نہیں ہونا چاہیے	✽
38	اگر تیس دنوں تک شوال کا چاند نظر نہ آئے تو تیس روزے رکھ لینے چاہیں	✽
38	ماہ رمضان کا کوئی دن کم ہو جائے تو اجر میں کمی نہیں ہوتی	✽
39	اگر رمضان 28 دن کا ہو جائے	✽

## روزوں کی فرضیت کا بیان

40	رمضان کے روزے واجب ہیں	✽
41	روزہ ارکان اسلام میں سے ایک ہے	✽
41	روزے پہلی امتوں پر بھی فرض تھے	✽
42	اہل جاہلیت کے لوگ یوم عاشوراء کا روزہ رکھا کرتے تھے	✽
43	ابتداءً اسلام میں فرضیت روزہ کی صورت	✽

## روزوں کی فضیلت کا بیان

45	روزہ دار کے لیے رسول اللہ ﷺ نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے	✽
45	روزہ داروں کے لیے جنت میں ایک خاص دروازہ بنایا گیا ہے	✽
46	روزہ دار شہداء کے ساتھ ہوگا	✽
46	روزہ دار کے گزشتہ گناہ بخش دیے جاتے ہیں	✽

47	رمضان میں جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے بند کر دیے جاتے ہیں	✽
47	رمضان میں شیطان بکڑے جانے کے باوجود گناہ کیوں ہوتے ہیں؟	✽
49	روزہ دار کے منہ کی بو کستوری سے زیادہ پاکیزہ ہے	✽
49	روزہ دار کے ہر عمل کا اجر سات سو گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے	✽
50	ماہ رمضان کی ہر رات اللہ تعالیٰ لوگوں کو جہنم سے آزاد کرتے ہیں	✽
50	روزِ قیامت روزہ مومن بندے کی سفارش کرے گا	✽
51	روزہ خیر کا دروازہ ہے	✽
51	ہزار مہینوں سے بہتر رات شب قدر ماہ رمضان میں ہی ہے	✽
51	نزولِ قرآن کا شرف ماہ رمضان کو ہی حاصل ہے	✽
52	رمضان میں عمرہ کا ثواب حج کے برابر ہو جاتا ہے	✽
53	روزہ دار کی دعا قبول کی جاتی ہے	✽
54	افطاری کے وقت اللہ تعالیٰ لوگوں کو جہنم سے آزاد کرتے ہیں	✽

## روزوں کے آداب کا بیان

55	روزہ رکھنے والے پر نجر سے پہلے نیت کرنا ضروری ہے	✽
55	اگر رات کو روزہ واجب ہو جانے کا علم نہ ہو	✽
56	نظلی روزے کی نیت	✽
56	ہر روزے کے لیے الگ نیت کرنا ضروری ہے	✽
57	نیت محض دل کے ارادے کا نام ہے	✽
57	سحری کھانے میں برکت ہے	✽
58	سحری کھانے میں اہل کتاب کی مخالفت ہے	✽
58	سحری کی فضیلت	✽
58	سحری کا وقت	✽

60	سحری کھانے میں تاخیر کرنا مستحب ہے	✽
61	کھجور کے ساتھ سحری کھانے کی فضیلت	✽
61	اگر سحری کھاتے ہوئے اذان ہو جائے	✽
61	روزے کے آداب	✽
62	روزہ افطار کرنے میں جلدی کرنا مستحب ہے	✽
63	افطاری کا وقت	✽
64	اگر کوئی لاعلمی کے باعث وقت سے پہلے روزہ افطار کر لے تو وہ کیا کرے؟	✽
67	افطاری کے وقت دعا کی قبولیت	✽
68	روزہ کس چیز سے افطار کیا جائے؟	✽
68	افطاری کی دعا	✽
69	روزہ کھلوانے کا اجر	✽
69	روزہ افطار کرانے والے کو یہ عبادیں	✽

## روزہ دار کے لیے جائز افعال کا بیان

70	مہانے کے بغیر کلی کرنا اور ناک میں پانی چڑھانا	✽
72	تیل لگانا اور کٹکھی کرنا	✽
72	خوشبو لگانا	✽
72	گرمی کی وجہ سے غسل کرنا	✽
73	حالت جنابت میں روزہ رکھنا اور بعد میں غسل کرنا	✽
74	سینگی یا پچھلے لگوانا	✽
76	سر نہ لگانا	✽
77	بیوی کا بوسہ لینا اور مباشرت کرنا اس کے لیے جو ضبط نفس کی طاقت رکھتا ہو	✽
80	مسواک کرنا	✽
82	دوران روزہ تو تھ پیسٹ کے استعمال کا حکم	✽

82	ہنڈیا کا ڈانٹہ چکھنا	✽
83	تھوک نگلنا	✽
83	اگر روزہ دار کے حلق میں کبھی چلی جائے	✽
83	ناک میں دوام ڈالنا	✽
84	مہندی لگانا اور میک اپ کرنا	✽

## روزہ دار کے لیے حرام افعال کا بیان

85	روزے میں وصال کرنا	✽
86	جھوٹ بولنا، غیبت کرنا اور لڑائی بھگڑا کرنا	✽
87	لغو رفٹ اور جہالت کی باتیں کرنا	✽
88	مبالغہ سے ناک میں پانی چڑھانا	✽
88	جو ضبط نفس کی طاقت نہ رکھتا ہو اُس کے لیے بیوی کا بوسہ لینا یا مباشرت کرنا	✽

## روزہ توڑنے والی اشیا کا بیان

89	جان بوجھ کر کھانے پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے	✽
89	اگر کوئی بھول کر کھاپی لے	✽
90	جماع کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے	✽
91	جماع کی وجہ سے کیا عورت کا روزہ فاسد ہوگا اور کیا اس پر کفارہ ہے؟	✽
92	اگر کوئی رمضان کے علاوہ کسی اور دن میں دوران روزہ ہم بستری کر لے	✽
92	عمداتے کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے	✽
93	جان بوجھ کر روزہ توڑنے والے پر ظہار کے کفارے کی طرح کفارہ لازم ہے	✽
93	کیا کفارہ میں ترتیب واجب ہے؟	✽
94	کفارہ صرف ہم بستری کے ذریعے روزہ توڑنے میں ہی ہے	✽

94	اگر کوئی کفارہ ادا کرنے سے پہلے دوبارہ جماع کر لے	✽
95	اگر کوئی بھول کر ہم بستری کر بیٹھے	✽
95	اگر ہم بستری کے علاوہ کسی اور ذریعے سے انزال ہو جائے؟	✽
96	دورانِ روزہ احتلام اور مذی کا حکم	✽
96	حیض یا نفاس شروع ہونے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے	✽
97	کیا حائضہ عورت رمضان میں مانع حیض ادویات استعمال کر سکتی ہے؟	✽
97	کیا دورانِ روزہ انجکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟	✽
98	کیا بے ہوشی سے روزہ باطل ہو جاتا ہے؟	✽
99	کیا بچے کو دودھ پلانے سے روزہ باطل ہو جاتا ہے؟	✽
99	کیا نکسیر آنے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے؟	✽
100	کیا ٹیسٹ وغیرہ کے لیے خون دینے سے روزہ ٹوٹتا؟	✽
100	کیا دانتوں سے نکلنے والا خون روزہ توڑ دیتا ہے؟	✽
100	کیا آنکھوں یا کانوں میں قطرے ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟	✽
100	کیا انگوٹھا چوسنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟	✽

## روزوں کی قضاء کا بیان

101	جو شخص کسی شرعی عذر کی وجہ سے روزہ چھوڑ دے اس کے لیے قضاء یا ضروری ہے	✽
101	مسافر وغیرہ کے لیے روزہ چھوڑنے کی ارنصت ہے	✽
104	کیا مجاہدین فرض روزہ چھوڑ سکتے ہیں؟	✽
105	حاملہ اور مرضہ کے روزے کا حکم	✽
105	اگر مرنے والے پر قضاء کے روزے ہوں	✽
107	میت کی طرف سے نذر کے روزے رکھنے کا حکم	✽
108	ایسا بوڑھا شخص جو نہ روزہ رکھنے کی طاقت رکھتا ہو اور نہ قضاء دینے کی وہ کیا کرے؟	✽

110	رمضان کی قضا پے درپے روزوں کے ساتھ یا الگ الگ؟
111	رمضان کی قضا تاخیر سے بھی درست ہے
112	کیا جان بوجھ کر روزہ توڑنے والا قضاء دے گا؟
113	حائضہ اور نفاس والی عورت روزے نہ رکھے لیکن بعد میں قضاء دے
113	حائضہ عورت پر روزوں کے حرام ہونے کی کیا حکمت ہے؟
116	نقلی روزوں کی قضا ادا کرنا ضروری نہیں
117	اگر کوئی کافر ماہ رمضان میں مسلمان ہو
117	اکیلے جمعہ کے روز فرض روزے کی قضا کا کیا حکم ہے؟

## نقلی روزوں کا بیان

118	شوال کے چھ روزے
118	کیا شوال کے چھ روزے رمضان کے نور البدر رکھنا ضروری ہے؟
119	ذوالحجہ کے پہلے نو دنوں کے روزے اور ہر ماہ کی پہلی سوموار اور جمعرات کا روزہ
120	عشرہ ذوالحجہ افضل ہے یا رمضان کا آخری عشرہ؟
120	یوم عرفہ یعنی ذوالحجہ کی نو تاریخ کا روزہ
120	حاجیوں کے لیے ذوالحجہ کا روزہ
122	ماہ محرم کے روزے
122	یوم عاشوراء کا روزہ
123	یوم عاشوراء کے روزے کی ابتدا اور مقصد
123	یوم عاشوراء کا روزہ دس محرم کو یا نو کو؟
124	یوم عاشوراء میں کھانے پکانا خوشی کا اظہار کرنا یا ماتم وغیرہ کرنا کیسا ہے؟
125	ماہ شعبان کے روزے
126	نصف شعبان کے بعد روزے رکھنا ممنوع ہے
126	سوموار اور جمعرات کا روزہ

127	ایام بیس کے روزے	✽
128	ایک دن روزہ رکھنا اور ایک دن چھوڑنا	✽
129	راہ جہاد میں روزہ رکھنا	✽
130	بغض اور اتوار کا اکٹھا روزہ	✽
130	نظمی روزہ انسان جب چاہے افطار کر سکتا ہے	✽
132	عورت کے لیے شوہر کی اجازت کے بغیر نظمی روزہ رکھنا جائز نہیں	✽
133	حرام مہینوں اور ماہ رجب میں روزوں کے متعلق کچھ ثابت نہیں	✽
134	نظمی روزے کی نیت طلوع فجر سے پہلے کرنا لازم نہیں	✽
134	کیا فرض روزوں کی قضاء سے پہلے نظمی روزے رکھے جاسکتے ہیں؟	✽

## جن ایام کے روزے ممنوع ہیں

135	عیدین کا روزہ رکھنا حرام ہے	✽
136	عیدین کے دوسرے یا تیسرے دن روزہ رکھنے کا حکم	✽
136	ایام تشریق کا روزہ رکھنا حرام ہے	✽
136	حج تمتع کرنے والے کے لیے ایام تشریق میں روزوں کا حکم	✽
137	استقبالِ رمضان کے لیے ایک یا دو دن پہلے روزے رکھنا	✽
138	بغیر عادت کے نصف شعبان کے بعد روزے رکھنا	✽
138	خاندن کی اجازت کے بغیر بیوی نظمی روزہ نہ رکھے	✽
138	ہمیشہ روزہ رکھنا ممنوع ہے	✽
139	جمعہ کا الگ روزہ رکھنا ممنوع ہے	✽
140	فرض روزے کے علاوہ صرف بغضتے کا روزہ رکھنا ممنوع ہے	✽
141	مشکوٰۃ دن روزہ رکھنا	✽



141

روزے میں وصال کرنا

## نماز تراویح کا بیان

142	نماز تراویح کی فضیلت
142	نماز تراویح گھر میں افضل ہے یا مسجد میں جماعت کے ساتھ
144	عورتیں بھی مسجد میں حاضر ہو کر باجماعت تراویح میں شرکت کر سکتی ہیں
145	نماز تراویح کا وقت
146	نماز تراویح کی رکعتوں کی تعداد
147	نماز تراویح دو دو رکعت پڑھنی چاہیے
147	قیام رمضان میں قرآن سے دیکھ کر قراءت
148	تین راتوں سے کم میں قرآن ختم کرنا درست نہیں
148	نماز تراویح میں مکمل قرآن ختم کرنا کیسا ہے؟
148	مسجد کے ساتھ ملحق گھر میں امام کی اقتداء میں نماز تراویح پڑھنا کیسا ہے؟
149	چند ضروری مسائل

## اعتکاف کا بیان

150	اعتکاف کے لیے نیت
150	اعتکاف کا حکم
151	ماہ رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف زیادہ مؤکد ہے
152	اعتکاف مساجد میں کسی بھی وقت درست ہے
153	اعتکاف کے لیے روزہ شرط نہیں

153	اعتکاف صرف مساجد میں ہی کیا جاسکتا ہے	✽
154	کیا اعتکاف کے لیے کسی مسجد کی تخصیص ہے یا تمام مساجد میں درست ہے؟	✽
154	خواتین بھی اعتکاف بیٹھ سکتی ہیں	✽
155	خواتین بھی مساجد میں ہی اعتکاف کریں گی	✽
155	خواتین کے لیے شوہر کی اجازت کے بغیر اعتکاف کا حکم	✽
155	آخری عشرے میں عبادات کے لیے زیادہ محنت کرنی چاہیے	✽
156	اعتکاف کرنے والا مستکف میں کب داخل ہو؟	✽
156	اعتکاف بیٹھنے والا کسی سخت حاجت کے وقت ہی باہر نکل سکتا ہے	✽
157	اعتکاف کی کم از کم مدت	✽
157	اعتکاف کی جگہ میں چار پائی اور بستر بھی رکھا جاسکتا ہے	✽
158	دوران اعتکاف مستکف کے لیے کیا مستحب ہے؟	✽
158	بیوی کا مسجد میں آنا شوہر کے سر میں کنگھی کرنا	✽
159	اعتکاف کرنے والا بغیر شہوت کے بیوی کو چھو سکتا ہے	✽
159	اعتکاف کرنے والے کے لیے مسجد میں کھانا جائز ہے	✽
159	کیا استحاضہ کی بیماری میں مبتلا خواتین اعتکاف بیٹھ سکتی ہے؟	✽
160	اعتکاف کے لیے مسجد میں خیمہ لگانا درست ہے	✽
160	دوران اعتکاف ممنوع افعال	✽
161	اعتکاف باطل کر دینے والے افعال	✽

## شب قدر کا بیان

163	شب قدر کی فضیلت	✽
163	قدر کی راتوں میں نوافل پڑھنا مستحب ہے	✽
163	قدر کی رات کونسی ہے؟	✽

165	شب قدر نامعلوم ہونے کا سبب	✽
166	شب قدر کی علامات	✽
166	شب قدر کی مخصوص دعا	✽
167	قدر کی رات زمین میں فرشتوں کی کثرت	✽

## فضائل قرآن کا بیان

168	قرآن کے ایک حرف کے بدلے دس نیکیوں کا اجر	✽
168	قرآن اپنے پڑھنے والوں کی روز قیامت سفارش کرے گا	✽
168	تلاوت قرآن سننے کے لیے آسمان سے فرشتے نازل ہوتے ہیں	✽
169	صاحب قرآن کے حق میں رشک جائز ہے	✽
169	قرآن کا حافظ و ماہر معزز فرشتوں کے ساتھ ہوگا	✽
170	حافظ قرآن جنت میں بلند درجے پر فائز ہوگا	✽
170	قرآن سیکھنے اور سکھانے والا شخص سب سے بہتر ہے	✽
170	قرآن قوموں کے عروج و زوال کا ذریعہ ہے	✽
171	قرآن کی مختلف سورتوں اور آیات کی فضیلت	✽

## متفرق مسائل کا بیان

173	صدقۃ الفطر کے مسائل	✽
173	عیدین کے مسائل	✽
175	قربانی کے مسائل	✽



## چند ضروری اصطلاحات بترتیب حروف تہجی

(1)	اجتہاد	شرعی احکام کے علم کی تلاش میں ایک مجتہد کا استنباط احکام کے طریقے سے اپنی بھرپور ذہنی کوشش کرنا اجتہاد کہلاتا ہے۔
(2)	اجماع	اجماع سے مراد نبی ﷺ کی وفات کے بعد کسی خاص دور میں (امت مسلمہ کے) تمام مجتہدین کا کسی دلیل کے ساتھ کسی شرعی حکم پر متفق ہو جانا ہے۔
(3)	استحسان	قرآن سنت یا اجماع کی کسی قوی دلیل کی وجہ سے قیاس کو چھوڑ دینا۔ اس کے علاوہ بھی اس کی مختلف تفریبات کی گئی ہیں۔
(4)	اصححاب	شرعی دلیل نہ ملنے پر مجتہد کا اصل کو پکڑ لینا اصحاب کہلاتا ہے۔ واضح رہے کہ تمام قطعاً بخش اشیاء میں اصل اباحت ہے اور تمام ضرور رساں اشیاء میں اصل حرمت ہے۔
(5)	اصل	اصول کا واحد ہے اور اس کے پانچ معانی ہیں۔ (1) دلیل (2) قاعدہ (3) بنیاد (4) راجح بات (5) حالت صحیحہ۔
(6)	امام	کسی بھی فن کا معروف عالم جیسے فن حدیث میں امام بخاری اور فن فقہ میں امام ابوحنیفہ۔
(7)	آحاد	خبر واحد کی جمع ہے۔ اس سے مراد ایسی حدیث ہے جس کے راویوں کی تعداد متواتر حدیث کے راویوں سے کم ہو۔
(8)	آثار	ایسے اقوال اور افعال جو صحابہ کرام اور تابعین کی طرف منقول ہوں۔
(9)	اطراف	وہ کتاب جس میں ہر حدیث کا ایسا حصہ لکھا گیا ہو جو باقی حدیث پر دلالت کرتا ہو مثلاً تفسیر، لا شراف از امام سہری وغیرہ۔
(10)	اجزاء	اجزاء جز کی جمع ہے۔ اور جز اس چھوٹی کتاب کو کہتے ہیں جس میں ایک خاص موضوع سے متعلق بالاتیغاب احادیث جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہو مثلاً جزہ در رفع الیدین از امام بخاری وغیرہ۔
(11)	اربعین	حدیث کی وہ کتاب جس میں کسی بھی موضوع سے متعلقہ چالیس احادیث ہوں۔
(12)	باب	کتاب کا وہ حصہ جس میں ایک ہی نوع سے متعلقہ مسائل بیان کیے گئے ہوں۔
(13)	تعارض	ایک ہی مسئلہ میں دو مخالف احادیث کا جمع ہو جانا تعارض کہلاتا ہے۔
(14)	ترجیح	ہا ہم مخالف دلائل میں سے کسی ایک کو نقل کے لیے زیادہ مناسب قرار دے دینا ترجیح کہلاتا ہے۔
(15)	جائز	ایسا شرعی حکم جس کے کرنے اور چھوڑنے میں اختیار ہو۔ مباح اور حلال بھی اسی کو کہتے ہیں۔
(16)	جامع	حدیث کی وہ کتاب جس میں مکمل اسلامی معلومات مثلاً عقائد، عبادات، معاملات، تفسیر، سیرت، مناقب، فتن اور روزِ محشر کے احوال وغیرہ سب جمع کر دیا گیا ہو۔
(17)	حدیث	ایسا قول، فعل اور تقریر جس کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف کی گئی ہو۔ سنت کی بھی یہی تعریف ہے۔ یاد رہے کہ تقریر سے مراد آپ ﷺ کی طرف سے کسی کام کی اجازت ہے۔
(18)	حسن	جس حدیث کے راوی حافظے کے اعتبار سے صحیح حدیث کے راویوں سے کم درجے کے ہوں۔
(19)	حرام	شائع یا لفظ لگانے جس کام سے لازمی طور پر بچنے کا حکم دیا ہو نیز اس کے کرنے میں گناہ ہو جبکہ اس سے اجتناب میں ثواب ہو۔
(20)	خبر	خبر کے متعلق تین اقوال ہیں۔ (1) خبر حدیث کا ہی دوسرا نام ہے۔ (2) حدیث وہ ہے جو نبی ﷺ سے منقول ہو اور خبر وہ ہے جو کسی اور سے منقول ہو۔ (3) خبر حدیث سے عام ہے یعنی اس روایت کو بھی کہتے ہیں جو نبی ﷺ سے منقول ہو اور اس کو بھی کہتے ہیں جو کسی اور سے منقول ہو۔

(21)	رائع	ایسی رائے جو دیگر آراء کے بالمقابل زیادہ صحیح اور اقرب الی الحق ہو۔
(22)	سنن	حدیث کی وہ کتب جن میں صرف احکام کی احادیث جمع کی گئی ہوں مثلاً سنن نسائی، سنن ابن ماجہ اور سنن ابی داؤد وغیرہ۔
(23)	سعدائے رائع	ان صحاح کا موس سے روک دینا کہ جن کے ذریعے ایسی ممنوع چیز کے ارتکاب کا واضح اندیشہ ہو جو فساد و خرابی پر مشتمل ہو۔
(24)	شریعت	قرآن و سنت کی صورت میں اللہ تعالیٰ کے مقرر کیے ہوئے احکامات۔
(25)	شارع	شریعت بنانے والا یعنی اللہ تعالیٰ اور مجازی طور پر اللہ کے رسول ﷺ پر بھی اس کا اطلاق کیا جاتا ہے۔
(26)	شاذ	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس میں ایک ثقہ راوی نے اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت کی ہو۔
(27)	صحیح	جس حدیث کی سند متصل ہو اور اس کے تمام راوی ثقہ و دیانت دار اور قوت حافظہ کے مالک ہوں۔ نیز اس حدیث میں شدوذ اور کوئی خفیہ خرابی بھی نہ ہو۔
(28)	صحیحین	صحیح احادیث کی دو کتابیں یعنی صحیح بخاری اور صحیح مسلم۔
(29)	صحاح ستہ	معروف حدیث کی چھ کتب یعنی بخاری، مسلم، ابوداؤد ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ۔
(30)	ضعیف	ایسی حدیث جس میں نہ تو صحیح حدیث کی صفات پائی جائیں اور نہ ہی حسن حدیث کی۔
(31)	حرف	حرف سے مراد ایسا قول یا فعل ہے جس سے معاشرہ مانوس ہو اس کا عادی ہو یا اس کا ان میں روان ہو۔
(32)	علت	علم فقہ میں علت سے مراد وہ چیز ہے جسے شارع ﷺ نے کسی حکم کے وجود اور عدم میں علامت مقرر کیا ہو جیسے نشہ حرمت و شراب کی علت ہے۔
(33)	علت	علم حدیث میں علت سے مراد ایسا خفیہ سبب ہے جو حدیث کی صحت کو نقصان پہنچاتا ہو اور اسے صرف فن حدیث کے باہر علماء ہی سمجھتے ہوں۔
(34)	فقہ	ایسا علم جس میں ان شرعی احکام سے بحث ہوتی ہو جن کا تعلق عمل سے ہے اور جن کو تفصیلی دلائل سے حاصل کیا جاتا ہے۔
(35)	فقیہ	علم فقہ جاننے والا بہت سمجھ دار شخص۔
(36)	فصل	باب کا ایسا جزء جس میں ایک خاص موضوع سے متعلقہ مسائل مذکور ہوں۔
(37)	فرض	شارع ﷺ نے جس کام کو لازمی طور پر کرنے کا حکم دیا ہو نیز اسے کرنے پر ثواب اور نہ کرنے پر گناہ ہو مثلاً نماز روزہ وغیرہ۔
(38)	قیاس	قیاس یہ ہے کہ فرع (ایسا مسئلہ جس کے متعلق کتاب و سنت میں حکم موجود نہ ہو) کو حکم میں اصل (ایسا حکم جو کتاب و سنت میں موجود ہو) کے ساتھ اس وجہ سے ملالینا کہ ان دونوں کے درمیان علت مشترک ہے۔
(39)	کتاب	کتاب مستقل حیثیت کے حامل مسائل کے مجموعے کو کہتے ہیں، خواہ وہ کئی انواع پر مشتمل ہو یا نہ ہو مثلاً کتاب الطہارۃ وغیرہ۔
(40)	مستحب	ایسا کام جسے کرنے میں ثواب ہو جبکہ اسے چھوڑنے میں گناہ نہ ہو مثلاً مسواک وغیرہ۔ یاد رہے کہ علم فقہ میں مندوب، نفل اور سنت اسی کو کہتے ہیں۔
(41)	مکرہ	جس کام کو نہ کرنا اسے کرنے سے بہتر ہو اور اس سے بچنے پر ثواب ہو جبکہ اسے کرنے پر گناہ نہ ہو مثلاً کثرت سوال وغیرہ۔
(42)	مجتہد	جس شخص میں اجتہاد کا ملکہ موجود ہو یعنی اس میں فقہی مآخذ سے شریعت کے عملی احکام مستنبط کرنے کی پوری قدرت موجود ہو۔

(43)	مصالح مرسلہ	یہ ایسی معلومت ہے کہ جس کے متعلق شارع <small>ﷺ</small> سے کوئی ایسی دلیل نہ ملتی ہو جو اس کے معتبر ہونے یا اسے لغو کرنے پر دلالت کرتی ہو۔
(44)	موقف	کسی مسئلہ میں کسی عالم کی ذاتی رائے جسے اس نے دلائل کے ذریعے اختیار کیا ہو۔
(45)	مسک	اس کی بھی وہی تعریف ہے جو موقف کی ہے لیکن یہ لفظ مختلف مکاتب فکر کی نمائندگی کے لیے معروف ہو چکا ہے مثلاً حنفی مسک وغیرہ۔
(46)	مذہب	لغوی طور پر اس کی بھی وہی تعریف ہے جو مسک کی ہے لیکن عوام میں یہ لفظ (جیسے مذہب عیسائیت وغیرہ) اور فرقہ (جیسے حنفی مذہب وغیرہ) کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔
(47)	مراجع	وہ کتابیں جن سے کسی کتاب کی تیاری میں استفادہ کیا گیا ہو۔
(48)	متواتر	وہ حدیث جسے بیان کرنے والے راویوں کی تعداد اس قدر زیادہ ہو کہ ان سب کا جموٹ پر جمع ہو جانا محتمل حال ہو۔
(49)	مرفوع	جس حدیث کو نبی <small>ﷺ</small> کی طرف منسوب کیا گیا ہو خواہ اس کی سند متصل ہو یا نہ۔
(51)	موقوف	جس حدیث کو صحابی کی طرف منسوب کیا گیا ہو خواہ اس کی سند متصل ہو یا نہ۔
(52)	مقطوع	جس حدیث کو تابعی یا اس سے کم درجے کے کسی شخص کی طرف منسوب کیا گیا ہو خواہ اس کی سند متصل ہو یا نہ۔
(53)	موضوع	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس میں کسی من گھڑت خبر کو رسول اللہ <small>ﷺ</small> کی طرف منسوب کیا گیا ہو۔
(54)	مرسل	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس میں کوئی تابعی صحابی کے واسطے کے بغیر رسول اللہ <small>ﷺ</small> سے روایت کرے۔
(55)	مطلق	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس میں ابتدائے سند سے ایک یا سارے راوی ساقط ہوں۔
(56)	متصل	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس کی سند کے درمیان سے اکٹھے دو یا دو سے زیادہ راوی ساقط ہوں۔
(57)	منقطع	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس کی سند کسی بھی وجہ سے منقطع ہو یعنی متصل نہ ہو۔
(58)	متروک	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس کے کسی راوی پر جموٹ کی تہمت ہو۔
(59)	مکر	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس کا کوئی راوی فاسق بدعتی بہت زیادہ غلطیاں کرنے والا یا بہت زیادہ غفلت برتنے والا ہو۔
(60)	مسند	حدیث کی وہ کتاب جس میں ہر صحابی کی احادیث کو الگ الگ جمع کیا گیا ہو مثلاً مسند شافعی وغیرہ۔
(61)	مستدرک	ایسی کتاب جس میں کسی محدث کی شرائط کے مطابق ان احادیث کو جمع کیا گیا ہو جنہیں اس محدث نے اپنی کتاب میں نقل نہیں کیا مثلاً مستدرک حاکم وغیرہ۔
(62)	مستخرج	ایسی کتاب جس میں مصنف نے کسی دوسری کتاب کی احادیث کو اپنی سند سے روایت کیا ہو مثلاً مستخرج ابو نعیم الاصبہانی وغیرہ۔
(63)	مجم	ایسی کتاب جس میں مصنف نے اپنے اساتذہ کے ناموں کی ترتیب سے احادیث جمع کی ہوں مثلاً مجمع کبیر از طبرانی وغیرہ۔
(64)	تخ	بعد میں نازل ہونے والی دلیل کے ذریعے پہلے نازل شدہ حکم کو ختم کر دینا صحیح کہلاتا ہے۔
(65)	واجب	واجب کی تعریف وہی ہے جو فرض کی ہے جمہور فقہاء کے نزدیک ان دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ البتہ حنفی فقہاء اس میں کچھ فرق کرتے ہیں۔

## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

### مُقَدِّمَةٌ

لفظ صیام باب صَامَ یَصُومُ (نصر) سے مصدر ہے۔ اس کا معنی ”روزہ رکھنا اور رُک جانا (یعنی کھانے پینے، بولنے، جماع کرنے یا چلنے سے رُک جانا سب اس میں شامل ہیں)۔“ (۱)

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں حضرت مریم علیہا السلام کے متعلق خبر دی ہے کہ ﴿إِنِّي نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا﴾ [مریم: ۲۶] ”بے شک میں نے رُحْمٰن کے لیے روزے کی نذر مانی ہے۔“ اور روزے سے ان کی مراد کلام سے خاموشی تھی۔ جیسا کہ اسی آیت کا اگلا حصہ اس کی وضاحت کرتا ہے کہ ﴿فَلَنْ أَكَلِمَةَ الْیَوْمِ الْاِیْسِیًّا﴾ ”میں (نے) روزہ رکھا ہے لہذا میں (آج کسی شخص سے بات نہ کروں گی)۔“ (۲)

شرعاً روزے کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے کہ مخصوص شرائط کے ساتھ مخصوص ایام میں، مخصوص اشیاء (یعنی کھانے پینے، فسق و فجور کے ارتکاب اور دن میں جماع کرنے) سے رُک جانا، روزہ ہے۔ یہ تعریف حافظ ابن حجر اور امام نووی رحمہما اللہ نے ذکر فرمائی ہے۔ کچھ اہل علم کا کہنا ہے کہ سارا دن (طلوع آفتاب سے غروب آفتاب تک) نیت کے ساتھ بیٹھ اور شرمگاہ کی شہوت و خواہش سے رُکے رہنا، روزہ ہے۔ کچھ نے یوں بھی تعریف کی ہے کہ مخصوص امساک کا نام روزہ ہے اور وہ یہ ہے کہ مخصوص صفت کے ساتھ تین روزہ توڑنے والی اشیاء سے رُکے رہنا۔ کچھ کا کہنا ہے کہ مخصوص نیت کے ساتھ ایسے مکمل دن میں جو روزے کے قابل ہو (یعنی اس میں روزہ ممنوع نہ ہو مثلاً عیدین، ایام تشریق اور شکر کا دن وغیرہ) روزہ توڑنے والی چیز سے رُکے رہنا، روزہ ہے۔ (۳)

علاوہ ازیں امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ روزہ خالص اللہ عزوجل کی (رضامندی کی) نیت کے ساتھ کھانے

پینے اور جماع و ہم بستری سے رکنے کا نام ہے۔ (۴)

(۱) [القاموس المحیط (ص/۱۰۲۰/۱) المنجد (ص/۴۷۶)] (۲) [تفسیر قرطبی (۲/۲۶۸/۲)]

(۳) [فتح الباری (۴/۵۹۲/۴) شرح مسلم للنووی (۴/۲۰۰/۴) سبیل السلام (۲/۸۵۹/۲) مغنی المحتاج (۱/۴۲۰/۱)]

(۴) [تفسیر ابن کثیر (۱/۴۳۵/۱)]

## روزے کب فرض ہوئے

روزے دو ہجری میں فرض کیے گئے اور نبی کریم ﷺ نے اپنی زندگی میں نو برس ماہ رمضان کے روزے رکھے۔ چنانچہ امام نوویؒ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے نور رمضان المبارک کے روزے رکھے، اس لیے کہ ہجرت کے دوسرے سال شعبان میں رمضان المبارک کے روزے فرض ہوئے تھے اور نبی کریم ﷺ گیارہ ہجری ربیع الاول کے مہینے میں فوت ہوئے تھے۔ (۱)

امام شوکانیؒ رقمطراز ہیں کہ رمضان کے روزے دوسری صدی ہجری میں فرض کیے گئے۔ (۲)

### روزے کی حکمت

اولاً ہمیں یہ علم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے مختلف اچھے اچھے نام ہیں۔ ان میں سے ایک نام حکیم بھی ہے جو کہ حکمت اور حکم سے مشتق ہے۔ چونکہ حکم بھی اللہ تعالیٰ کا ہی ہے لہذا اس کے تمام احکام بھی نہایت پر حکمت ہیں۔ تمام احکامات کے پر حکمت ہونے کے باوجود بعض اوقات ہمیں اس کی حکمت کا علم ہوتا ہے اور بعض اوقات ہماری عقلیں اس کی حکمت کا ادراک نہیں کر سکتیں۔ اور بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ کچھ حکمتوں کا ہمیں علم ہوتا ہے اور بہت ساری حکمتیں ہم پر مخفی ہی رہتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے روزہ فرض کرتے ہوئے اس کی حکمت کا بھی ذکر فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد ہے کہ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ [البقرة: ۱۸۳] ”اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کر دیے گئے ہیں جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے، تاکہ تم پر ہیزگار بن جاؤ۔“

اس آیت سے معلوم ہوا کہ روزے کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ پر ہیزگاری حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا ہے۔ اہل علم نے روزے کی مشروعیت کی مختلف حکمتیں بیان کی ہیں جو سب کی سب تقویٰ کی ہی نخصلتیں ہیں، روزہ دار کو متنبہ کرنے کی غرض سے ان میں سے چند ایک کا بیان حسب ذیل ہے:

(۱) روزہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کے شکر کا ایک وسیلہ ہے۔ روزہ نام ہے کھانا پینا ترک کرنے کا اور کھانا پینا اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ لہذا اس سے کچھ دیر کے لیے رک جانا اس کی قدر و قیمت معلوم کراتا ہے۔ پھر انسان ان نعمتوں کا شکر ادا کرنے پر راغب ہوتا ہے۔

(۲) روزے سے شہوات پر قابو پایا جاتا ہے۔ کیونکہ جب انسان سیر ہو اور اس کا پیٹ بھرا ہوا ہو تو اسے شہوت کی تمنا ہوتی ہے اور جب بھوکا ہوتا ہے تو خواہشات و شہوات سے اجتناب کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ ”اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جسے نکاح کرنے کی استطاعت ہو اسے نکاح کرنا چاہیے کیونکہ

(۲) [نیل الأوطار (۱۰۱/۳)]

(۱) [المجموع (۲۰۰/۱۶)]



نکاح نظر کو جھکانے والا اور شرمگاہ کو محفوظ رکھنے والا ہے اور جسے استطاعت نہ ہو اس کے لیے روزے کا اہتمام و التزام ضروری ہے اس لیے کہ روزہ اس کے لیے ڈھال ہے۔“

(3) روزہ حرام اشیاء سے اجتناب کا ذریعہ ہے کیونکہ انسان جب رضائے الہی کے حصول کے لیے حلال اشیاء ترک کر دینے پر تیار ہو جاتا ہے تو حرام اشیاء ترک کر دینے پر بالاولی تیار ہوگا۔ اس طرح روزہ انسان کے لیے حرام کاموں سے بچنے کا وسیلہ بنتا ہے۔

(4) روزہ انسان کو اس ایمان و یقین پر تیار کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر لمحہ اس کی نگہبانی و نگرانی کر رہا ہے یہی وجہ ہے کہ انسان قدرت و طاقت کے باوجود اپنی خواہشات اور حلال اشیاء ترک کر دیتا ہے کیونکہ اسے یہ یقین محکم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے۔

(5) روزہ فقراء و مساکین پر شفقت و رحمت اور نرمی کرنے کا باعث ہے۔ کیونکہ جب انسان کچھ دیر کے لیے بھوکا رہتا ہے تو پھر اسے اُن لوگوں کی حالت کا احساس ہوتا ہے جنہیں ہر وقت کھانا نصیب نہیں ہوتا۔ اس طرح وہ شخص غرباء کی اعانت اُن کے ساتھ شفقت و رحمت اور احسان کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔

(6) روزہ شیطان کو غم و غصہ دلانے اور اس کی کمزوری ثابت کرنے کا ایک وسیلہ ہے۔ روزے سے شیطان کے وسوسے بھی کم ہو جاتے ہیں جس بنا پر معاصی اور گناہ و جرائم بھی کم ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ شیطان انسان میں خون کی طرح گردش کرتا ہے تو روزے کی وجہ سے یہ گردش والی جگہیں تنگ پڑ جاتی ہیں جس سے وہ کمزور ہو جاتا ہے اور اس کا نفور بھی کم ہوتا ہے۔

(ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ) بلاشبہ کھانے پینے کی وجہ سے خون پیدا ہوتا ہے اس لیے جب کھایا پیا جائے تو شیطان کی گردش کی جگہوں میں وسعت پیدا ہو جاتی ہے جو کہ خون ہے۔ اور جب روزہ رکھا جائے تو شیطان کی گردش والی جگہیں تنگ ہو جاتی ہیں جس کی وجہ سے دل اچھائی اور بھلائی کے کاموں پر آمادہ ہوتا ہے اور برائی کے کام ترک کر دیتا ہے۔ (۱)

(7) روزے کے ذریعے مسلمان کثرت کے ساتھ اطاعت کے کام بجالانے کا عادی بن جاتا ہے۔ کیونکہ روزہ دار دوران روزہ کثرت کے ساتھ اطاعت و فرمانبرداری کے کام سرانجام دیتا ہے لہذا وہ اس کا عادی بن جاتا ہے۔

(8) روزہ انسان میں دنیاوی خواہشات و لذات سے زہد پیدا کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاس موجود اجر و ثواب حاصل کرنے کی رغبت پیدا کر دیتا ہے۔

مندرجہ بالا سطور میں روزے کی چند ایک حکمتیں بیان کی گئی ہیں اُن کے علاوہ اور بھی بہت ساری روزے کی حکمتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں روزے کے مقاصد کو سمجھنے اور ان پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ (۲)

(۱) [ملخصاً: مجموع الفتاویٰ (۲۰۵/۴۶۲)] (۲) [ملاحظہ ہو: تفسیر سعدی (ص ۱۱۶/۱) الموسوعة الفقهية (۲۸۱/۹)]

(شیخ ابن شمیمین رحمۃ اللہ علیہ) جب ہم اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پڑھتے ہیں کہ ”اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کر دیئے گئے ہیں جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے“ تاکہ تم پر بیزار بن جاؤ۔“ تو ہمیں روزوں کی فرضیت کی حکمت کا علم ہوتا ہے کہ یہ حکمت اللہ تعالیٰ کی عبادت اور تقویٰ ہے۔ تقویٰ محرمات کو ترک کرنے کا نام ہے اور تقویٰ کا اطلاق محظورات کو ترک کرنے اور مامور بہ اشیاء پر عمل کرنے پر ہوتا ہے۔ (۱)

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی مصلحت ان کے نفوس کی تہذیب اور انہیں بشری کمال تک پہنچانے کے لیے ماہ رمضان کے روزے فرض کیے ہیں۔ روزے میں کھانے پینے وغیرہ جیسی اشیاء سے رکنا ہے۔ اس سے خواہشات کے برخلاف نفس کی مشق ہوتی ہے دوران روزہ ممنوع شہوات پر غلبہ پانے کے لیے تعاون ملتا ہے اور یہ چیز نفس کو اخلاق فاضلہ اپنانے کے لیے تیار کرتی ہے۔ (۲)

### روزے کے فوائد

(ابن شمیمین رحمۃ اللہ علیہ) روزے میں اجتماعی فوائد بھی ہیں مثلاً لوگوں میں شعور پیدا ہوتا ہے کہ وہ ایک امت ہیں وہ (سب) ایک وقت میں کھاتے ہیں اور ایک ہی وقت میں روزہ رکھتے ہیں۔ روزے سے امیر آدمی کو اللہ تعالیٰ کی نعمت کا احساس ہوتا ہے اور پھر وہ فقیر سے نرم رویہ اختیار کرتا ہے۔ (۳)

روزے کے اخروی فوائد و فضائل تو آئندہ باب ”روزوں کی فضیلت کا بیان“ کے تحت آئیں گے۔ تاہم اس کے دنیاوی و مادی فوائد کے متعلق ایک روایت میں ہے کہ ﴿صَوْمُوا نَصْحُوا﴾ ”روزے رکھو تندرست ہو جاؤ گے۔“ (۴)

عصر حاضر کی جدید سائنسی تحقیق یہ کہتی ہے کہ جسم انسانی پر سال بھر میں لازماً کچھ وقت ایسا آنا چاہیے جس میں اس کا معدہ کچھ دیر فارغ رہے۔ کیونکہ مسلسل کھاتے رہنے سے معدے میں مختلف قسم کی رطوبتیں پیدا ہو جاتی ہیں جو آہستہ آہستہ زہر کی صورت اختیار کر لیتی ہیں۔ لیکن روزے سے یہ رطوبتیں اور ان سے پیدا ہونے والے کئی مہلک امراض ختم ہو جاتے ہیں اور نظام انہضام پہلے سے قوی تر ہو جاتا ہے۔

روزہ جہاں جسمانی زندگی کوئی روح اور توانائی بخشتا ہے وہاں اس سے بے شمار معاشی پریشانیاں بھی دور ہوتی ہیں۔ کیونکہ جب امراض کم ہوں گے تو ہسپتال بھی کم ہوں گے اور ہسپتالوں کا کم ہونا بڑے سکون معاشرے کی علامت

(۱) [فتاویٰ ارکان اسلام (ص ۴۵۱/۴۵۲)] (۲) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والإفتاء (۱۸۶/۱۸۷)]

(۳) [فتاویٰ اسلامیة (۱۱۷/۲)]

(۴) [الدر المنثور للسيوطی (۱۸۲/۱) الترغیب والترہیب للمنذری (۸۳/۲) یہ روایت حسن درجہ کی ہے۔] [الترغیب والترہیب

محقق (۹/۲)] امام بیہقی نے کہا ہے کہ اسے طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔ [مجمع الزوائد (۱۸۰/۳)]

ہے۔ بعض اہل علم کا یہ بھی کہنا ہے کہ جسم کو گرم اور متحرک رکھنے کے لیے زیادہ سے زیادہ روزے رکھنا انتہائی مفید ہے۔ روزہ شوگر، دل اور معدے کے مریضوں کے لیے نہایت مفید ہے اور مشہور ماہر نفسیات سگمنڈ زرا نیڈ کا کہنا ہے کہ روزے سے دماغی اور نفسیاتی امراض کا کلی خاتمہ ہو جاتا ہے۔ (۱)

ڈاکٹر عبدالحمید دیان (Abdul-Hamid Dian) اور ڈاکٹر احمد قاراقرز (Ahmad Qara Quz) اپنے ایک آرٹیکل "Medicine in the Glorious Qur'an" میں لکھتے ہیں کہ (جس کا ترجمہ یہ ہے کہ) "روزہ انسان کی جسمانی، نفسیاتی اور جذباتی بیماریوں کے لیے موثر علاج ہے۔ یہ آدمی کی مستقل مزاجی کو بڑھاتا ہے اس کی تربیت کرتا ہے اور اس کی پسند اور عادات کو شاندار بنانے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ روزہ انسان کو طاقتور بناتا ہے اور اس کے اچھے اعمال کو پختہ عزم دیتا ہے۔ تاکہ وہ لڑائی و فسادات کے کاموں، چڑچڑے پن اور جلد بازی کے کاموں سے اجتناب کر سکے۔ یہ تمام چیزیں مل کر اس کو ہوشمند اور صحت مند انسان بناتی ہیں۔ علاوہ ازیں روزہ اس کی ترقی، قوت مدافعت اور قابلیت کو بڑھانے میں اہم کردار ادا کرتا ہے تاکہ وہ مشکل حالات کا سامنا کر سکے۔ روزہ انسان کو کم کھانے کا عادی بناتا ہے اور اس کے موٹاپے کو کنٹرول کرتا ہے جس سے اس کی شکل و شبابت میں نکھار پیدا ہو جاتا ہے۔

روزے کی وجہ سے انسان کی صحت پر جو اثرات و فوائد مرتب ہوتے ہیں وہ یہیں ختم نہیں ہوتے بلکہ روزہ انسان کو بہت سی مہلک بیماریوں سے بھی محفوظ رکھتا ہے جن میں اہم و قابل ذکر نظام انہضام کی بیماریاں ہیں مثلاً معدے کا پرانا درد، معدے کی جلن، جگر کی بیماریاں، بد ہضمی وغیرہ۔ علاوہ ازیں موٹاپا، بلڈ پریشر، دم، خناق اور ان جیسی دیگر بہت سی بیماریوں کا علاج ہے۔ روزے کی حالت میں بھوک کی وجہ سے انسان کے جسم میں موجود خون کے خراب خلیوں کے ٹوٹنے کا عمل شروع ہو جاتا ہے اور ان کی جگہ خون کے نئے خلیے بننا شروع ہو جاتے ہیں۔"

ڈاکٹر شاہد اطہر (Shahid Athar) جو کہ امریکہ کی ایک یونیورسٹی "انڈیانا یونیورسٹی سکول آف میڈیسن" کے ایسوسی ایٹ پروفیسر ہیں وہ فوائد رمضان کے متعلق اپنے ایک آرٹیکل میں لکھتے ہیں کہ (جس کا ترجمہ یہ ہے کہ) "روزہ ان لوگوں کے لیے بہت مفید ہے جو مزاج، اعتدال پسند اور مثالی بننا چاہتے ہیں۔ 1994ء میں ایک بین الاقوامی کانفرنس "رمضان اور صحت" جو کہ "کاسا بلائک" میں منعقد ہوئی۔ اس میں طبی حوالے سے روزے کی وسعت و پھیلاؤ کے بارے میں 150 ہم نکات پر روشنی ڈالی گئی۔ جس سے نظام طب کے حوالے سے بہت سے اچھے اثرات سامنے آئے حتیٰ کہ یہ چیز بھی سامنے آئی ہے کہ روزہ مریضوں کے لیے کسی بھی طریقے سے نقصان دہ نہیں ہے۔ جو لوگ روزہ رکھتے ہیں وہ اس میں سکون اور صبر و تحمل کا درس لیتے ہیں۔ روزہ کی حالت میں انسان کی نفسانی بیماریاں کم ہو جاتی ہیں اور انسان کئی اور دوسرے جرموں سے بچ جاتا ہے۔"

(۱) [ملاحظہ ہو: سنت نبوی اور جدید سائنس (۱/۶۶۱)]

ڈاکٹر عزیز (Azizi) اور ڈاکٹر بہنام (Behnam) جو کہ ”ایس، بی یونیورسٹی آف میڈیکل سائنس  
تہران (ایران)“ کے ”اینڈوکرائن ریسرچ سنٹر“ میں میڈیکل پروفیسر ہیں۔ وہ اپنے ایک آرٹیکل  
”Ramadan Fasting and Diabetes“ میں بیان کرتے ہیں کہ ”اکثر و بیشتر مشاہدات کی روشنی میں  
یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ روزہ مریضوں کے لیے بہت مفید ہے بالخصوص شوگر کے مریضوں کے لیے۔“

عبدالباقر روزہ چھوڑنے کا حکم

(ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ) ایام رمضان میں سے کسی دن میں جماع وغیرہ کے ذریعے بلا عذر روزہ چھوڑنا یا روزہ  
توڑنا کبیرہ گناہ ہے۔ (۱)

انہوں نے جن روایات سے استدلال کیا ہے ان میں سے ایک یہ ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے  
روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”دین اسلام کی تین بنیادیں ہیں جس نے ان میں سے کسی ایک کو بھی اس  
کا انکار کرتے ہوئے چھوڑ دیا اسے قتل کرنا جائز ہے“ کلمہ کی شہادت ”فرض نماز اور رمضان کے روزے۔“ (۲)  
علاوہ ازیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ”اگر کسی نے  
رمضان میں کسی عذر اور مرض کے بغیر ایک دن کا بھی روزہ نہ رکھا تو ساری عمر کے روزے بھی اس کا بدلہ (یعنی  
قضاء) نہیں ہو سکتے۔“ (۳)

وقت افطار سے قبل جان بوجھ کر روزہ افطار کرنے والوں کا خوفناک انجام

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ﴿يَنْمَانَا  
نَائِمٌ أَنَانِي رَجُلَانِ فَأَخَذَا بِضَبْعِي فَأَتَيْتَا بِي جَبَلًا وَعَوْرًا ... قُلْتُ مَنْ هُوَ لَاءِ؟ قَالَ: الَّذِينَ  
يُفْطِرُونَ قَبْلَ تَحَلُّةِ صَوْمِهِمْ﴾ ”ایک دفعہ میں سویا ہوا تھا کہ میرے پاس دو آدمی آئے۔ انہوں نے  
میرے دونوں بازوؤں کو پکڑا اور مجھے ایک پہاڑ پر لائے۔ اور ان دونوں نے کہا: اس پر چڑھو۔ میں نے کہا: میں  
اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ انہوں نے کہا: ہم آپ کے لیے اسے آسان کر دیتے ہیں۔ پھر میں چڑھا حتیٰ کہ میں  
پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ گیا۔ وہاں میں نے سخت قسم کی آوازیں سنیں۔ میں نے دریافت کیا یہ آوازیں کیسی ہیں؟  
انہوں نے کہا کہ یہ جہنمیوں کی چیخ و پکار ہے۔ پھر وہ مجھے لے کر کچھ آگے چلے۔ وہاں میں نے کچھ ایسے اُلٹے لٹکے  
ہوئے لوگ دیکھے جن کے منہ چیرے گئے تھے اور ان سے خون بہہ رہا تھا۔ میں نے کہا یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا:

(۱) [الزواجر لابن حجر الہیثمی (۱/۲۹۱)]

(۲) [مسند ابی یعلیٰ (۲۳۴۹/۴) حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے۔]

(۳) [بخاری تعلیقاً (قبل الحدیث / ۱۹۳۵) کتاب الصوم: باب إذا جامع فی رمضان]

یہ وہ لوگ ہیں جو وقت افطار سے پہلے روزہ افطار کر لیا کرتے تھے۔“ (۱)

(البانی رحمۃ اللہ علیہ) یہ اس شخص کی سزا ہے جو روزہ رکھنے کے بعد افطاری سے قبل عمداً یعنی جان بوجھ کر روزہ افطار کر دے۔ تو اب بتائیں کہ جو بالکل ہی روزہ نہ رکھے اس کی سزا کیا ہوگی؟ ہم اللہ تعالیٰ سے دنیا و آخرت کی بھلائی کے طلب گار ہیں۔ (۲)

ماہ رمضان پانے کے باوجود مغفرت حاصل نہ کرنے والے کا انجام

جس شخص کی زندگی میں ماہ رمضان آیا لیکن وہ اس میں اپنی بخشش نہ کر سکا وہ آگ میں جائے گا اور اس کے لیے ہلاکت و بربادی ہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَعِدَ الْمُنْبَرِ فَقَالَ آمِينَ - آمِينَ - آمِينَ - فَبَلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّكَ صَعِدْتَ الْمُنْبَرِ فَقُلْتَ: آمِينَ - آمِينَ - آمِينَ - فَقَالَ إِنَّ جِبْرِيلَ أَتَانِي فَقَالَ: مَنْ أَدْرَكَ شَهْرَ رَمَضَانَ فَلَمْ يُغْفَرْ لَهُ فَدْخَلَ النَّارَ فَأَبْعَدَهُ اللَّهُ قُلْ آمِينَ - فَقُلْتَ آمِينَ﴾ ”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے اور کہا: آمین، آمین، آمین۔ صحابہ نے دریافت کیا اے اللہ کے رسول! آپ منبر پر چڑھے اور آپ نے کہا: آمین، آمین، آمین (اس کی کیا وجہ ہے؟)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور انہوں نے کہا، جس شخص کی زندگی میں رمضان المبارک کا مہینہ آیا اور وہ اس میں اپنی بخشش نہ کر سکا تو وہ آگ میں داخل ہو اور اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت سے دور کر دے آپ آمین کہیے۔ تو میں نے آمین کہہ دیا۔“ (۳)

روزہ جہنم سے بچنے کے لیے ڈھال ہے

- (۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿الصِّيَامُ جُنَّةٌ وَحِصْنٌ حَصِينٌ مِنَ النَّارِ﴾ ”روزے (جہنم کی) آگ سے بچنے کے لیے ڈھال اور مضبوط قلع ہیں۔“ (۴)
  - (۲) حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿الصِّيَامُ جُنَّةٌ يَسْتَجِنُ بِهَا الْعَبْدُ مِنَ النَّارِ﴾ ”روزے ایسی ڈھال ہیں جن کے ذریعے آدمی (جہنم کی) آگ سے بچ سکتا ہے۔“ (۵)
- روزے کے برابر کوئی چیز نہیں

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول! مجھے کسی عمل کا حکم دیجیے۔

- (۱) [صحیح: صحيح الترغيب (۱۰۰۵) كتاب الصوم، ابن خزيمة (۱۹۸۶) ابن حبان (۷۴۴۸)]
- (۲) [موارد الظمان للألبانی (۱۰۰۹)]
- (۳) [حسن صحيح: صحيح الترغيب (۹۹۷) كتاب الصوم، ابن خزيمة (۱۸۸۸)]
- (۴) [حسن لغيره: صحيح الترغيب (۹۸۰) كتاب الصوم، احمد (۴۰۲/۲) شعب الإيمان (۳۵۷۱)]
- (۵) [حسن لغيره: صحيح الترغيب (۹۸۱) كتاب الصوم: باب الترغيب في الصوم مطلقاً احمد (۳۹۶/۳)]

آپ ﷺ نے فرمایا ﴿عَلَيْكَ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَا عَذْلَ لَهُ﴾ ”روزے رکھا کرو کیونکہ اس کے برابر کوئی چیز نہیں۔“ پھر میں نے کہا اے اللہ کے رسول! مجھے کسی عمل کا حکم دیجیے۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا روزے رکھا کرو کیونکہ اس کے برابر کوئی چیز نہیں۔ میں نے پھر کہا اے اللہ کے رسول! مجھے کسی عمل کا حکم دیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا روزے رکھا کرو کیونکہ اس کی مثل کوئی چیز نہیں۔ (۱)

کیا بچے روزہ رکھ سکتے ہیں؟

نابالغ بچوں پر روزہ فرض نہیں لیکن اگر ان کے والدین انہیں بچپن میں ہی مشق کرانے کے لیے اور عادی بنانے کے لیے اپنے ساتھ روزہ رکھواتے ہیں تو یہ بہتر ہے۔ چنانچہ حضرت ربیع بنت معوذ بنی اسدؓ نے بیان کیا کہ عاشراء کی صبح کو نبی کریم ﷺ نے انصار کے محلوں میں کھلا بھیجا کہ صبح جس نے کھاپی لیا ہو وہ دن کا باقی حصہ (روزہ داروں کی طرح) پورا کرے اور جس نے کچھ کھایا یا نہ ہو وہ روزے سے رہے۔ ربیع نے کہا کہ پھر بعد میں بھی (یعنی رمضان کے روزے کی فرضیت کے بعد) ﴿فَكُنَّا نَصُومُهُ بَعْدُ وَنُصُومُ صِبْيَانَنَا﴾ ”ہم اس دن روزہ رکھتے اور اپنے بچوں سے بھی رکھواتے تھے۔“ انہیں ہم اون کا ایک کھلونا دے کر بہلائے رکھتے۔ جب کوئی کھانے کے لیے روتا تو وہی دے دیتے حتیٰ کہ افطاری کا وقت ہو جاتا۔ (۲)

(ابن حجرؒ) اس حدیث میں دلیل ہے کہ بطور مشق بچوں سے روزہ رکھوانا مشروع ہے اگرچہ اس عمر میں وہ شرع کے مکلف نہیں ہیں۔ (۳)

(نوویؒ) اس حدیث میں (دلیل ہے) کہ بچوں کو اطاعت کے کاموں کی مشق کرانا اور انہیں عبادات کی عادت ڈالنا (مستحب ہے) لیکن وہ مکلف نہیں ہوں گے۔ (۴)

(شیخ ابن تیمیہؒ) اگر کوئی بچا بھی بالغ نہ ہوا ہو تو اس پر روزے لازم نہیں لیکن اگر وہ بغیر کسی مشقت کے روزہ رکھنے کی طاقت رکھتا ہو تو پھر اسے روزے کا حکم دیا جاسکتا ہے اور صحابہ کرام بھی بچوں کو روزے رکھوایا کرتے تھے۔ (۵)

رمضان میں سخاوت اور قرآن کا دور

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ﴿كَانَ النَّبِيُّ ﷺ أَحْوَدَ النَّاسِ بِالْخَيْرِ ...﴾ ”نبی ﷺ سخاوت اور خیر کے معاملے میں سب سے زیادہ نخی تھے اور آپ ﷺ کی سخاوت اس وقت اور زیادہ بڑھ جاتی تھی جب جبرئیل علیہ السلام آپ سے رمضان میں ملاقات کرتے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ ﷺ سے رمضان کی

(۱) [صحیح: صحيح الترغيب (۹۸۶) كتاب الصوم: باب الترغيب في الصوم مطلقا، ابن حزيمة (۱۸۸۸)]

(۲) [بخاری (۱۹۶۰) كتاب الصوم: باب صوم الصبيان، مسلم (۱۱۳۶) ابن حبان (۳۶۲۰)]

(۳) [فتح الباری (۲۰۱/۴)] (۴) [شرح مسلم للنووی (۴/۴۶۹/۴)]

(۵) [فتاویٰ اسلامیة (۱/۶۲/۲)]

ہر رات میں ملتے حتیٰ کہ رمضان گزر جاتا۔ نبی کریم ﷺ حضرت جبریل علیہ السلام سے قرآن کا دور کرتے تھے۔ جب حضرت جبریل علیہ السلام آپ ﷺ سے ملنے لگتے تو آپ چلتی ہوئے بھی زیادہ بھلائی پہنچانے میں سخی ہو جایا کرتے تھے۔“ (۱)

(نووی رحمۃ اللہ علیہ) اس حدیث سے پتہ چلا کہ ماہ رمضان میں کثرت کے ساتھ سخاوت کرنا مستحب ہے۔ (۲)

(سید سابق رحمۃ اللہ علیہ) سخاوت اور قرآن کا دور ہر وقت مستحب ہے لیکن رمضان میں زیادہ موکد ہے۔ (۳)

جو شادی کی طاقت نہیں رکھتا وہ روزے رکھے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ الْبَاءَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغْضُ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وَجَاءٌ﴾ ”اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جسے نکاح کرنے کی استطاعت ہو اسے نکاح کرنا چاہیے کیونکہ نکاح نظر کو بھکانے والا اور شرمگاہ کو محفوظ رکھنے والا ہے اور جسے استطاعت نہ ہو اس کے لیے روزے کا اہتمام و التزام ضروری ہے اس لیے کہ روزہ اس کے لیے ڈھال ہے۔“ (۴)

(ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ) اس حدیث میں یہ اشارہ موجود ہے کہ روزے سے اصل میں مطلوب شہوت کو توڑنا ہے۔ (۵)

بے نماز کے روزے کا حکم

بے نماز کا روزہ صحیح نہیں کیونکہ شریعت میں ثابت ہے کہ جان بوجھ کر دائمی طور پر نماز چھوڑ دینے والا کافر ہے جیسا کہ (اس کے تفصیلی دلائل ہماری کتاب ”نماز کی کتاب“ میں ملاحظہ فرمائے جاسکتے ہیں البتہ اس کی ایک دلیل یہ فرمان نبوی ہے کہ ﴿بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ وَالشِّرْكِ تَرْكُ الصَّلَاةِ﴾ ”کفر وشرک اور (مسلمان) بندے کے درمیان فرق نماز کا چھوڑ دینا ہے۔“ (۶) علاوہ ازیں امام ابن تیمیہ، شیخ ابن جریر، شیخ ابن عثیمین اور سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی وغیرہ نے بھی دائمی طور پر نماز چھوڑنے والے کو کافر ہی قرار دیا ہے۔ (۷)

لہذا جب یہ بات ثابت ہے کہ بے نماز کافر ہے تو اس کی کوئی عبادت بھی قبول نہیں تو چونکہ روزہ بھی عبادت

(۱) [بخاری (۱۹۰۲) کتاب الصوم: باب أجد ما كان النبي ﷺ يَكُونُ فِي رَمَضَانَ، مسلم (۲۳۰۸)]

(۲) [شرح مسلم (۴۰۹/۷)] (۳) [فقه السنة (۴۰۵/۱)]

(۴) [بخاری (۵۰۶۵) کتاب النکاح: باب قول النبي: من استطاع الباءة فليتزوج.....، مسلم (۱۴۰۰)]

(۵) [فتح الباری (تحت الحديث / ۵۰۶۵)]

(۶) [مسلم (۸۲) کتاب الإيمان: باب بیان إطلاق اسم الکفر علی من ترک الصلاة، أبو داود (۴۶۷۸)]

(۷) [مجموع الفتاویٰ (۹۷/۲۰) فتاویٰ اسلامیة (۲۹۶/۱)، (۱۱۸/۲) فتاویٰ اسلامیة (۳۱۱/۱-۳۱۲)]

ہے اس لیے روزہ بھی قبول نہیں ہوگا۔

صرف رمضان میں نمازیں پڑھنے والوں کے روزوں کا حکم

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) نماز ارکان اسلام میں سے ایک رکن ہے اور یہ شہادتین کے بعد سب سے اہم رکن ہے اور فرض عین ہے۔ جس نے اس کے وجوب کا انکار کرتے ہوئے اسے چھوڑا یا سستی و کوتاہی کرتے ہوئے اسے چھوڑ دیا یقیناً اس نے کفر کیا۔ اور جو لوگ رمضان میں روزے رکھتے ہیں اور صرف رمضان میں ہی نماز ادا کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں۔ انتہائی بدترین وہ قوم ہے جو اللہ تعالیٰ کو صرف رمضان میں ہی پہچانتی ہے۔ ایسے لوگوں کے روزے درست نہیں ہیں جو رمضان کے علاوہ نماز چھوڑے رکھتے ہیں بلکہ یہ لوگ اس کے ساتھ کفر اکبر کرنے والے ہیں اگرچہ وہ نماز کے وجوب کا انکار نہیں کرتے، علماء کے اقوال میں سے زیادہ صحیح یہی ہے۔ (۱)

۱۷



(۱) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والإفتاء (۱۴۰۱/۱۰)]



## کتاب الصيام روزے کے مسائل

- |                                    |                                |
|------------------------------------|--------------------------------|
| چاند دیکھنے کا بیان                | * باب رؤية الهلال              |
| روزوں کی فرضیت کا بیان             | * باب فرضية الصيام             |
| روزوں کی فضیلت کا بیان             | * باب فضل الصيام               |
| روزوں کے آداب کا بیان              | * باب آداب الصيام              |
| روزہ دار کے لیے جائز افعال کا بیان | * باب ما يباح للصائم           |
| روزہ دار کے لیے حرام افعال کا بیان | * باب ما يحرم للصائم           |
| روزہ توڑنے والی اشیا کا بیان       | * باب ما يبطل الصوم            |
| روزوں کی قضاء کا بیان              | * باب قضاء الصيام              |
| نفلی روزوں کا بیان                 | * باب صيام التطوع              |
| جن ایام کے روزے ممنوع ہیں          | * باب الأيام المنهية عن صيامها |
| نماز تراویح کا بیان                | * باب صلاة التراويح            |
| اعتکاف کا بیان                     | * باب الاعتكاف                 |
| شب قدر کا بیان                     | * باب ليلة القدر               |
| فضائل قرآن کا بیان                 | * باب فضائل القرآن             |
| متفرق مسائل کا بیان                | * باب المسائل المتفرقة         |

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ ﴾ [البقرة: ۱۸۴]

”اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کر دیے گئے ہیں۔“

حدیث نبوی ہے کہ

﴿لِخَلُوفِ فَمِ الصَّائِمِ أَطِيبٌ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ رِيحِ الْمَسْكِ﴾

”روزہ دار کے منہ کی بدبو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کستوری سے زیادہ پاکیزہ ہے۔“

[بخاری (۱۸۹۴) کتاب الصوم: باب فضل الصوم]

## چاند کیسے کا بیان

## باب رُؤْيَةِ الْعَالِ

ماہ رمضان کا چاند دیکھ کر روزہ رکھنا چاہیے

(1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿لَا تَصُومُوا حَتَّى تَرَوْا الْهِلَالَ وَ لَا تُفْطِرُوا حَتَّى تَرَوْهُ﴾ ”جب تم (رمضان کا) چاند دیکھ لو تو روزہ رکھو اور جب تم (عمید کا) چاند دیکھ لو تو روزہ چھوڑ دو۔“ (۱)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿صُومُوا لِرُؤْيَتِهِ وَأَفْطِرُوا لِرُؤْيَتِهِ﴾ ”(ماہ رمضان کا) چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور (ماہ شوال کا) چاند دیکھ کر روزہ چھوڑ دو۔“ (۲)

## چاند کیسے کی دعا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب چاند دیکھتے تو یہ دعا پڑھتے تھے ”اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُمَّ أَهْلُهُ عَلَيْنَا بِالْأَمْنِ وَالْإِيمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْإِسْلَامِ وَالتَّوْفِيقِ لِمَا تُحِبُّ رَبَّنَا وَتَرْضَى رَبَّنَا وَرَبِّكَ اللَّهُ“ یعنی اللہ سب سے بڑا ہے۔ اے اللہ! تو اسے ہم پر امن و ایمان اور سلامتی و اسلام کے ساتھ طلوع فرما اور اس چیز کی توفیق کے ساتھ جس کو تو پسند کرتا ہے اے ہمارے رب! اور جس سے تو راضی ہوتا ہے۔ اے چاند! ہمارا اور تمہارا رب اللہ ہے۔“ (۳)

## ماہ رمضان کے چاند کے متعلق ایک دیانتدار مسلمان کی گواہی کافی ہے

(1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ﴿تَرَاءَى النَّاسُ الْهِلَالَ فَأَخْبَرَتُ النَّبِيَّ ﷺ أَنِّي رَأَيْتُهُ فَصَامَ وَأَمَرَ النَّاسَ بِصِيَامِهِ﴾ ”لوگوں نے چاند دیکھا شروع کیا تو میں نے نبی ﷺ کو اطلاع دی کہ میں نے چاند دیکھا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے خود بھی روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔“ (۴)

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک دیہاتی نے رسول اللہ ﷺ سے آ کر کہا کہ میں نے رمضان کا چاند دیکھا ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا تو شہادت دیتا ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں؟ اس نے

(۱) [بخاری (۱۹۰۶) کتاب الصوم، مسلم (۱۰۸۰) ابن ماجہ (۱۶۵۴) أحمد (۱۴۵/۲) طیالسی (۸۶۶)]

(۲) [بخاری (۱۹۰۹) کتاب الصوم: باب قول النبي: إذا رأيتم الهلال فصوموا..... مسلم (۱۰۸۱)]

(۳) [صحيح: دارمی (۳۳۶/۱) ترمذی (۳۴۵۱) کتاب الدعوات: باب ما يقول عند رؤية الهلال]

(۴) [صحيح: صحيح أبو داود (۲۰۵۲) أبو داود (۲۳۴۲) دارمی (۴/۲) دارقطنی (۱۵۶/۲)]

کہا ”ہاں“۔ پھر آپ ﷺ نے دریافت کیا، کیا تو شہادت دیتا ہے کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں؟ تو اس نے کہا ”ہاں“۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا ﴿فَأَذِّنْ فِي النَّاسِ يَا بِلَالُ! أَنْ يَصُومُوا عَدًّا﴾ اے بلال! لوگوں میں اعلان کر دو آئندہ کل روزہ رکھیں۔ (۱)

معلوم ہوا کہ روزہ رکھنے کے لیے ایک عادل شخص کی شہادت بھی قبول کی جائے گی جیسا کہ آپ ﷺ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی شہادت قبول فرمائی۔

البتہ کچھ اہل علم کا موقف یہ ہے کہ روزہ رکھنے کے لیے صرف دو آدمیوں کی ہی شہادت قبول کی جائے گی۔ (۲) ان کے چند دلائل حسب ذیل ہیں:

(۱) حدیث نبوی ہے کہ ﴿فَإِنْ شَهِدَ شَاهِدَانِ مُسْلِمَانِ فَصُومُوا وَأَنْظِرُوا﴾ اگر دو مسلمان گواہ شہادت دیں تو روزہ رکھو اور (دو کی گواہی کے ساتھ) روزہ رکھنا چھوڑ دو۔ (۳)

(۲) ایک اور روایت میں ہے کہ ﴿فَإِنْ لَمْ نَرَهُ وَشَهِدَ شَاهِدًا عَدْلٍ نَسَكْنَا بِشَهَادَتَيْهِمَا﴾ اگر ہم چاند نہ دیکھ سکیں اور دو دیانتدار گواہ (چاند دیکھنے کی) شہادت دے دیں تو ہم ان کی شہادت کی وجہ سے روزہ رکھ لیں گے۔ (۴)

ان احادیث میں محل شاہد یہ ہے کہ اگر دو گواہ شہادت دیں تو روزہ رکھا جائے اور اگر دو شہادت نہ دیں تو روزہ نہ رکھا جائے حالانکہ یہ استدلال اصول کے ہی خلاف ہے کیونکہ جب صحیح حدیث میں واضح لفظوں میں ایک شخص کی گواہی قبول کرنے کا ذکر ہے تو پھر مفہوم مخالف سے استدلال درست نہیں۔ علاوہ ازیں خبر واحد کی حجیت کے تمام دلائل بھی اسی موقف کے مؤید ہیں کہ اکیلے دیانتدار شخص کی گواہی پر روزہ رکھا جائے گا۔

(نووی، شوکانی، شیخ ابن باز رحمہ اللہ، سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) یہ تمام بزرگ علما اسی کے قائل ہیں کہ ایک شخص کی گواہی مقبول ہے۔ (۵)

(۱) [أبو داود (۲۳۴۰) ترمذی (۶۷۶) ابن ماجہ (۱۶۵۲) حاکم (۴۲۴/۱) ابن خزیمہ (۱۹۲۳) امام حاکم اور امام ذہبی نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ اور اسی طرح امام ابن خزیمہ اور امام ابن حبان نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ البتہ شیخ البانی نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [إرواء الغلیل (۹۰۷)]

(۲) [نیل الأوطار (۱۵۲/۳) الفقه الإسلامی وأدلته (۱۶۵۱/۳) الأم (۱۲۴/۲) شرح المہذب (۲۸۳/۶) الکافی لابن عبد البر (ص ۱۱۹/۱) المغنی (۴۱۶/۴) کشاف القناع (۳۰۴/۲) سبل السلام (۲۱۶/۲)]

(۳) [صحیح: إرواء الغلیل (۹۰۹) نسائی (۱۶۶/۴) (۱۳۲/۴) (۲۱۱۶) أحمد (۳۲۱/۴)]

(۴) [صحیح: صحیح أبو داود (۲۰۵۰) أبو داود (۲۳۳۸) دار قطنی (۱۶۷/۲) بیہقی (۲۴۷/۴)]

(۵) [شرح مسلم (۲۰۷/۴) السیل الحرار (۱۱۴/۲) فتاویٰ اسلامیة (۱۱۰/۲) فتاویٰ اللجنة الدائمة (۹۴/۱۰)]

## ماہ شوال کا چاندیکھنے کے متعلق بھی ایک شخص کی گواہی کافی ہے

کیونکہ خبر واحد مقبول و حجت ہے اور کسی بھی حدیث میں نبی کریم ﷺ نے ماہ شوال کے چاند کے متعلق دو اشخاص کی گواہی کو لازم قرار نہیں دیا۔

البتہ کچھ علما کا کہنا ہے کہ ماہ شوال کے متعلق دو گواہوں کی شہادت ضروری ہے۔ ان کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں مذکور ہے کہ لوگوں کے مابین ماہ رمضان کے آخری دن میں اختلاف ہو گیا تو دو دیہاتیوں نے نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہو کر شہادت دی کہ اللہ کی قسم گذشتہ شب چاند طلوع ہو چکا ہے ﴿فَأَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ النَّاسَ أَنْ يُفْطَرُوا﴾ ”اس پر رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو روزہ چھوڑ دینے کا حکم دیا۔“ اور ایک روایت میں ہے کہ ﴿وَأَنْ يَغْدُوا إِلَىٰ مُصَلَّاهُمْ﴾ ”رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو اگلے روز عید گاہ کی طرف (نماز عید) کے لیے جانے کا کہا۔“ (۱)

اس روایت کے متعلق یہ واضح رہے کہ یہ محض ایک واقعہ ہے، اس میں یہ کہیں ذکر نہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہو کہ ایک شخص کی گواہی قابل قبول نہیں۔ لہذا مجرد کسی واقعہ میں آپ ﷺ کا دو آدمیوں کی گواہی قبول کر لینا اس بات کا ثبوت نہیں کہ ایک کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی۔ (۲)

لہذا ثابت ہوا کہ ماہ شوال کے چاند کے متعلق بھی ایک آدمی کی گواہی قابل قبول ہے۔

اگر چاند نظر نہ آسکے تو ماہ شعبان کے دن مکمل ہونے پر روزے رکھنے چاہئیں

- (۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿صُومُوا لِرُؤْيَيْهِ وَ أَفْطَرُوا لِرُؤْيَيْهِ فَإِنْ غُبِيَ عَلَيْكُمْ فَأَكْمَلُوا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلَاثِينَ﴾ ”چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور اسے دیکھ کر افطار کرو لیکن اگر مطلع ابر آلود ہونے کے باعث چاند نہ چھپ جائے تو پھر تم شعبان کے تیس (30) دن پورے کر لو۔“ (۳)
- (۲) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿الشَّهْرُ تِسْعٌ وَعِشْرُونَ لَيْلَةً فَلَاتَصُومُوا حَتَّىٰ تَرَوْهُ فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَأَكْمَلُوا الْعِدَّةَ ثَلَاثِينَ﴾ ”مہینہ کبھی انتیس (29) راتوں کا بھی ہوتا ہے اس لیے (انتیس پورے ہو جانے پر) جب تک چاند نہ دیکھ لو روزہ شروع نہ کرو اور اگر ابر ہو جائے تو تیس دن کا شمار پورا کر لو۔“ (۴)

(۱) [صحیح: صحیح أبو داود (۲۰۰۱) کتاب الصوم، أبو داود (۲۳۳۹) أحمد (۴/۳۱۴)]

(۲) [نیل الأوطار (۱۰۳/۳)]

(۳) [بخاری (۱۹۰۹) کتاب الصوم، مسلم (۱۰۸۱) أحمد (۴۱۰۲) دارمی (۳/۲) دارقطنی (۶۲/۳)]

(۴) [بخاری (۱۹۰۷) کتاب الصیام، مؤطا (۲۸۶/۱) بیہقی (۲۰۰/۴)]

(3) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جس طرح ماہ شعبان کے ایام تکلف کے ساتھ شمار کرتے تھے اس طرح کسی اور ماہ کے نہیں کرتے تھے۔ پھر ماہ رمضان کا چاندیکھ کر روزہ رکھتے تھے اور اگر آپ پر مطلع ابراہم لودہ ہو جاتا تو (ماہ شعبان کے) تیس دن شمار کر لیتے پھر روزہ رکھتے۔ (۱)

مشکوک دن میں روزہ رکھنا ممنوع ہے

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ﴿مَنْ صَامَ الْيَوْمَ الَّذِي يُشَكُّ فِيهِ فَقَدْ عَصَى أَبَا الْقَاسِمِ ۖ﴾ ”جس نے مشکوک دن میں روزہ رکھا اس نے ابوالقاسم رضی اللہ عنہما کی نافرمانی کی۔“ (۲)

مشکوک دن سے مراد ماہ شعبان کا تیسواں دن ہے یعنی جب اس رات ابراہم لودگی کے باعث چاند نظر نہ آئے اور یہ شک ہو جائے کہ آیا رمضان ہے یا نہیں؟ (۳)

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) صحیح سنت مشکوک دن کے روزے کی حرمت پر دلالت کرتی ہے۔ (۴)

اگر صرف ایک علاقے والے چاندیکھیں

جب ایک علاقے والے چاندیکھ لیں تو اس کے گرد و نواح کے علاقوں میں رہائش پذیر لوگوں پر بھی روزے فرض ہو جائیں گے۔ جیسا کہ گذشتہ احادیث میں مذکور ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بعض صحابہ کی شہادت قبول کی اور اسی پر اکتفا کرتے ہوئے خود بھی روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ (۵)

(ابن قدامہ) جب ایک علاقے کے رہائشی چاندیکھ لیں تو تمام علاقوں (کے رہائشیوں) پر روزہ لازم ہو جاتا ہے۔ (۶)

تاہم کرب کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر علاقے کے رہائشی الگ الگ چاندیکھیں گے جیسا کہ اس میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کرب کی بات (کہ میں نے شب جمعہ چاندیکھا ہے) نہ مانتے ہوئے کہا ہم نے تو چاند بروز ہفتہ دیکھا ہے ﴿فَلَا نَزَالَ نَصُومُ حَتَّى نَكْمُلَ ثَلَاثِينَ أَوْ نَرَاهُ فَقُلْتُ أَوْ لَا تَكْتَفِي بِرُؤْيَا مُعَاوِيَةَ وَصِيَامِهِ؟ فَقَالَ لَا، هَكَذَا أَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ﴾ ”لہذا ہم اس وقت تک روزے رکھتے رہیں گے جب تک کہ تیس پورے نہ کر لیں یا ہم (دوبارہ) چاند نہ دیکھ لیں۔ پھر کرب نے کہا کہ کیا آپ

(۱) [صحیح: إرواء الغلیل (تحت الحدیث / ۹۰۲)؛ (۸-۷/۳)؛ هداية الرواة (۳۱۹/۲) ابو داود (۲۳۲۵)]

(۲) [بخاری تعلیقاً (قبل الحدیث / ۱۹۰۶) کتاب الصوم: باب إذا رأيت الهلال..... أبو داود (۱۳۳۴) ترمذی (۶۸۶) ابن ماجہ (۱۶۴۵) امام ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے۔ امام دارقطنی نے کہا ہے کہ اس کی سند حسن صحیح ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ امام حاکم نے اسے شیخین کی شرط صحیح کہا ہے اور امام ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔]

(۳) [سبیل السلام (۸۶۱/۲)] (۴) [فتاویٰ اللجنة الدائمة (۱۷۷/۱۰)]

(۵) [صحیح: صحیح أبو داود (۲۰۵۲) کتاب الصوم، أبو داود (۲۳۴۲)]

(۶) [المغنی (۳۲۸/۴)]

کے لیے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا چاند دیکھ لینا اور روزہ رکھ لینا کافی نہیں ہے؟ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں۔ اسی طرح ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے۔“ (۱)

شیخ البانی ”رقم طراز ہیں کہ ”بلاشبہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث ایسے شخص کے متعلق ہے جس نے اپنے شہر میں چاند دیکھ کر روزہ رکھ لیا۔ پھر دورانِ رمضان اسے خبر ملی کہ لوگوں نے دوسرے شہر میں اس سے ایک دن پہلے چاند دیکھ لیا تھا تو ایسی صورت میں وہ شخص اپنے شہر والوں کے ساتھ تیس روزوں کی تکمیل تک یا اپنا چاند دیکھ لینے تک روزے رکھے گا۔ اس طرح اشکال ختم ہو جائے گا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کی حدیث اپنے عموم پر ہی باقی رہے گی کہ جس میں ہر ایسا شخص شامل ہے جسے کسی بھی شہر یا صوبے سے بغیر کسی مسافت کی تحدید کے چاند دیکھنے کی اطلاع ملی جیسا کہ امام ابن تیمیہؒ نے [فتاویٰ (۱۰۷/۲۵)] میں فرمایا ہے۔ (۲)

پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ درمیانِ رمضان کی بات ہے، ابتدائے رمضان کی نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ کرب میں مدینہ کے نواحی علاقوں میں چاند نہیں دیکھا تھا بلکہ شام میں دیکھا تھا جو کہ الگ ریاست و ملک تھا۔

بعض علماء کا خیال ہے کہ اگر دو علاقوں کے درمیان مسافت قریب ہوگی تو مطالع مختلف نہیں ہوں گے جیسا کہ بغداد اور بصرہ وغیرہ۔ ان دونوں علاقوں کے رہائشیوں پر محض ان میں سے کسی ایک علاقے میں چاند دیکھ لینے سے روزے لازم ہو جائیں گے۔ اور اگر دو علاقوں کے درمیان فاصلہ زیادہ ہو مثلاً عراق اور حجاز اور شام وغیرہ تو پھر ہر علاقے والے اپنے دیکھے (ہوئے چاند) کا اعتبار کریں گے۔ (۳)

اگر رمضان کی پہلی رات کا چاند چھوٹا یا بڑا نظر آئے تو پریشان نہیں ہونا چاہیے

حضرت ابوالشتر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم عمرہ کرنے نکلے جب ہم بطنِ نخلہ مقام میں اترے تو ہم نے چاند دیکھا۔ بعض نے کہا یہ تو تیسری رات کا ہے اور بعض نے کہا دوسری رات کا ہے۔ پس ہم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ملے۔ ہم نے انہیں بتایا کہ ہم نے چاند دیکھا تو بعض نے کہا کہ یہ تیسری رات کا ہے جبکہ بعض نے کہا کہ دوسری رات کا ہے۔ انہوں نے دریافت کیا کہ تم نے کس رات چاند دیکھا؟ ہم نے بتایا کہ فلاں رات دیکھا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ﴿إِنَّ اللَّهَ مَدَّهُ لِلرُّؤْيَةِ فَهُوَ لَيْلِيَّةٌ رَأَيْتُمُوهُ﴾ ”اللہ تعالیٰ اسے تمہارے دیکھنے کے لیے بڑا کر دیتے ہیں لہذا وہ اسی رات کا چاند ہے جس رات تم نے اسے دیکھا تھا۔“ (۴)

(۱) [مسلم (۱۰۸۷) کتاب الصیام: باب بیان أن لكل بلد رؤيتهم..... أبو داود (۲۳۳۲) ترمذی (۶۸۹)]

(۲) [المغنی (۳۲۸/۴)]

(۳) [تمام المنة (ص/۳۹۸)]

(۴) [مسلم (۱۰۸۸) کتاب الصیام: باب بیان أنه لا اعتبار بکبر الهلال وصغره، ابن حزم (۱۹۱۹)]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے دیکھنے کے لیے ماہ رمضان کی پہلی رات کے چاند کو بڑا کر دیتے ہیں لہذا اگر پہلی رات کا چاند کچھ زیادہ دیر تک باقی رہے یا کچھ بڑا محسوس ہو تو شک و شبہ کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔

اگر تیس دنوں تک شوال کا چاند نظر نہ آئے تو تیس روزے رکھ لینے چاہیں

(1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ لَا تَصُومُوا حَتَّى تَرَوْا الْهَيْلَالَ وَ لَا تَنْفُطُرُوا حَتَّى تَرَوْهُ فَإِنْ غَمَّ عَلَيْكُمْ فَأَقْدُرُوا لَهُ ، وَفِي رِوَايَةٍ مُسْلِمٍ : فَأَقْدُرُوا لَهُ ثَلَاثِينَ ﴾ ”جب تم چاند دیکھ لو تو روزہ رکھو اور جب (عید) کا چاند دیکھ لو تو افطار کرو لیکن اگر مطلع ابراؤد ہو تو اس کے لیے اندازہ لگا لو۔“ صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ ”پھر اس کے لیے تیس دن کی گنتی کا اندازہ رکھو۔“ (۱)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ إِذَا رَأَيْتُمُ الْهَيْلَالَ فَصُومُوا وَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَانْفُطِرُوا فَإِنْ غَمَّ عَلَيْكُمْ فَصُومُوا ثَلَاثِينَ يَوْمًا ﴾ ”جب تم چاند دیکھ لو تو روزہ رکھو اور جب اسے (یعنی عید کا چاند) دیکھ لو تو افطار کرو لیکن اگر مطلع ابراؤد ہو تو تیس دن کے روزے رکھ لو۔“ (۲)

(3) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”تم ماہ رمضان سے پہلے ایک یا دو دن روزہ نہ رکھو الا کہ تم میں سے کوئی پہلے سے روزے رکھتا آ رہا ہو۔ اور تم اس وقت تک روزہ نہ رکھو جب تک کہ چاند نہ دیکھ لو۔ پھر روزے رکھو حتیٰ کہ (پھر) تم اسے دیکھ لو۔ اگر چاند کے سامنے کوئی بدلی حائل ہو جائے تو تم تیس دن کی گنتی پوری کرو اور پھر افطار کر لو۔“ (۳)

ماہ رمضان کا کوئی دن کم ہو جائے تو اجر میں کمی نہیں ہوتی

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ شَهْرَانِ لَا يَنْقُصَانِ شَهْرًا عِيدِ رَمَضَانَ وَذُو الْحِجَّةِ ﴾ ”دونوں مہینے ناقص نہیں رہتے۔ مراد رمضان اور ذی الحجہ کے دونوں مہینے ہیں۔“ (۴)

امام بخاری نے اس بات کی تشریح میں کہ عید کے دونوں ماہ کم نہیں ہوتے، امام اسحاق بن راہویہ ”کا قول نقل فرمایا ہے کہ (( وَإِنْ كَانَ نَاقِصًا فَهُوَ تَمَامٌ )) ”اگر یہ کم بھی ہوں پھر بھی (اجر کے اعتبار سے) پورے تیس دن کے برابر ہوتے ہیں۔“ (۵)

(۱) [بخاری (۱۹۰۶) مسلم (۱۰۸۰) ابن ماجہ (۱۶۵۴) أحمد (۱۴۵۱۲) طیالسی (۸۶۶)]

(۲) [مسلم (۱۰۸۱) کتاب الصیام: باب صوم رمضان لرؤية الهلال، أحمد (۲۶۳۲) طیالسی (۲۳۰۶)]

(۳) [صحیح: صحیح أبو داود (۲۰۴۱) أبو داود (۲۳۲۷) ترمذی (۶۸۸) نسائی (۱۳۶/۴)]

(۴) [بخاری (۱۹۱۲) مسلم (۱۰۸۹) أبو داود (۲۳۲۳) ترمذی (۶۹۲) ابن ماجہ (۱۶۵۹)]

(۵) [بخاری (قبل الحدیث / ۱۹۱۲) کتاب الصیام]



اگرچہ اس حدیث کے اور بھی معانی و مطالب بیان کیے گئے ہیں لیکن سب سے زیادہ صحیح مطلب وہی ہے جسے امام اسحاق بن راہویہؒ نے بیان کیا ہے۔

امام نوویؒ بیان کرتے ہیں کہ اس حدیث کا سب سے زیادہ صحیح معنی یہ ہے کہ ان دونوں (مہینوں) کا اجر کم نہیں ہوتا ان پر ثواب (مکمل) ملتا ہے اگرچہ ان کا عدد کم ہی ہو جائے۔ (۱)

اگر رمضان 28 دن کا ہو جائے

(شیخ ابن بازؒ) مشہور و معروف اور صحیح احادیث میں رسول اللہ ﷺ سے یہ ثابت ہے کہ مہینہ 29 دنوں سے کم کا نہیں ہوتا اور اگر 28 روزوں کے بعد شرعی دلائل کے ساتھ یہ ثابت ہو جائے کہ ماہ شوال شروع ہو گیا ہے تو پھر یہ بات متعین ہو جائے گی کہ انہوں نے رمضان کا پہلا روزہ چھوڑ دیا ہے لہذا ان پر اس روزے کی قضاء لازم ہے۔ کیونکہ یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ مہینہ 28 دنوں کا ہو اور صرف مہینہ 29 دنوں کا یا 30 دنوں کا ہوتا ہے۔ (۲)



(۲) [فتاویٰ اسلامیہ (۱/۲)]

(۱) [شرح مسلم للنووی (۴/۴۲۳)]

## روزوں کی فرضیت کا بیان

## باب فرضیۃ الصیام

رمضان کے روزے واجب ہیں

جیسا کہ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ [البقرة: ۱۸۴] ”اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کر دیے گئے ہیں جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے، تاکہ تم پر ہیزگار بن جاؤ۔“

(2) ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ فَمَن شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾ [البقرة: ۱۸۵] ”ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا جو لوگوں کو ہدایت کرنے والا ہے اور جس میں ہدایت کی اور حق و باطل کی تمیز کی نشانیاں ہیں، تم میں سے جو شخص اس مہینے میں موجود ہو وہ اس کے روزے رکھے۔“

(3) حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک دیہاتی پریشان حال بال بکھرے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے دریافت کیا اے اللہ کے رسول! بتائیے مجھ پر اللہ تعالیٰ نے کتنی نمازیں فرض کی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پانچ نمازیں، یہ اور بات ہے کہ تم اپنی طرف سے نفل پڑھ لو۔ پھر اس نے کہا بتائیے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کتنے روزے فرض کیے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ﴿شَهْرَ رَمَضَانَ إِلَّا أَنْ تَطْوَعَ شَيْئًا﴾ ”ماہ رمضان کے، یہ اور بات ہے کہ تم خود اپنے طور پر کچھ نفل روزے اور بھی رکھ لو۔“ پھر اس نے پوچھا اور بتائیے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر زکوٰۃ کس طرح فرض کی ہے؟ آپ ﷺ نے اسے اسلامی شریعت کی باتیں بتادیں۔ جب اس دیہاتی نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو عزت دی! نہ میں اس میں اس سے جو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر فرض کیا ہے، کچھ زیادتی کروں گا اور نہ ہی کمی، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿أَفْلَحَ إِنْ صَدَقَ أَوْ دَخَلَ الْجَنَّةَ إِنْ صَدَقَ﴾ اگر اس نے سچ کہا ہے تو یہ کامیاب ہو گیا یا (آپ ﷺ نے فرمایا) اگر اس نے سچ کہا ہے تو جنت میں داخل ہوگا۔“ (۱)

اس حدیث سے واضح طور پر ماہ رمضان کے روزوں کی فرضیت ثابت ہوتی ہے اور یہی ثابت کرنے کے لیے امام بخاری نے اس حدیث کو ”باب وجوب صوم رمضان“ کے تحت نقل فرمایا ہے۔

(۱) [بخاری (۱۸۹۱) کتاب الصیام: باب وجوب صوم رمضان، (۴۶) مسلم (۱۱) ابو داؤد (۳۹۱)]

(4) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿إِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَصُومُوا﴾ ”جب تم اسے (یعنی ہلال رمضان کو) دیکھ لو تو روزے رکھو۔“ (۱)

(5) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں یہ لفظ ہے ﴿صُومُوا لِرُؤْيَيْهِ﴾ ”اسے (یعنی ہلال رمضان) کو دیکھ کر روزے رکھو۔“ (۲)

(6) ماہ رمضان کے روزوں کی فرضیت پر اجماع ہے۔ (۳)

(قرطبی، شوکانی، ابن قدامہ) ان حضرات نے رمضان کے روزوں کی فرضیت پر اجماع نقل کیا ہے۔ (۴)

روزہ ارکان اسلام میں سے ایک ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ: شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ﴾ ”اسلام کی بنیاد پانچ اشیاء پر رکھی گئی ہے: یہ شہادت دینا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبودِ برحق نہیں اور یقیناً محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، حج کرنا اور ماہ رمضان کے روزے رکھنا۔“ (۵)

روزے پہلی امتوں پر بھی فرض تھے

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ [البقرة: ۱۸۴] ”تم پر روزے فرض کر دیے گئے ہیں جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے۔“ (قرطبی رحمۃ اللہ علیہ) اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ پہلے لوگوں سے مراد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کے مطابق یہودی ہیں۔ (ان پر) تین دن اور یوم عاشوراء (یعنی دس محرم) کا روزہ فرض تھا۔ پھر اس امت میں یہ روزے ماہ رمضان کے روزوں کے ساتھ منسوخ کر دیے گئے۔ (۶)

(۱) [بخاری (۱۹۰۰) کتاب الصوم، مسلم (۱۰۸۰) ابن ماجہ (۱۶۵۴) أحمد (۱۴۵۱۲)]

(۲) [بخاری (۱۹۰۹) کتاب الصوم: باب قول النبی إذا رأيتم الهلال فصوموا..... مسلم (۱۰۸۱) نسائی

(۱۳۳/۴) أحمد (۴۱۵۱۲) دارمی (۳۱۲) ابن الحارود (۳۷۶) دارقطنی (۱۶۲/۳) بیہقی (۲۰۵/۴) [

(۳) [المغنی (۳۲۴/۴) الفقه الإسلامي وأدلته (۱۶۲۹/۳) المجموع (۲۷۳/۶) بداية المجتهد (۲۷۴/۱)]

(۴) [تفسیر قرطبی (۲۶۸/۲) السیل الحرار (۳۰/۲) المغنی لابن قدامة (۳۲۴/۴)]

(۵) [بخاری (۸) کتاب الإیمان: باب دعائکم إیمانکم، مسلم (۱۶) کتاب الإیمان: باب بیان أركان

الإسلام ودعائمه العظام، ترمذی (۲۶۱۲) نسائی (۱۰۷/۸) حمیدی (۷۰۳) ابن خزيمة (۳۰۸)

(۶) [تفسیر قرطبی (۲۷۱/۲)]

(ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ ذکر کیا ہے کہ جیسے اس نے ان پر روزے واجب کیے ہیں اسی طرح ان سے پہلے لوگوں پر بھی کیے تھے۔ پس ان کے لیے اس میں بہترین اسوہ ہے اور انہیں چاہیے کہ اس فرض کی ادائیگی میں اپنے سے پہلے لوگوں سے بھی زیادہ کھل طریقے سے کوشش کریں۔ (۱)

(حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ) اللہ کی قسم! اس نے ہر گذشتہ امت پر روزے فرض کیے تھے جیسے اس نے ہم پر کھل ایک ماہ روزے فرض کیے ہیں۔ (۲)

اہل جاہلیت کے لوگ یوم عاشوراء کا روزہ رکھا کرتے تھے

صحیح بخاری کی چند احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قبل از اسلام اور ابتدائے اسلام میں اہل جاہلیت قریش اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود یوم عاشوراء کا روزہ (فرض سمجھ کر) رکھا کرتے تھے لیکن جب ماہ رمضان کے روزے فرض کیے گئے تو یوم عاشوراء کے روزے کی رخصت مل گئی یعنی اگر کوئی چاہتا تو یہ روزہ رکھ لیتا اور اگر کوئی نہ چاہتا تو یہ روزہ نہ رکھتا۔ اس ضمن میں چند احادیث مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ﴿كَانَ عَاشُورَاءَ يَصُومُهُ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ فَلَمَّا نَزَلَ رَمَضَانَ قَالَ مَنْ شَاءَ صَامَهُ وَمَنْ لَمْ يَشَأْ لَمْ يَصُمْهُ﴾ ”اہل جاہلیت یوم عاشوراء کا روزہ رکھا کرتے تھے۔ پھر جب رمضان (کے روزوں کی فرضیت) نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا کہ جو چاہے یہ روزہ رکھ لے اور جو نہ چاہے وہ یہ روزہ نہ رکھے۔“ (۳)

(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿كَانَ عَاشُورَاءَ يَصَامُ قَبْلَ رَمَضَانَ فَلَمَّا نَزَلَ رَمَضَانَ قَالَ مَنْ شَاءَ صَامَ وَمَنْ شَاءَ أَفْطَرَ﴾ ”رمضان سے پہلے عاشوراء کا روزہ رکھا جاتا تھا پھر جب رمضان (کے روزوں کی فرضیت) نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمادیا کہ جو چاہے یہ روزہ رکھ لے اور جو چاہے چھوڑ دے۔“ (۴)

(۳) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اُن کے پاس حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ آئے اور وہ (یعنی عبد اللہ رضی اللہ عنہ) کچھ کھا رہے تھے۔ انہوں نے کہا آج تو یوم عاشوراء ہے (اور آپ کھا رہے ہیں)۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ماہ رمضان (کے روزوں کی فرضیت) نازل ہونے سے پہلے یہ روزہ رکھا جاتا تھا پھر جب ماہ رمضان (کے روزوں کی فرضیت) نازل ہوئی تو اسے چھوڑ دیا گیا۔ قریب آؤ اور کچھ کھا لو۔ (۵)

(۲) [ایضاً]

(۱) [تفسیر ابن کثیر (۴۳۶/۱)]

(۳) [بخاری (۴۵۰۱) کتاب التفسیر: باب: یا ایہا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام]

(۴) [بخاری (۴۵۰۲) کتاب التفسیر: باب: یا ایہا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام]

(۵) [بخاری (۴۵۰۳) کتاب التفسیر: باب: یا ایہا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام]

(4) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿كَانَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ نَصُومُهُ قُرَيْشٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ ...﴾ ”جاہلیت میں قریش یوم عاشوراء کا روزہ رکھا کرتے تھے اور نبی کریم ﷺ بھی یہ روزہ رکھا کرتے تھے۔ پھر جب آپ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو آپ نے خود بھی یہ روزہ رکھا اور (دوسرے لوگوں کو بھی) اس دن کا روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ پھر جب ماہ رمضان (کے روزوں کی فرضیت) نازل ہوئی تو رمضان کے روزے فرض کر دیے گئے اور عاشوراء کا روزہ چھوڑ دیا گیا۔ لہذا جو چاہتا یہ روزہ رکھ لیتا اور جو چاہتا نہ رکھتا۔“ (۱)

ابتدائے اسلام میں فرضیتِ روزہ کی صورت

ابتدائے اسلام میں فرضیتِ روزہ کی صورت یہ تھی کہ جب کوئی نماز عشاء ادا کر لیتا اور پھر سو جاتا تو اس پر کھانا پینا اور عورتوں سے ہم بستری کرنا حرام ہو جاتا۔ جیسا کہ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول نقل فرمایا ہے کہ (ابتداء میں) لوگوں پر جو فرض کیا گیا تھا وہ یہ تھا کہ ﴿إِذَا صَلَّى أَحَدُهُمُ الْعَتَمَةَ وَنَامَ حَرَمَ عَلَيْهِ الطَّعَامَ وَ الشَّرَابَ وَ النَّسَاءَ﴾ ”جب ان میں سے کوئی ایک نماز عشاء ادا کر لیتا تو اس پر کھانا پینا اور عورتیں حرام ہو جاتیں۔“

مزید فرماتے ہیں کہ امام ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، امام ابو العالیہ، امام عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ، امام مجاہد، امام سعید بن جبیر، امام مقاتل بن حیان، امام ربیع بن انس اور امام عطاء خراسانی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی یہی بات مروی ہے۔ (۲)

صحابہ کرام پر روزے کی یہ کیفیت نہایت پر مشقت اور گراں تھی لہذا اللہ تعالیٰ نے ان پر آسانی کرتے ہوئے یہ آیت نازل فرمادی ﴿أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَائِكُمْ هُنَّ لَبَاسٌ لَكُمْ وَ أَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ ط عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُونَ أَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ فَالْآنَ بَاشِرُ وَ هُنَّ وَ ابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ﴾ [البقرة: ۱۸۷] ”تمہارے لیے رمضان کی راتوں میں اپنی بیویوں سے ہم بستری کرنا حلال کر دیا گیا ہے۔ وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو۔ اللہ تعالیٰ نے جان لیا ہے کہ تم چوری چھپے ایسا کر لیا کرتے تھے۔ سو اس نے تمہیں معاف کر دیا ہے اور تم سے درگزر فرمایا ہے۔ پس اب تم ان سے ہم بستری کرو اور جو اللہ تعالیٰ نے تمہاری قسمت میں (اولاد سے) لکھ دیا ہے اسے تلاش کرو۔“

جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرام بہت خوش ہوئے جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت محمد ﷺ کے صحابہ جب روزہ دار ہوتے اور افطار کا وقت آتا تو کوئی روزہ دار اگر افطار

(۱) [بخاری (۴۵۰۴) کتاب التفسیر: باب: یاہیا الذہن آمنوا کتب علیکم الصیام]

(۲) [تفسیر ابن کثیر (۴۳۶/۱)]

سے پہلے سو جاتا تو پھر اس رات میں بھی اور آنے والے دن میں بھی انہیں کھانے پینے کی اجازت نہیں تھی تا آنکہ پھر شام ہو جاتی۔ پھر ایسا ہوا کہ حضرت قیس بن صرمہ انصاری رضی اللہ عنہ بھی روزے سے تھے جب انظار کا وقت ہوا تو وہ اپنی بیوی کے پاس آئے اور اس سے پوچھا کیا تمہارے پاس کچھ کھانا ہے؟ انہوں نے کہا اس وقت تو کچھ نہیں ہے لیکن میں جاتی ہوں، کہیں سے تلاش کر کے لاتی ہوں۔ دن بھر انہوں نے کام کیا تھا اس لیے ان کی آنکھ لگ گئی۔ جب بیوی واپس آئی اور انہیں سوتا ہوا دیکھا تو کہا افسوس! تم محروم ہی رہے۔ پھر دوسرے دن وہ دو پہر کو بے ہوش ہو گئے۔ جب اس بات کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا گیا تو یہ آیت نازل ہوئی: ”تمہارے لیے رمضان کی راتوں میں اپنی بیویوں سے ہم بستری کرنا حلال کر دیا گیا ہے۔“ ﴿فَقَرِحُوا بِهَا فَرِحًا شَدِيدًا﴾ ”اس پر صحابہ بہت خوش ہوئے۔“ اور یہ آیت نازل ہوئی: ”کھاؤ اور پیو حتیٰ کہ تمہارے لیے سفید دھاگہ (یعنی صبح صادق) کا لے دھاگے (صبح کاذب) سے متاثر ہو جائے۔“ (۱)

ایک اور حدیث میں ہے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ﴿لَمَّا نَزَلَ صَوْمُ رَمَضَانَ كَانُوا لَا يَقْرُبُونَ النِّسَاءَ رَمَضَانَ كُلَّهُ وَكَانَ رَجَالٌ يَخُونُونَ أَنْفُسَهُمْ فَأَنْزَلَ اللَّهُ ”عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُونَ...“﴾ ”جب رمضان کے روزوں (کا حکم) نازل ہوا تو صحابہ سارا رمضان عورتوں کے قریب نہیں جاتے تھے۔ لیکن کچھ اس خیانت میں مبتلا ہو بھی جاتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی کہ ”اللہ تعالیٰ نے جان لیا ہے کہ تم چوری چھپے ایسا کر لیتے ہو پس اس نے تمہیں معاف کر دیا ہے۔“ (۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿كَانَ الْمُسْلِمُونَ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ إِذَا صَلُّوا الْعِشَاءَ حَرَّمَ عَلَيْهِمُ النِّسَاءَ وَالطَّعَامَ إِلَىٰ مِثْلِهَا مِنَ الْقَابِلَةِ...﴾ ”ماہ رمضان میں جب مسلمان نماز عشاء ادا کر لیتے تو عورتیں اور کھانا ان پر اس کی مثل اگلے روز تک حرام ہو جاتا۔ پھر (حرمت کے باوجود) کچھ مسلمان عشاء کے بعد ماہ رمضان میں عورتوں سے ہم بستری اور کھانے کے معاملے میں خیانت کر بیٹھے۔ ان میں سے ایک حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ لوگوں نے جب رسول اللہ ﷺ سے یہ شکایت کی تو یہ آیت نازل ہوئی: ”اللہ تعالیٰ نے جان لیا ہے کہ تم چوری چھپے ایسا کرتے ہو پس اس نے تمہیں معاف کر دیا ہے اور تم سے درگزر فرمایا ہے لہذا تم اب (رمضان کی راتوں میں) ان سے مباشرت کرو۔“ (۳)

(۱) [بخاری (۱۹۱۵) کتاب الصیام: باب قول الله: احل لكم ليلة الصيام ابو داود (۲۳۱۴) ترمذی (۲۹۶۸)]

(۲) [بخاری (۴۵۰۸) کتاب التفسیر: باب احل لكم ليلة الصيام]

(۳) [طبری (۲۹۴۸) شیخ عبدالرزاق مہدی نے اس کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔ [التعلیق علی تفسیر ابن کثیر

## روزوں کی فضیلت کا بیان

## باب فضیلة الصيام

روزہ دار کے لیے رسول اللہ ﷺ نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دیہاتی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور اس نے عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتائیے جب میں اسے کروں تو جنت میں داخل ہو جاؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ﴿تَعْبُدُ اللّٰهَ لَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ الْمَكْتُوبَةَ وَتُؤَدِّي الزَّكَاةَ الْمَفْرُوضَةَ وَتَصُومُ رَمَضَانَ﴾ ”اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ فرض نماز قائم کرو فرض زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو۔“ اس نے کہا ”اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں اس سے کچھ بھی زیادہ نہیں کروں گا۔ جب وہ آدمی واپس مڑا تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى هَذَا﴾ ”جو اہل جنت کا کوئی آدمی دیکھنا چاہے وہ اسے دیکھ لے۔“ (۱)

روزہ داروں کے لیے جنت میں ایک خاص دروازہ بنایا گیا ہے

(۱) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ﴿إِنَّ فِي الْجَنَّةِ بَابًا يُقَالُ لَهُ الرِّيَّانُ يَدْخُلُ مِنْهُ الصَّائِمُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يَدْخُلُ مِنْهُ أَحَدٌ غَيْرُهُمْ يُقَالُ أَيْنَ الصَّائِمُونَ؟ فَيَقُولُونَ لَا يَدْخُلُ مِنْهُ أَحَدٌ غَيْرُهُمْ فَلِذَا دَخَلُوا أُغْلِقَ فَلَمْ يَدْخُلْ مِنْهُ أَحَدٌ﴾ ”جنت کا ایک دروازہ ہے جسے ریان کہتے ہیں۔ قیامت کے دن اس دروازے سے جنت میں صرف روزہ دار ہی داخل ہوں گے۔ ان کے سوا اور کوئی اس میں سے داخل نہیں ہوگا۔ پکارا جائے گا کہ روزہ دار کہاں ہیں؟ وہ کھڑے ہو جائیں گے ان کے سوا اور کوئی اندر نہیں جانے پائے گا۔ اور جب یہ لوگ اندر چلے جائیں گے تو یہ دروازہ بند کر دیا جائے گا پھر اس سے کوئی اندر نہیں جاسکے گا۔“ (۲)

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”جو اللہ کے راستے میں دو چیزیں خرچ کرے گا اسے فرشتے جنت کے دروازوں سے بلائیں گے کہ اے اللہ کے بندے! یہ دروازہ اچھا ہے۔ پھر جو شخص نمازی ہوگا اسے نماز کے دروازے سے بلایا جائے گا۔ جو مجاہد ہوگا اسے جہاد کے دروازے سے بلایا جائے گا۔ ﴿مَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصِّيَامِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الرِّيَّانِ﴾ ”جو روزہ دار ہوگا اسے ”باب الریان“ سے بلایا جائے گا۔“ اور جو زکوٰۃ ادا کرنے والا ہوگا اسے زکوٰۃ کے دروازے سے بلایا جائے گا۔ یہ سن کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ

(۱) [بخاری (۱۳۹۷) کتاب الزکاة : باب وجوب الزکاة ' مسلم (۱۴) کتاب الإیمان]

(۲) [بخاری (۱۸۹۶) کتاب الصیام : باب الریان للصائمین ' مسلم (۱۱۰۲) ترمذی (۷۶۵)]

نے دریافت کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں اے اللہ کے رسول! جو لوگ ان دروازوں (میں سے کسی ایک دروازے) سے بلائے جائیں گے مجھے ان سے بحث نہیں۔ آپ یہ بتلائیں کہ کوئی ایسا بھی ہوگا جسے ان سب دروازوں سے بلایا جائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں اور مجھے امید ہے کہ آپ بھی ان میں سے ہوں گے۔“ (۱)

روزہ دار شہدا کے ساتھ ہوں گے

حضرت عمرو بن مرہ جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ إِنْ شَهِدْتُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ وَصَلَّيْتُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ وَأَدَيْتُ الزَّكَاةَ وَصُمْتُ رَمَضَانَ وَقُمْتُهُ فَمِمَّنْ أَنَا؟ قَالَ: مِنَ الصَّادِقِينَ وَالشُّهَدَاءِ﴾ ”ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور اس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! اگر میں یہ شہادت دوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں میں پانچ نمازیں پڑھوں، زکوٰۃ ادا کروں، ماہ رمضان کے روزے رکھوں اور اس میں قیام بھی کروں تو میں کن لوگوں میں سے ہوں گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: صدیقین اور شہداء میں سے۔“ (۲)

روزہ دار کے گزشتہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ﴿مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ﴾ ”جس نے رمضان کے روزے ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے رکھے اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔“ (۳)

(۲) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ قتنہ کے متعلق رسول اللہ ﷺ کی حدیث کسی کو یاد ہے؟ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ﴿فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِي أَهْلِهِ وَمَالِهِ وَجَارِهِ تُكْفَرُهَا الصَّلَاةُ وَالصِّيَامُ وَالصَّدَقَةُ﴾ ”انسان کے لیے اس کے اہل و عیال اس کا مال اور اس کا پڑوسی آزمائش ہیں جس کا کفارہ نماز، روزہ اور صدقہ بن جاتا ہے۔“ (۴)

مذکورہ حدیث میں نماز کے ساتھ روزے کو بھی گناہوں کا کفارہ قرار دیا گیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ روزہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

(۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے ﴿الصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ وَ

(۱) [بخاری (۱۸۹۷) کتاب الصیام: باب الريان للصائمین]

(۲) [صحیح: صحیح الترغیب (۱۰۰۳) کتاب الصوم: باب الترغیب فی صیام رمضان احتساباً] بزار (۲۵)

(۳) [بخاری (۱۹۰۱) مسلم (۷۵۹) ابو داؤد (۱۳۷۱) ترمذی (۸۰۸) ابن ماجہ (۱۳۲۶)]

(۴) [بخاری (۱۸۹۵) کتاب الصیام: باب الصوم كفارة]



”پانچوں نمازیں ایک جمعہ دوسرے جمعہ تک اور ایک رمضان دوسرے رمضان تک اپنے درمیان ہونے والے گناہوں کو مٹا دیتا ہے جبکہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کیا جائے۔“ (۱)

رمضان میں جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے بند کر دیے جاتے ہیں

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إِذَا جَاءَ رَمَضَانَ فَتُفْتَحُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ﴾ ”جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔“ (۲)

(۲) ایک دوسری روایت میں یہ لفظ ہے کہ ﴿إِذَا دَخَلَ رَمَضَانَ فَتُفْتَحُ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَغُلِقَتْ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ وَسُلِّمَتِ الشَّيَاطِينُ﴾ ”جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو آسمان کے تمام دروازے کھول دیے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیاطین کو زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے۔“

صحیح مسلم کی ایک روایت میں یہ لفظ ہے کہ ﴿إِذَا كَانَ رَمَضَانَ فَتُفْتَحُ أَبْوَابُ الرَّحْمَةِ﴾ ”جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو رحمت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔“ (۳)

رمضان میں شیطان جکڑے جانے کے باوجود گناہ کیوں ہوتے ہیں؟

شیطانوں کے جکڑے جانے کے معنی کے متعلق علماء کے کئی ایک اقوال ہیں:

(ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ حلیمی نے کہا کہ یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ جس طرح وہ عام دنوں میں مسلمانوں کو گمراہ کر سکتے ہیں رمضان میں نہیں کر سکتے کیونکہ لوگ روزے میں مشغول ہوتے ہیں جو شہوات کو ختم کر دیتا ہے اور قرآن مجید کی تلاوت اور ذکر و اذکار میں مشغول رہنے کی وجہ سے گمراہ ہونے سے بچ جاتے ہیں۔

حلیمی کے علاوہ دوسروں کا کہنا ہے کہ اس سے بعض شیطان مراد ہیں جو زیادہ سرکش قسم کے ہوتے ہیں صرف انہیں ہی جکڑا جاتا ہے۔ قاضی عیاض کہتے ہیں کہ یہ احتمال بھی ہے کہ اسے ظاہر اور حقیقت پر محمول کیا جائے یعنی اس سے مراد رمضان المبارک کے شروع ہونے کی علامت، اس کی حرمت کی تعظیم اور شیطانوں کا مسلمانوں کو اذیت دینے سے باز آ جانا ہے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ اس میں اجر و ثواب کی کثرت کی طرف اشارہ ہو اور شیطانوں کے لوگوں کو گمراہ کرنے میں کمی کے باعث انہیں جکڑے ہوئے کہا گیا ہو۔

اس دوسرے احتمال کی تائید صحیح مسلم کی اس روایت سے ہوتی ہے جس میں مذکور ہے کہ ”رحمت کے

(۱) [مسلم (۲۳۳) کتاب الطہارۃ: باب الصلوات الخمس والجمعة إلى الجمعة، ترمذی (۲۱۴) ابن ماجہ (۱۰۸۶)]

(۲) [بخاری (۱۸۹۸) کتاب الصوم: باب هل يقال رمضان أو شهر رمضان؟ ومن رأى كله واسعا]

(۳) [بخاری (۱۸۹۹) مسلم (۱۰۷۹) دارمی (۱۷۷۵) ابن حبان (۳۴۳۴) ابن خزيمة (۱۸۸۲)]

دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔“

یہ بھی احتمال ہے کہ شیطانوں کو اس لیے جکڑے ہوئے کہا گیا ہو کہ وہ لوگوں کو گمراہ کرنے اور ان کے لیے شہوات کو مزین کرنے سے عاجز آ جاتے ہیں۔ زین بن میر کہتے ہیں کہ پہلا معنی زیادہ اولیٰ ہے اور الفاظ کو ظاہری معنی میں نہ لینے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی اور نہ ہی اس کی ضرورت ہے۔ (۱)

(قرطبی رحمۃ اللہ علیہ) اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اگر شیطان جکڑ دیے جاتے ہیں تو پھر ہم رمضان المبارک میں بہت ساری معاصی کا ارتکاب ہوتا ہوا کیوں دیکھتے ہیں؟ اگر واقعی شیطان جکڑے ہوئے ہوں تو پھر یہ سب کچھ نہ ہو؟

اس کا جواب یہ کہ گناہ اُن روزہ داروں سے کم ہوتے ہیں جو روزہ کی شرائط پر عمل کریں اور اس کے آداب کا لحاظ رکھیں۔ یا پھر جیسا کہ بعض احادیث میں ہے کہ کچھ شیطان جو زیادہ سرکش ہوں انہیں جکڑا جاتا ہے سب شیطانوں کو نہیں جکڑا جاتا۔ یا پھر اس کا مقصد یہ ہے کہ اس مہینے میں گناہ بہت ہی کم ہو جاتے ہیں اور حقیقت بھی ایسے ہی ہے اور اس کا مشاہدہ بھی ہوتا ہے کہ رمضان میں دوسرے مہینوں کی نسبت گناہ کچھ کم ہوتے ہیں اور پھر یہ بھی ہے کہ شیطانوں کے جکڑے جانے سے یہ لازم نہیں ہوتا کہ برائی کا وقوع ہی نہ ہو۔ بلکہ گناہوں کے شیطانوں کے علاوہ اور بھی بہت سے اسباب ہیں مثلاً خبیث قسم کے نفس غلط و گندی عادتیں اور انسانوں میں ہے شیطان صفت لوگ۔ (۲)

(شیخ ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ) اس طرح کی احادیث امور غیبیہ میں شامل ہوتی ہیں جن کے بارے میں ہمارا موقف یہ ہے کہ انہیں تسلیم کرنا چاہیے اور ان کی تصدیق کرنا ضروری ہے اور ہمیں اس میں کچھ بھی کلام نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اسی میں انسان کے دین اور اس کی عاقبت کی بہتری ہے۔ اسی لیے جب عبد اللہ بن احمد بن حنبلؒ نے اپنے والد احمد بن حنبلؒ سے کہا کہ ماہ رمضان میں بھی انسان چٹ جاتے ہیں اور وہ ان کے چنگل میں پھنس جاتا ہے تو امام احمد بن حنبلؒ نے جواب میں کہا کہ حدیث یہی کہتی ہے اور اسی طرح حدیث میں وارد ہے ہم اس میں کوئی کلام نہیں کر سکتے۔ پھر ظاہر یہی ہے کہ انہیں لوگوں کو گمراہ کرنے سے جکڑا جاتا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ رمضان میں خیر و بھلائی کی کثرت ہوتی ہے اور اکثر لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے لگتے ہیں۔ (۳)

لہذا ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ شیطانوں کا جکڑا جانا حقیقی ہے جسے اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ شر و برائی کا وقوع ہی نہ ہو یا پھر لوگ گناہوں کا ارتکاب ہی نہ کریں کیونکہ جن شیاطین کو جکڑا گیا ہے انہوں نے اپنی آزادی کے دور میں لوگوں کے دلوں کو اس قدر زنگ آلود کر دیا ہے اور انہیں گناہوں کی اس قدر عادت ڈال دی ہے کہ جو ان کے جکڑے جانے کے بعد بھی موجود رہتی ہے۔

(۱) [مجموع الفتاویٰ (۲۰)]

(۲) [ایضاً]

(۳) [فتح الباری (۱۱۴/۴)]

روزہ دار کے منہ کی بوکتوری سے زیادہ پاکیزہ ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ انسان کا ہر نیک عمل خود اسی کے لیے ہے مگر روزہ کہ وہ خاص میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ اور روزہ گناہوں کی ایک ڈھال ہے۔ اگر کوئی روزے سے ہو تو اسے بخش گوئی نہیں کرنی چاہیے اور نہ ہی شور مچانا چاہیے۔ اگر کوئی شخص اسے گالی دے یا لڑنا چاہے تو اس کا جواب صرف یہ ہو کہ میں ایک روزہ دار آدمی ہوں ﴿وَ الَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَمَخْلُوفٌ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ﴾ ”اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے! روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ پاکیزہ ہے۔“ روزہ دار کو دو خوشیاں حاصل ہوں گی (ایک تو جب وہ انظار کرتا ہے تو خوش ہوتا ہے اور (دوسرے) جب وہ اپنے رب سے ملاقات کرے گا تو اپنے روزے کا ثواب حاصل کر کے خوش ہوگا۔“ (۱)

صحیح مسلم کی ایک روایت میں یہ لفظ ہے ﴿إِذَا لَقِيَ اللَّهَ فَجَزَأَهُ فَرِيحٌ﴾ ”جب وہ (روزہ دار) اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا اور اللہ تعالیٰ اسے روزے کا اجر و ثواب عطا کرے گا تو وہ خوش ہوگا۔“ (۲)

(قرطبی رحمہ اللہ) صرف اللہ تعالیٰ نے روزے کو ہی اپنے لیے دو جوہات کی بنا پر خاص کیا ہے حالانکہ تمام عبادات اللہ کے لیے ہی ہیں اور روزہ ان جوہات کی وجہ سے باقی تمام عبادات سے مختلف ہے۔

① روزہ نفس کی لذتوں اور شہوات سے روکتا ہے جبکہ دوسری عبادات اس سے نہیں روکتیں۔

② یقیناً روزہ بندے اور اس کے رب کے درمیان ایک راز ہوتا ہے جسے وہ صرف اسی کے لیے ظاہر کرتا ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے روزے کو اپنے لیے خاص کیا ہے۔ (۳)

(نووی رحمہ اللہ) رقمطراز ہیں کہ علماء فرماتے ہیں: روزہ دار کی وہ خوشی جو اسے اپنے رب سے ملاقات کے وقت حاصل ہوگی اس کا سبب روزے کی وہ جزا ہوگی جسے وہ دیکھ لے گا اور اللہ کی نعمت کی وہ یاد دہانی ہوگی جو اللہ تعالیٰ نے اس پر روزے کے عمل کے لیے اپنی توفیق عطا فرما کر کی ہوگی۔ اور انظار کے وقت خوشی کا سبب اس کی عبادت مکمل ہونا اس کا روزہ فاسد کر دینے والی اشیاء سے سلامت ہونا اور جو وہ اس کے ثواب کی امید رکھتا ہے وہ ہے۔ (۴)

روزہ دار کے ہر عمل کا اجر سات سو گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ يُضَاعَفُ

(۱) [بخاری (۱۹۰۴) کتاب الصیام: باب هل يقول إني صائم إذا شتم]

(۲) [مسلم (۱۱۰۱) کتاب الصیام: باب فضل الصیام]

(۳) [تفسیر قرطبی (۲۷۰/۲)] (۴) [شرح مسلم (۴۸۴/۴)]

الْحَسَنَةُ عَشْرٌ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ... ﴿ابن آدم کے ہر نیک عمل کا بدلہ دس سے لے کر سات سو گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ سوائے روزے کے بلاشبہ روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ انسان اپنی شہوت اور کھانے پینے کو میری رضا مندی کے لیے چھوڑتا ہے۔ روزہ دار کو دو خوشیاں حاصل ہوتی ہیں: ایک خوشی جب وہ روزہ افطار کرتا ہے اور دوسری خوشی جب اس کی اس کے پروردگار سے ملاقات ہوگی۔ اور روزہ دار کے منہ کی بول اللہ تعالیٰ کے نزدیک کستوری کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے۔“ (۱)

ماہ رمضان کی ہر رات اللہ تعالیٰ لوگوں کو جہنم سے آزاد کرتے ہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إِذَا كَانَتْ أَوَّلُ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ صُفِّدَتِ الشَّيَاطِينُ وَ مَرَدَةُ الْجِنِّ وَ عُلِقَتِ أَبْوَابُ النَّارِ فَلَمْ يُفْتَحْ مِنْهَا بَابٌ وَ فَتَحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ فَلَمْ يُغْلَقْ مِنْهَا بَابٌ وَ نَادَى مُنَادٍ يَا بَاغِيَ الْخَيْرِ أَقْبِلْ وَ يَا بَاغِيَ الشَّرِّ أَقْصِرْ وَ لِلَّهِ عِتْقَاءُ مِنَ النَّارِ وَ ذَلِكَ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ﴾ ”جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیطان اور سرکش جنوں کو جکڑ دیا جاتا ہے اور دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اس کا کوئی دروازہ کھلا نہیں ہوتا۔ جبکہ جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اس کا کوئی دروازہ بند نہیں ہوتا۔ اور آواز دینے والا آواز لگاتا ہے خیر طلب کرنے والو! نیک کام کے لیے آگے بڑھو اور برے کام کی طلب رکھنے والو! برے کاموں سے رک جاؤ۔ اور ہر رات کو اللہ تعالیٰ (کثرت کے ساتھ لوگوں کو) جہنم سے آزاد کرتے ہیں۔“ (۲)

روز قیامت روزہ مومن بندے کی سفارش کرے گا

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿الصِّيَامُ وَالْقُرْآنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ ، يَقُولُ الصِّيَامُ أَيْ رَبِّ ! إِنِّي مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّهْوَاتِ بِالنَّهَارِ فَشَفَعْنِي فِيهِ وَيَقُولُ الْقُرْآنُ مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّيْلِ فَشَفَعْنِي فِيهِ ، فَيُشَفَّعَانِ﴾ ”روزہ اور قرآن مومن بندے کی سفارش کریں گے۔ روزہ کہے گا اے میرے پروردگار! میں نے اس کو دن بھر کھانے پینے اور شہوت رانی سے روک رکھا اس لیے اس کے بارے میں میری سفارش قبول فرما۔ اور قرآن کہے گا کہ رات کو میں نے اسے نیند سے روک رکھا اس لیے اس کے بارے میں میری سفارش قبول فرما۔ پھر دونوں کی سفارش قبول کر لی جائے گی۔“ (۳)

(۱) [مسلم (۱۱۵۱) کتاب الصیام: باب حفظ اللسان للصائم] احمد (۳۴۹۳) ابن ماجہ (۱۶۳۸)

(۲) [صحیح: صحیح ابن ماجہ (۱۳۳۱) کتاب الصیام، ابن ماجہ (۱۶۴۲) ترمذی (۶۸۲) احمد (۳۱۱/۴)]

(۳) [حسن صحیح: صحیح الترغیب (۹۸۴) کتاب الصوم: باب الترغیب فی الصوم مطلقاً وما جاء فی

فضله وفضل دعاء الصائم] احمد (۱۷۴/۲) حاکم (۵۵۴/۱) امام حاکم نے اسے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔]

## روزہ خیر کا دروازہ ہے

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَهُ ، أَلَا أَدُلُّكَ عَلَىٰ أَبْوَابِ الْخَيْرِ؟ قُلْتُ بَلَىٰ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ : الصَّوْمُ جَنَّةٌ وَ الصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْحَطِيئَةَ كَمَا يُطْفِئُ الْمَاءُ النَّارَ﴾ ”بلاشبہ نبی کریم ﷺ نے ان (معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ) سے فرمایا کہ کیا میں تمہاری خیر کے دروازوں پر رہنمائی نہ کروں؟ میں نے کہا کیوں نہیں اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے فرمایا: روزہ (گناہوں کے سامنے) ڈھال ہے اور صدقہ گناہ کو اس طرح مٹا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔“ (۱)

ہزار مہینوں سے بہتر رات (شب قدر) ماہ رمضان میں ہی ہے

(۱) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رمضان کا مہینہ آیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إِنَّ هَذَا الشَّهْرَ قَدْ حَضَرَكُمْ وَفِيهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ مَنْ حَرَمَهَا فَقَدْ حَرَّمَ الْخَيْرَ كُلَّهُ وَ لَا يُحْرَمُ خَيْرٌهَا إِلَّا الْمَحْرُومُ﴾ ”بلاشبہ یہ (بابرکت) مہینہ تمہارے پاس آیا ہے (اسے قیمت سمجھو)۔ اس میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ جو شخص اس رات کی خیر و برکت سے محروم رہا وہ ہر طرح کی خیر و برکت سے محروم رہا اور اس کی خیر و برکت سے صرف وہی محروم رہتا ہے جو (ہر قسم کی خیر سے) محروم ہو۔“ (۲)

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿أَتَاكُمْ رَمَضَانَ شَهْرٌ مُبَارَكٌ ... فِيهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ مَنْ حَرَمَ خَيْرَهَا فَقَدْ حَرَّمَ﴾ ”تمہارے پاس رمضان کا برکت والا مہینہ آ گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تم پر اس کے روزے فرض کیے ہیں۔ اس ماہ میں دوزخ کے دروازے بند ہو جاتے ہیں اور سرکش شیطانوں کو جکڑ دیا جاتا ہے۔ اللہ کے لیے اس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ جو شخص اس کی خیر و برکت سے محروم ہوا وہ ہر قسم کی خیر و برکت سے محروم ہوا۔“ (۳)

نزول قرآن کا شرف ماہ رمضان کو ہی حاصل ہے

(۱) ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَ الْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾ [البقرة: ۱۸۵] ”ماہ رمضان وہ ہے جس میں

(۱) [صحیح لغیرہ: صحیح الترغیب (۹۸۳) کتاب الصوم، ترمذی (۲۶۱۶) کتاب الإیمان]

(۲) [حسن صحیح: صحیح ابن ماجہ (۱۳۳۳) کتاب الصیام، ابن ماجہ (۱۶۴۴)]

(۳) [حسن لغیرہ: صحیح الترغیب (۹۹۹) کتاب الصوم: باب الترغیب فی صیام رمضان احتساباً، احمد (۲۳۰/۲) نسائی (۱۲۹/۴) بیہقی فی شعب الإیمان (۳۶۰۰) شیخ عبدالرزاق مہدی حفظہ اللہ تعالیٰ نے اس

حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ [التعلیق علی تفسیر قرطبی (۲۸۸/۲)]

قرآن اتارا گیا جو لوگوں کو ہدایت کرنے والا ہے اور جس میں ہدایت کی اور حق و باطل کی تمیز کی نشانیاں ہیں تم میں سے جو شخص اس مہینے میں موجود ہو وہ اس کے روزے رکھے۔“

امام قرطبیؒ مذکورہ آیت کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ آیت اس بارے میں نص ہے کہ قرآن ماہ رمضان میں نازل ہوا۔ (۱) امام ابن کثیرؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سارے مہینوں میں سے روزوں کے مہینے کی مدح و تعریف فرما رہے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان تمام میں سے اسے قرآن عظیم نازل کرنے کے لیے پسند فرمایا ہے۔ (۲)

(2) ﴿إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ مُدْبِرٍ﴾ [الدخان: ۳] ”بے شک ہم نے اسے (قرآن کو) بابرکت رات (یعنی شب قدر) میں نازل کیا۔“

(3) ﴿إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ﴾ [القدر: ۱] ”بے شک ہم نے اسے (قرآن کو) شب قدر میں نازل کیا۔“ ماہ رمضان میں نزول قرآن کا مطلب یہ ہے کہ مکمل قرآن رمضان میں قدر کی رات لوح محفوظ سے آسمان دنیا میں بیت العزت میں نازل کیا گیا۔ پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام حسب ضرورت و واقعہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے قرآن لے کر محمد ﷺ پر نازل ہوتے رہے اور یہ سلسلہ تقریباً تیس (23) سال کے عرصے میں مکمل ہوا۔ اس سے کوئی یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ رمضان میں تو قرآن نازل ہی نہیں ہوا۔ بلکہ آیت اپنی جگہ پر بالکل صحیح ہے کیونکہ لوح محفوظ سے تو ماہ رمضان میں ہی نازل ہوا تھا۔ (۳)

(4) حضرت وائلہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا صحف ابراہیم ماہ رمضان کی پہلی رات میں نازل کیے گئے۔ تو رات اس وقت نازل کی گئی جب رمضان کے چھ (6) ایام گزر چکے تھے۔ انجیل تب نازل کی گئی جب رمضان کے تیرہ (13) ایام گزر چکے تھے۔ زبور اس وقت نازل کی گئی جب رمضان کے اٹھارہ (18) ایام گزر چکے تھے ﴿وَ أَنْزَلْنَا الْقُرْآنَ لِأَرْبَعٍ وَ عَشْرِينَ خَلَّتْ مِنْ رَمَضَانَ﴾ ”اور قرآن اس وقت نازل کیا گیا جب رمضان کے چوبیس (24) ایام گزر چکے تھے۔“ (۴)

رمضان میں عمرہ کا ثواب حج کے برابر ہو جاتا ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع سے واپس ہوئے تو آپ ﷺ نے اُم سنان انصاریہ رضی اللہ عنہا سے دریافت فرمایا کہ ﴿مَا مَنَعَكَ مِنَ الْحَجِّ؟ قَالَتْ: أَبُو فُلَانٍ - تَعْنِي

(۲) [تفسیر ابن کثیر (۴۳۹/۱)]

(۱) [تفسیر قرطبی (۲۹۳/۲)]

(۳) [مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: تفسیر قرطبی (۲۹۳/۲) تفسیر ابن کثیر (۴۴۰/۱) تفسیر أحسن البیان (ص ۷۳/۱)]

(۴) [حسن: صحيح الجامع الصغير (۱۴۹۷) الصحيحة (۱۰۷۵)]

رُؤِبَهَا - كَانَ لَهُ نَاصِحَانِ حَجَّ عَلَى أَحَدِهِمَا وَآخَرَ يُسْقِي أَرْضًا لَنَا ، قَالَ : فَإِنَّ عُمْرَةَ فِي رَمَضَانَ تَقْضِي حَجَّةً أَوْ حَجَّةً مَعِيَ ﴿ ”توج کرنے نہیں گئی؟ انہوں نے عرض کیا کہ فلاں کے باپ یعنی میرے خاوند کے پاس دو اونٹ پانی پلانے کے تھے۔ ایک پر تو وہ خود حج پر چلے گئے اور دوسرا ہماری زمین سیراب کرتا ہے۔ آپ ﷺ نے اس پر فرمایا کہ رمضان میں عمرہ کرنا میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے۔“

صحیح مسلم کی روایت میں یہ لفظ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿فَإِذَا جَاءَ رَمَضَانَ فَاعْتَمِرِي فَإِنَّ عُمْرَةَ فِيهِ تَعْدِلُ حَجَّةً﴾ ﴿ ”جب رمضان آئے تو عمرہ کر لینا کیونکہ رمضان میں عمرہ (کا اجر و ثواب) حج کے برابر ہوتا ہے۔“ (۱)

اس حدیث کی شرح میں امام نووی رقمطراز ہیں کہ رمضان میں عمرے کا حج کے برابر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ عمرہ ثواب میں حج کے قائم مقام ہوتا ہے۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ عمرہ ہر چیز میں حج کے برابر ہوتا ہے۔ اور بلاشبہ اگر انسان پر حج فرض ہو اور رمضان میں عمرہ کر لے تو یہ عمرہ اسے حج سے کفایت نہیں کرے گا۔ (۲)

واضح رہے کہ یہ حدیث مکمل ماہ رمضان کو شامل ہے صرف آخری عشرے کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

### روزہ دار کی دعا قبول کی جاتی ہے

(۱) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إِنَّ لِلَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى فِي كُلِّ يَوْمٍ وَ لَيْلَةٍ - يَعْزِمُ فِي رَمَضَانَ - وَإِنَّ لِكُلِّ مُسْلِمٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَ لَيْلَةٍ دَعْوَةَ مُسْتَجَابَةً﴾ ﴿ ”بے شک اللہ تعالیٰ ماہ رمضان کے ہر دن اور رات میں (لوگوں کو جنہم سے) آزاد کرتے ہیں۔ اور (ماہ رمضان کے) ہر دن و رات میں ہر مسلمان کے لیے ایک ایسی دعا ہے جسے قبولیت سے نوازا جاتا ہے۔“ (۳)

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ثَلَاثَةٌ لَا تُرَدُّ دَعْوَتُهُمْ : الْإِمَامُ الْعَادِلُ وَ الصَّائِمُ حَتَّى يُفْطِرَ وَ دَعْوَةُ الْمَظْلُومِ يَرْفَعُهَا اللَّهُ ذُونَ الْعَمَامِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ...﴾ ﴿ ”تین بندے ایسے ہیں جن کی دعا رد نہیں کی جاتی: عادل حکمران، روزہ دار حتیٰ کہ وہ افطار کر لے اور مظلوم کی دعا کو اللہ تعالیٰ روز قیامت بغیر بادلوں کے اٹھائیں گے اور اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیئے جائیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میری عزت کی قسم! میں ضرور تمہاری مدد کروں گا اگرچہ کچھ دیر بعد ہی کروں۔“ (۴)

(۱) [بخاری (۱۸۶۳) کتاب الحج : باب حج النساء، مسلم (۱۲۰۶) نسائی (۲۱۰۹) ابن ماجہ (۲۹۹۳)]

(۲) [شرح مسلم (۱۴۶۵)]

(۳) [صحیح لغیرہ : صحیح الترغیب (۱۰۰۲) کتاب الصوم ، بزار فی کشف الاستار (۹۶۲)]

(۴) [حسن : ترمذی (۳۰۹۸) کتاب الدعوات : باب فی العفو والعافیة، ابن ماجہ (۱۷۵۲) کتاب الصیام : باب

فی الصائم لا ترد دعوتہ، احمد (۳۰۵/۲) ابن حبان (۳۴۲۸) بیہقی فی شعب الإیمان (۵۸۸) (۷۳۵۸)

شیخ عبدالرزاق مہدی حفظہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ [التعلیق علی تفسیر ابن کثیر (۴۴۹/۱)]

(3) حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إِنَّ لِلصَّائِمِ عِنْدَ فِطْرِهِ لِدَعْوَةَ مَا تُوذُّ﴾ ”بلاشبہ روزہ دار کے لیے افطاری کے وقت ایک ایسی دعا ہے جسے رو نہیں کیا جاتا۔“ (۱)

افطاری کے وقت اللہ تعالیٰ لوگوں کو جہنم سے آزاد کرتے ہیں

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إِنَّ لِلَّهِ عِنْدَ كُلِّ فِطْرٍ عُنُقَاءَ وَذَلِكَ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ﴾ ”بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر روز افطاری کے وقت لوگوں کو (جہنم سے) آزاد کرتے ہیں اور ایسا ہر رات بھی ہوتا ہے۔“ (۲)



(۱) [ضعیف : ضعیف ابن ماجہ (۳۸۷) کتاب الصیام : باب فی الصائم لا ترد دعوتہ ، ابن ماجہ (۱۷۵۳) بیہقی فی شعب الإیمان (۳۹۰۴)] حافظ بوسیری نے زوائد میں اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ اور امام حاکم نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ [مستدرک حاکم (۴۲۲/۱)]

(۲) [حسن صحیح : صحیح ابن ماجہ (۱۳۳۲) کتاب الصیام : باب ما جاء فی فضل شهر رمضان ، صحیح الترغیب (۱۰۰۱) کتاب الصوم : باب الترغیب فی صیام رمضان احتساباً ، ابن ماجہ (۱۶۴۳) احمد (۲۵۶/۵) بیہقی فی شعب الإیمان (۳۶۰۵)]



## روزوں کے آداب کا بیان

## باب آداب الصیام

روزہ رکھنے والے پر فجر سے پہلے نیت کرنا ضروری ہے

(۱) حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿مَنْ لَمْ يُجْمَعِ الصَّيَامَ قَبْلَ الْفَجْرِ فَلَا صِيَامَ لَهُ﴾ ”جس نے فجر (یعنی صبح صادق) سے پہلے پختہ نیت نہ کی اس کا روزہ نہیں۔“ (۱)

سنن ابن ماجہ کی روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿لَا صِيَامَ لِمَنْ لَمْ يَفْرِضْهُ مِنَ اللَّيْلِ﴾ ”اس شخص کا کوئی روزہ نہیں جس نے رات سے اسے (یعنی اس کی نیت کو) پختہ نہ کیا۔“ (۲)

(شوکانی رحمہ اللہ) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ رات کو نیت کرنا واجب ہے۔ (۳)

(۲) علاوہ ازیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی وہ روایت بھی اس کی دلیل ہے جس میں ہے کہ ﴿إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ...﴾ ”عملوں کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔ اور ہر آدمی کو وہی ملے گا جس کی اس نے نیت کی۔“ (۴)

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) ماہ رمضان کے روزے کی نیت رات کو فجر سے پہلے کرنا واجب ہے۔ (۵)

اگر رات کو روزہ واجب ہو جانے کا علم نہ ہو

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ فرض روزہ دن میں نیت کرنے سے بھی صحیح ہو جاتا ہے بشرطیکہ اسے رات کو روزہ واجب ہو جانے کا علم نہ ہو۔ جیسا کہ اگر دن کے دوران چاند نظر آنے کا ثبوت مل جائے تو انسان اس باقی دن میں روزہ رکھے گا اور اس پر کوئی قضا لازم نہیں ہوگی خواہ اس نے (اس دن پہلے) کچھ کھایا ہی ہو۔ (۶)

(ابن قیم، شوکانی، البانی رحمہم اللہ) اسی کے قائل ہیں۔ (۷)

(سابق مفتی اعظم سعودیہ شیخ ابن باز رحمہ اللہ) جسے طلوع فجر کے بعد ماہ رمضان کے شروع ہونے کا علم ہو اس پر لازم ہے کہ وہ باقی دن میں روزہ توڑنے والی اشیا سے اجتناب کرے کیونکہ وہ روزے کا دن ہے۔ اور صحیح مقیم کے لیے جائز نہیں کہ وہ اس دن میں روزہ توڑنے والی اشیا تناول کرے۔ اور اس پر قضا لازم ہے کیونکہ اس نے فجر سے

(۱) [صحیح: صحیح ابو داؤد (۲۱۴۳) ابو داؤد (۲۴۵۴) ترمذی (۸۳۰) نسائی (۱۹۶/۴) ابن ماجہ (۱۷۰۰)]

(۲) [صحیح: صحیح ابن ماجہ (۱۳۷۹) إرواء الغلیل (۹۱۴) ابن ماجہ (۱۷۰۰)]

(۳) [نیل الأوطار (۱۶۳/۳)]

(۴) [بخاری (۱) کتاب بدء الوحي، مسلم (۱۹۰۷) ابو داؤد (۲۲۰۱) ترمذی (۱۶۴۷) ابن ماجہ (۴۲۲۷)]

(۵) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۲۴۴/۱۰)]

(۶) [الاختيارات العلمية (۶۳/۴) مجموع الفتاوى لابن تيمية (۱۰۹/۲۵-۱۱۷-۱۱۸)]

(۷) [زاد المعاد (۲۳۵/۱) تهذيب السنن (۳۲۸/۳) نیل الأوطار (۱۶۷/۴) نظم الفرائد (۵۱/۱)]

پہلے رات کے وقت اس روزے کی نیت نہیں کی اور نبی کریم ﷺ سے صحیح ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا: جس نے فجر سے پہلے رات کے وقت روزے کی نیت نہ کی اس کا کوئی روزہ نہیں۔ امام ابن قدامہ رحمہ اللہ نے یہی بات المغنی میں نقل فرمائی ہے اور یہی عام فقہاء کا قول ہے۔ (۱)

### نفل روزے کی نیت

واضح رہے کہ یہ فرض روزے کی بات ہے جبکہ نفل روزے کے لیے زوال سے پہلے بھی نیت کی جاسکتی ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے اور فرمایا، کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے؟ ہم نے کہا نہیں۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا ﴿فَأَنْتِ إِذْ ذَا صَائِمٌ﴾ ”تب میں روزہ دار ہوں۔“ پھر آپ ﷺ ایک دوسرے دن ہمارے پاس آئے تو ہم نے کہا اے اللہ کے رسول! ہمیں حلوہ بطور ہدیہ دیا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿أَرَيْنِيهِ فَلَقَدْ أَصْبَحْتُ صَائِمًا فَأَكَلْتُ﴾ ”مجھے بھی حلوہ دکھاؤ“ بے شک میں نے روزے کی حالت میں صبح کی ہے، لیکن آپ نے (حلوہ) کھالیا۔“ (۲)

معلوم ہوا کہ فرض روزے کے لیے رات کو نیت کرنا ضروری ہے جب کہ نفل روزے کی نیت زوال سے پہلے تک کی جاسکتی ہے۔ (۳)

### ہر روزے کے لیے الگ نیت کرنا ضروری ہے

کیونکہ روزہ عبادت ہے اور ہر مرتبہ ابتدائے عبادت سے اس کی دوبارہ نیت کرنا اس لیے ضروری ہے کیونکہ کوئی بھی عبادت نیت کے بغیر نہیں ہوتی۔

(شوکانی، ابن قدامہ، ابن حزم رحمہم اللہ، سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) یہ سب اسی کے قائل ہیں۔ (۴)

### نیت محض دل کے ارادے کا نام ہے

اہل علم کا کہنا ہے کہ نیت کا مقام دل ہے اور نیت محض دل کے ارادے کا ہی نام ہے لہذا کسی بھی عمل کے لیے زبان سے نیت کرنا بدعت ہے۔

(۱) [فتاویٰ اسلامیہ (۱۱۶/۲)]

(۲) [مسلم (۱۱۰۴) کتاب الصیام، أبو داؤد (۲۴۵۵) ترمذی (۷۲۹، ۷۳۰) نسائی (۱۹۴/۴)]

(۳) [مزید دیکھئے: المغنی (۳۳۳/۴) الأم (۱۲۶/۲) شرح المہذب (۳۰۴/۶) الإختیار (۱۲۷/۱) المبسوط

(۶۲/۳) الهدایة (۱۱۸/۱) تحفة الفقہاء (۵۳۴/۱) سبیل السلام (۲۱۷/۲) نیل الأوطار (۲۲۰/۴)]

(۴) [نیل الأوطار (۱۶۳/۳) المغنی لابن قدامہ (۳۳۷/۴) المحلی بالآثار (۲۸۵/۴) فتاویٰ اللجنة الدائمة

للبحوث العلمیة والافتاء (۲۴۶/۱۰)]

(ابن قدامہ، ابن تیمیہ، ابن قیم، نووی، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ، سعودی فتویٰ کمیٹی) سب اسی کے قائل ہیں۔ (۱)  
لہذا روزے کی نیت کے لیے زبان سے کوئی الفاظ نہیں ادا کیے جائیں گے جیسا کہ یہ الفاظ بتائے جاتے ہیں  
”وَبَصُومٍ عَلَيَّ نَوَيْتُ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ“۔ یہ الفاظ کسی حدیث سے ثابت نہیں۔  
سحری کھانے میں برکت ہے

- (1) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿تَسَحَّرُوا فَإِنَّ فِي السُّحُورِ بَرَكَتَةً﴾  
”سحری کھایا کرو کیونکہ سحری کھانے میں برکت ہے۔“ (۲)  
(2) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿السُّحُورُ بَرَكَتَةٌ فَلَا تَدَعُوهُ  
وَلَوْ أَنْ يَجْرَعَ أَحَدُكُمْ جُرْعَةً مِنْ مَاءٍ﴾ ”سحریوں میں برکت ہے لہذا اسے مت چھوڑو اگرچہ تم میں سے کوئی  
ایک پانی کا ایک گھونٹ ہی پی لے۔“ (۳)  
(حافظ ابن حجر) برکت سے مراد اجر و ثواب ہے۔ (۴)  
(3) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿تَسَحَّرُوا وَكَوَيْتُ جُرْعَةً مِنْ  
مَاءٍ﴾ ”سحری کھایا کرو خواہ پانی کے ایک گھونٹ کے ساتھ ہی۔“ (۵)  
سحری کھانے میں اہل کتاب کی مخالفت ہے

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿فَضْلُ مَا بَيْنَ صِيَامِنَا وَصِيَامِ  
أَهْلِ الْكِتَابِ أَكْثَلُ السَّحْرِ﴾ ”ہمارے روزے کے درمیان اور اہل کتاب کے روزے کے درمیان سحری  
کھانے کا ہی فرق ہے۔“ (۶)

امام نووی اس حدیث کی تشریح میں رقمطراز ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ ہمارے اور ان (اہل کتاب) کے روزے  
کے درمیان فرق و امتیاز سحری ہے۔ کیونکہ بلاشبہ وہ سحری نہیں کھاتے اور ہمارے لیے سحری کھانا مستحب ہے۔ (۷)

- (۱) [المغنی لابن قدامہ (۳۳۷/۴) مجموع الفتاوی لابن تیمیہ (۲۶۲/۱۸) زاد المعاد لابن القيم (۶۹/۱)  
شرح المہذب للنووی (۳۵۲/۱) مرقاة المفاتیح للقاری (۴۱/۱) فتاویٰ اللجنة الدائمة (۲۴۶/۱۰)]  
(۲) [بخاری (۱۹۲۳) کتاب الصوم، مسلم (۱۰۹۵) ابن ماجہ (۱۶۹۲) ترمذی (۱۰۶/۲)]  
(۳) [احمد (۱۲/۳-۴۴)]  
(۴) [فتح الباری (۶۳۹/۴)]  
(۵) [حسن صحیح: صحیح الترغیب (۱۰۷۱) کتاب الصوم، ابن حبان فی صحیحہ (۳۴۶۷)]  
(۶) [مسلم (۱۰۹۶) کتاب الصیام، ابوداؤد (۲۳۴۳) ترمذی (۷۰۴) نسائی (۱۴۶/۴) احمد (۲۰۲/۴)]  
(۷) [شرح مسلم (۴۳۰/۴)]

## سحری کی فضیلت

- (1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى الْمُتَسَحِّرِينَ﴾ ”بلاشبہ اللہ تعالیٰ سحری کھانے والوں پر رحمت بھیجتے ہیں اور فرشتے ان کے لیے دعا کرتے ہیں۔“ (۱)
- (2) حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں مجھے سحری کی طرف بلایا اور فرمایا ﴿هَلُمَّ إِلَى الْعَدَاءِ الْمُبَارَكِ﴾ ”آؤ مبارک کھانے کی طرف۔“ (۲)
- (3) حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿الْبِرْكَةُ فِي ثَلَاثَةِ: فِي الْجَمَاعَةِ، وَالتَّرِيدِ وَ السُّحُورِ﴾ ”برکت تین اشیاء میں ہے: جماعت میں ترید کے کھانے میں اور سحریوں میں۔“ (۳)
- (4) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا تو آپ سحری کھا رہے تھے تو آپ نے فرمایا ﴿إِنَّهَا بَرَكَةٌ أَعْطَاكُمْ اللَّهُ إِيَّاهَا فَلَا تَدَعُوهَا﴾ ”یقیناً یہ برکت ہے جو اللہ تعالیٰ نے خاص تم لوگوں کو عطا فرمائی ہے اس لیے اسے مت چھوڑا کرو۔“ (۴)

## سحری کا وقت

صبح سحری کے لیے بیدار ہو جانے کے بعد صبح صادق کے خوب نمایاں ہو جانے تک سحری کا وقت ہے اور اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ﴾ [البقرة: ۱۸۷] ”تم کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ صبح کا سفید دھاگہ (صبح صادق) سیاہ دھاگے (رات کی سیاہ دھاری) سے ظاہر ہو جائے۔“

(2) حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی ﴿حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ﴾ ”حتیٰ کہ تمہارے لیے سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے واضح ہو جائے۔“ تو میں نے ایک سیاہ دھاگہ لیا اور ایک سفید اور دونوں کو تکیے کے نیچے رکھ لیا اور رات میں دیکھتا رہا لیکن مجھ پر ان کے رنگ واضح نہ ہوئے۔ جب صبح ہوئی تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم

(۱) [حسن صحیح: صحیح الترغیب (۱۰۶۶) کتاب الصوم، ابن حبان فی صحیحہ (۳۴۶۷)]

(۲) [صحیح لغیرہ: صحیح الترغیب (۱۰۶۷) کتاب الصوم، ابو داؤد (۲۳۴۴) ابن خزيمة (۱۹۳۸)]

(۳) [حسن لغیرہ: صحیح الترغیب (۱۰۶۵) کتاب الصوم، طبرانی کبیر]

(۴) [صحیح: صحیح الترغیب (۱۰۶۹) کتاب الصوم، نسائی فی السنن الکبریٰ (۲۴۷۲)]

سے اس کا ذکر کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿إِنَّمَا ذَلِكَ سَوَادُ اللَّيْلِ وَيَبَاضُ النَّهَارِ﴾ ”اس سے تورات کی تاریکی (صبح کا ذب) اور دن کی سفیدی (صبح صادق) مراد ہے۔“ (۱)

(۳) حضرت اہل بن سعد رضی اللہ عنہم نے بیان کیا کہ یہ آیت نازل ہوئی ﴿وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ﴾ ”کھاؤ پو یہاں تک کہ تمہارے لیے سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے واضح ہو جائے۔“ لیکن من الفجر کے لفظ نازل نہیں ہوئے تھے۔ اس پر کچھ لوگوں نے یوں کیا کہ جب روزے کا ارادہ ہوتا تو سیاہ اور سفید دھاگہ لے کر پاؤں میں باندھ لیتے اور جب تک دونوں دھاگے پوری طرح دکھائی نہ دینے لگتے کھانا پینا بند نہیں کرتے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے من الفجر کے الفاظ نازل فرمائے۔ پھر لوگوں کو معلوم ہوا کہ اس سے مراد رات اور دن ہیں۔ (۲)

(۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إِنَّ بِلَا لَا يُؤَدُّنُ بِلَيْلٍ فَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يُؤَدُّنُ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ﴾ ”بلاشبہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ رات کے وقت اذان دیتے ہیں لہذا تم حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے اذان دینے تک کھاتے پیتے رہو۔“ (۳)

(۴) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کچھ رات رہے سے اذان دے دیا کرتے تھے اس لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تک ابن ام مکتوم اذان نہ دیں تم کھاتے پیتے رہو کیونکہ وہ صبح صادق کے طلوع سے پہلے اذان نہیں دیتے۔ قاسم نے بیان کیا کہ دونوں (بلال اور ام مکتوم رضی اللہ عنہما) کی اذان کے درمیان صرف اتنا فاصلہ ہوتا تھا کہ ایک چڑھتے تو دوسرے اترتے۔ (۴)

(ابن حزم) رمضان ہو یا غیر رمضان روزہ صرف فجر ثانی کے واضح طور پر طلوع ہونے کے ساتھ ہی لازم ہوتا ہے۔ اور جب تک یہ واضح نہ ہو کھانا پینا اور جماع وہم بستری کرنا سب جائز ہوتا ہے۔ (۵)

- (۱) [بخاری (۱۹۱۶) کتاب الصوم، مسلم (۱۰۹۰) ابو داؤد (۲۳۴۹) ترمذی (۲۹۷۰) دارمی (۱۶۹۴)]
- (۲) [بخاری (۱۹۱۷) کتاب الصوم، مسلم (۱۰۹۱) تحفة الأشراف (۴۷۴۱) (۴۷۵۰)]
- (۳) [بخاری (۶۲۲) کتاب الأذان: باب الأذان قبل الفجر، مسلم (۱۰۹۲) ترمذی (۲۰۳) ابن حبان (۳۴۶۹) دارمی (۱۱۹۰) طیالسی (۱۸۱۹) ابن خزیمہ (۴۰۱) طبرانی کبیر (۱۳۳۷۹)]
- (۴) [بخاری (۱۹۱۸) (۱۹۱۹) کتاب الصوم، مسلم (۱۰۹۲) ابو داؤد (۲۳۴۷) ابن الحارود (۱۵۴) ابن ابی شیبہ (۹/۳) طبرانی کبیر (۱۰۵۵۸/۱) أبو عوانہ (۳۷۳/۱) بیہقی (۳۸۱/۱)]
- (۵) [المحلی لابن حزم (۳۴۲/۶) (مسألة: ۷۵۶)]

امام ابن حزم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے متعلق ایک روایت نقل فرماتے ہیں کہ ﴿أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَانَ يَقُولُ: إِذَا شَكَ الرَّجُلَانِ فِي الْفَجْرِ فَلْيَأْكُلَا حَتَّى يَسْتَيْقِنَا﴾ ”حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جب دو آدمیوں کو فجر کے متعلق شک ہو جائے کہ (آیا طلوع ہوئی ہے یا نہیں) تو انہیں چاہیے کہ وہ دونوں کھاتے رہیں حتیٰ کہ انہیں (فجر ثانی طلوع ہونے کا) یقین ہو جائے۔“ (۱)

سحری کھانے میں تاخیر کرنا مستحب ہے

- (1) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ سحری کھائی، پھر آپ ﷺ صبح کی نماز کے لیے کھڑے ہوئے۔ میں نے دریافت کیا کہ سحری اور اذان میں کتنا فاصلہ ہوتا تھا تو انہوں نے کہا کہ ﴿قَدَرُ خَمْسِينَ آيَةً﴾ ”پچاس آیتیں (پڑھنے) کے برابر فاصلہ ہوتا تھا۔“ (۲)
- (2) حضرت اہل بن سعد رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ ﴿كُنْتُ أَتَسَحَّرُ فِي بَيْتِي ثُمَّ يَكُونُ سُرْعَتِي أَنْ أُدْرِكَ السُّجُودَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ﴾ ”میں سحری اپنے گھر کھاتا پھر جلدی کرتا تا کہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز مل جائے۔“ (۳)

اس حدیث سے واضح ہوا کہ صحابہ کرام تاخیر سے سحری کھایا کرتے تھے۔

- (3) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ﴿تَسَحَّرْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ هُوَ النَّهَارُ إِلَّا أَنَّ الشَّمْسَ لَمْ تَطْلُعْ﴾ ”میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سحری کھائی، تو وہ دن ہی تھا سوائے اس کے کہ ابھی سورج طلوع نہیں ہوا تھا۔“ (۴)

- (4) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إِنَّا مَعَاشِرَ الْأَنْبِيَاءِ أُمِرْنَا بِتَعْجِيلِ فِطْرِنَا وَتَأْخِيرِ سُحُورِنَا﴾ ”بلاشبہ ہم انبیاء کا گروہ ہیں، ہمیں جلد افطاری کرنے اور تاخیر سے سحری کھانے کا حکم دیا گیا ہے۔“ (۵)

(۱) [المحلی لابن حزم (۳۴۷/۶)]

(۲) [بخاری (۱۹۲۱) کتاب الصوم، مسلم (۱۰۹۷) ترمذی (۷۰۳/۷۰۴) ابن ماجہ (۱۶۹۴)]

(۳) [بخاری (۱۹۲۰) کتاب الصوم: باب تعجیل السحور]

(۴) [صحیح: صحیح ابن ماجہ (۱۳۷۵) ابن ماجہ (۱۶۹۵) نسائی (۲۱۵۱)]

(۵) [صحیح: الصحیحہ (۳۷۶/۴) التعليقات الرضية على الروضة الندية للألبانی (۲۰۱۲) رواه ابن حبان]

(5) حضرت عمرو بن میمون اودوی سے مروی ہے کہ ﴿كَانَ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ أَسْرَعَ النَّاسِ إِفْطَارًا وَ أَبْطَأَهُمْ سُحُورًا﴾ ”محمد ﷺ کے صحابہ لوگوں میں سب سے جلد افطار کرتے اور سب سے تاخیر سے سحری کھاتے۔“ (۱)

(ابن عبدالبر ﷺ) جلد افطاری کرنے اور تاخیر سے سحری کھانے کی احادیث صحیح اور متواتر ہیں۔ (۲)

(ابن قدامہ ﷺ) تاخیر سے سحری کھانا اور جلد افطاری کرنا مستحب ہے۔ (۳)

کھجور کے ساتھ سحری کھانے کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿نِعْمَ سُحُورُ الْمُؤْمِنِ التَّمْرُ﴾ ”مومن کی بہترین سحری کھجور ہے۔“ (۴)

اگر سحری کھاتے ہوئے اذان ہو جائے

تو فوراً کھانا چھوڑ دینا ضروری نہیں بلکہ حسب ضرورت جلد از جلد کھا لینا جائز و مباح ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إِذَا سَمِعَ أَحَدُكُمْ النِّدَاءَ وَالْإِنَاءَ عَلَى يَدِهِ فَلَا يَضَعُهُ حَتَّى يَفْضِيَ حَاجَتَهُ مِنْهُ﴾ ”جب تم میں سے کوئی اذان سنے اور (کھانے یا پینے) کا برتن اس کے ہاتھ میں ہو تو اسے رکھے مت بلکہ اس سے اپنی ضرورت پوری کر لے۔“ (۵)

روزے کے آداب

(شیخ ابن شمیمین ﷺ) روزہ دار کو چاہیے کہ وہ کثرت کے ساتھ اطاعت و فرمانبرداری کے کام سرانجام دے اور ہر قسم کے ممنوع کام سے پرہیز کرے۔ اور اس پر واجب ہے کہ وہ فرائض کی پابندی کرے اور حرام کاموں سے دور رہے۔ پانچوں نمازیں وقت پر باجماعت ادا کرے اور جھوٹ، غیبت، دھوکہ، سودی معاملات اور ہر حرام قول و فعل چھوڑ دے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”جس نے جھوٹی بات اور اس پر عمل اور جہالت کے کاموں کو نہ چھوڑا تو

(۱) [صحیح: عبد الرزاق (۷۵۹۱)] حافظ ابن حجر نے اسے صحیح کہا ہے۔ [فتح الباری (۷۱۳/۴)]

(۲) [کما فی فتح الباری (۱۹۹/۴)]

(۳) [المغنی لابن قدامة (۴۳۲/۴)]

(۴) [صحیح: صحیح الترغیب (۱۰۷۲) کتاب الصوم، ابو داود (۲۳۴۵) ابن حبان (۸۸۳) - الموارد]

(۵) [صحیح: صحیح ابو داود (۲۰۶۰) کتاب الصیام، الصحیحہ (۱۳۹۴) ابو داود (۲۳۵۰)]

اللہ تعالیٰ کو اس کے کھانا پینا چھوڑ دینے کی کوئی ضرورت نہیں۔“ (۱)

روزہ افطار کرنے میں جلدی کرنا مستحب ہے

(۱) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَلُوا

الْفِطْرَ﴾ ”لوگ جب تک افطار کرنے میں جلدی کریں گے ہمیشہ خیر و عافیت سے رہیں گے۔“ (۲)

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿لَا يَزَالُ الدِّينُ ظَاهِرًا مَا عَجَّلَ النَّاسُ

الْفِطْرَ لِأَنَّ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى يُؤَخَّرُونَ﴾ ”لوگ روزہ افطار کرنے میں جب تک جلدی کرتے رہیں گے

دین ہمیشہ غالب رہے گا کیونکہ یہود و نصاریٰ تاخیر سے افطار کرتے ہیں۔“ (۳)

(۳) ابو عطیہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور مسروق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نے

عرض کیا اے اُم المؤمنین! محمد ﷺ کے ساتھیوں میں سے دو ایسے ہیں کہ ان میں سے ایک جلدی روزہ افطار کرتا

ہے اور جلدی نماز ادا کرتا ہے۔ اور دوسرا تاخیر سے افطاری کرتا ہے اور تاخیر سے ہی نماز ادا کرتا ہے۔ حضرت

عائشہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا کہ وہ کون ہے جو جلدی افطاری کرتا ہے اور جلدی نماز ادا کرتا ہے؟ ابو عطیہ بیان

کرتے ہیں کہ ہم نے کہا: وہ عبد اللہ (یعنی ابن مسعود رضی اللہ عنہما) ہیں۔ تو انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ بھی اسی

طرح کیا کرتے تھے۔ ابو کریب کی روایت میں یہ لفظ زائد ہیں: اور دوسرے صحابی حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہما تھے۔ (۴)

(۴) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿لَا تَزَالُ أُمَّتِي عَلَى سُنَّتِي مَا

لَمْ تَنْتَظِرْ بِفِطْرِهَا النُّجُومَ﴾ ”میری امت ہمیشہ میری سنت پر رہے گی جب تک کہ اپنی افطاری کے لیے

ستاروں کا انتظار نہیں کرے گی۔“ (۵)

(ابن حجر عسقلانی) اس زمانے میں جو منکر بدعات ایجاد کر لی گئی ہیں ان میں یہ بھی ہے کہ..... لوگوں نے افطار میں تاخیر

کردی ہے اور سحر یوں میں جلدی کی ہے اور سنت کی مخالفت کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان میں خیر کم اور شر زیادہ ہے۔ (۶)

(۱) [فتاویٰ اسلامیہ (۱/۱۸۲)]

(۲) [بخاری (۱۹۵۷) کتاب الصوم: باب تعجيل الإفطار، مسلم (۱۰۹۸) ترمذی (۶۹۹) ابن ماجہ (۱۶۹۷)]

أحمد (۳۳۷/۵) ابن خزيمة (۲۰۵۹) ابن حبان (۳۵۰۲) طبرانی کبیر (۵۹۸۱) بیہقی (۲۳۷/۴)]

(۳) [حسن: صحيح أبو داود (۲۰۶۳) کتاب الصوم: باب ما يستحب من تعجيل الفطر، أبو داود (۲۳۵۳) ابن ماجہ

(۱۶۹۸) أحمد (۴۵۰/۲) ابن أبي شيبة (۱۱/۳) ابن حبان (۳۵۰۳) حاکم (۴۳۱/۱) بیہقی (۲۳۷/۴)]

(۴) [مسلم (۱۰۹۹) کتاب الصیام، أبو داود (۲۳۵۴) ترمذی (۷۰۲) نسائی فی السنن الکبری (۲۴۶۸)]

(۵) [صحيح: صحيح ابن خزيمة (۲۷۵/۳) ابن حبان (۳۵۱۰) إلیحسان، حاکم (۴۳۴/۱) شیخ البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔]

(۶) [فتح الباری (۱/۹۹۴)]



## افطاری کا وقت

جب سورج غروب ہو جائے تو افطاری کر لینی چاہیے اس کے لیے اذان کا انتظار نہیں کرتے رہنا چاہیے کیونکہ افطاری کے لیے صرف غروب آفتاب شرط ہے اذان نہیں۔

(1) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إِذَا أَقْبَلَ اللَّيْلُ مِنْ هَاهُنَا وَ أَدْبَرَ النَّهَارُ مِنْ هَاهُنَا وَ غَرَبَتِ الشَّمْسُ مِنْ هَاهُنَا فَفَدَّ أَفْطَرَ الصَّائِمِ﴾ ”جب رات اس طرف (یعنی مشرق) سے آئے اور دن ادھر (یعنی مغرب) میں چلا جائے اور سورج غروب ہو جائے تو روزے کے افطار کا وقت ہو گیا۔“ (۱)

(نووی رحمہ اللہ) اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ (جب سورج غروب ہو گیا تو) آدمی کا روزہ پورا ہو گیا اب اسے روزہ دار نہیں کہا جاسکتا کیونکہ غروب آفتاب کے ساتھ ہی دن ختم ہو گیا اور رات شروع ہو گئی اور رات روزے کا وقت نہیں۔ (۲)

(2) حضرت عبداللہ بن ابی اونی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے اور آپ ﷺ روزہ دار تھے۔ جب سورج غروب ہوا تو آپ ﷺ نے ایک صحابی (حضرت بلال رضی اللہ عنہ) سے فرمایا کہ اے فلاں! میرے لیے اٹھ کر ستو گھول۔ انہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ تھوڑی دیر اور ٹھہرتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اتر کر ہمارے لیے ستو گھول۔ اس پر انہوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! آپ تھوڑی دیر اور ٹھہرتے۔ آپ ﷺ نے پھر وہی حکم دیا کہ اتر کر ہمارے لیے ستو گھول۔ لیکن ان کا اب بھی خیال تھا کہ ابھی دن باقی ہے۔ آپ ﷺ نے اس مرتبہ پھر فرمایا کہ اتر کر ہمارے لیے ستو گھول۔ چنانچہ وہ اترے اور انہوں نے ستو گھول دیے اور رسول اللہ ﷺ نے اسے یہاں فرمایا ﴿إِذَا رَأَيْتُمْ اللَّيْلَ قَدْ أَقْبَلَ مِنْ هَاهُنَا فَفَدَّ أَفْطَرَ الصَّائِمِ﴾ ”جب تم یہ دیکھ لو کہ رات اس مشرق کی طرف سے آگئی تو روزہ دار کو روزہ افطار کر لینا چاہیے۔“ (۳)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جب غروب آفتاب کا یقین ہو جائے فوراً روزہ افطار کر لینا چاہیے اس میں تاخیر کرنا جائز نہیں۔

(۱) [بخاری (۱۹۵۴) کتاب الصوم: باب متى يحل فطر الصائم، مسلم (۱۱۰۰) ابو داود (۲۳۵۱) ترمذی (۶۹۸)]

(۲) [شرح مسلم للنووی (۴۳۲/۴)]

(۳) [بخاری (۱۹۵۵) کتاب الصوم: باب متى يحل فطر الصائم، مسلم (۱۱۰۱) احمد (۱۹۴۱۲) ابو داود

(۲۳۵۲) حمیدی (۷۱۴) عبد الرزاق (۷۵۹۴) ابن حبان (۳۵۱۱) ابن أبي شيبة (۱۱/۳) بیہقی (۶۱۲/۴)]

(بخاری رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے اس وقت روزہ افطار کر لیا جب سورج کی ٹکری غائب ہوگئی۔ (۱)

(ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ) کسی نے دریافت کیا کہ کیا مجرد غروب آفتاب کے ساتھ ہی روزہ دار کے لیے روزہ افطار کرنا جائز ہے؟ تو شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ جب (سورج کی) ٹکری مکمل طور پر غائب ہو جائے تو روزہ دار روزہ افطار کر لے اور اُفق میں باقی شدید سرخی کا کوئی اعتبار نہ کرے۔ (۲)

(شوکانی رحمۃ اللہ علیہ) علماء کا اتفاق ہے کہ روزہ کھولنے کا وقت وہ ہے جب سورج کا غروب ہونا پختہ طور پر ثابت ہو جائے یا دو عادل گواہ کہہ دیں، دونہ ہوں تو ایک عادل گواہ بھی کافی ہے۔ (۳)

اگر کوئی لاعلمی کے باعث وقت سے پہلے روزہ افطار کر لے تو کیا کرے؟

چونکہ یہ مسئلہ اختلافی ہے، جیسا کہ حافظ ابن حجر نے فرمایا ہے، لہذا اس میں علماء کے بڑے بڑے دو موقف ہیں:

① اگر مطلع ابراؤد ہو اور انسان یہ سمجھ کر کہ افطاری کا وقت ہو گیا ہے روزہ افطار کر لے لیکن اسے بعد میں علم ہو کہ سورج ابھی مکمل غروب نہیں ہوا تھا تو ایسے شخص کو چاہیے کہ وہ ایک دن قضا کا روزہ رکھے۔ اس موقف کو اپنانے والے علماء کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿أَفْطَرْنَا عَلَىٰ عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ مَعْمَرٍ ثُمَّ طَلَعَتِ الشَّمْسُ ، قِيلَ لِهَشَامٍ : فَأْمُرُوا بِالْقَضَاءِ ؟ قَالَ : لَا بُدَّ مِنْ قَضَاءٍ ، وَقَالَ مَعْمَرٌ : سَمِعْتُ هِشَامًا : لَا أَدْرِي أَقَضُوا أَمْ لَا﴾ ”ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ابر تھا۔ ہم نے جب افطار کر لیا تو سورج نکل آیا۔ اس پر ہشام (راوی حدیث) سے کہا گیا کہ کیا پھر انہیں اس روزے کی قضا کا حکم ہوا تھا؟ تو انہوں نے بتلایا کہ قضا کے سوا اور چارہ کار ہی کیا تھا؟ اور معمر نے کہا کہ میں نے ہشام سے یوں سنا: مجھے معلوم نہیں کہ ان لوگوں نے قضا کی تھی کہ نہیں۔“ (۴)

(۲) خالد بن اسلم کی حدیث میں ہے کہ بلاشبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رمضان میں ایک ابراؤد دن میں افطاری کی اور یہ خیال کیا کہ شام ہوگئی ہے اور سورج غروب ہو گیا ہے۔ پھر ایک آدمی آیا اور اس نے کہا کہ بے شک سورج تو طلوع ہو چکا ہے تو انہوں نے کہا: یہ چھوٹا معاملہ ہی ہے اور بے شک ہم نے اجتہاد کر لیا تھا۔“ (۵)

(۱) [بخاری (قبل الحدیث ۱۹۵۴) کتاب الصوم : باب متى يحل فطر الصائم]

(۲) [مجموع الفتاوى (۲۱۵/۲۵)] (۳) [نیل الأوطار (۱۹۴/۳)]

(۴) [بخاری (۱۹۵۹) کتاب الصيام : باب إذا أفطر فی رمضان ثم طلعت الشمس]

(۵) [مسند شافعی (۲۷۷/۱)]

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو دوسری سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ان میں سے ایک میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ﴿مَا نَبَالِي وَنَقَضِي يَوْمًا مَكَانَهُ﴾ ”ہم پر واہ نہیں کرتے اور ہم اس کی جگہ ایک دن کی قضاء دیں گے۔“ اور دوسری روایت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق ہے کہ ﴿أَنَّهُ لَمْ يَقْضِ﴾ ”انہوں نے قضاء نہ دی۔“ پھر امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے قضاء دینے والی روایت کو ترجیح دی ہے۔ (۱)

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) جب روزہ دار کے لیے یہ واضح ہو جائے کہ اس نے غروب آفتاب سے پہلے افطاری کر لی ہے تو اس پر قضا لازم ہے کیونکہ اس نے صبح وقت میں روزہ افطار نہیں کیا..... اور اہل علم کا اتفاق ہے کہ روزہ طلوع آفتاب سے غروب آفتاب تک ہے جیسا کہ قرآن میں موجود ہے..... لہذا ایسے شخص پر لازم ہے کہ جن ایام کے متعلق اسے یقین ہو کہ اس نے ان میں غروب آفتاب سے پہلے افطاری کر لی ہے وہ ان کی قضا دے۔ اور اس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا کیونکہ اس نے جان بوجھ کر رمضان کے دن میں روزہ نہیں کھولا بلکہ اس کا روزہ کھول دینا (محض) جہالت و خطا کی وجہ سے تھا۔ (۲)

(ائمہ اربعہ) اسی کے قائل ہیں۔ (۳)

② ایسے شخص کو چاہیے کہ یہ علم ہو جانے کے بعد غروب آفتاب تک کچھ نہ کھائے۔ اس کا روزہ مکمل ہے اور اس پر کوئی قضا نہیں۔

اس موقف کو ترجیح دینے والوں نے یہ وجوہات بیان کی ہیں:

(۱) پہلی بات یہ ہے کہ ایسے شخص پر قضا کو لازم قرار دینے کے لیے کوئی واضح دلیل چاہیے جو کہ موجود نہیں۔ اور صحیح بخاری کی حدیث میں اتنا تو ذکر ہے کہ عہد رسالت میں غروب آفتاب سے پہلے روزہ افطار کر لیا گیا لیکن یہ مذکور نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے والوں کو دوبارہ روزہ رکھنے کا حکم دیا ہو۔ اور محض حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا عمل بھی قضا کے وجوب کی دلیل نہیں بن سکتا کیونکہ مجرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بھی کسی کام کو واجب قرار دینے کے لیے کافی نہیں چہ جائیکہ کسی صحابی کا عمل ہو جیسا کہ کتب اصول میں یہ بات ثابت ہے۔

(۲) دوسری بات یہ ہے کہ جو شخص دوران روزہ بھول کر کھاپی لے اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان موجود ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ نے کھلایا اور پلایا ہے جیسا کہ حدیث میں موجود ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿إِذَا نَسِيَ فَأَكْلَ وَشَرِبَ فَلْيَتِمَّ صَوْمَهُ فَإِنَّمَا أَطَعَمَهُ اللَّهُ وَسَقَاهُ﴾ ”جب کوئی بھول جائے اور کھاپی لے تو وہ اپنا روزہ پورا کرے بے شک اللہ تعالیٰ نے اسے کھلایا اور پلایا

(۲) [فتاویٰ اللجنة الدائمة (۱۰/۲۸۸-۲۹۱)]

(۱) [بیہقی فی السنن الکبریٰ (۴/۲۱۷)]

(۳) [کافی فی فقہ السنۃ للسیّد سابق (۱/۴۱۰)]

ہے۔“ (۱)

لہذا غروب آفتاب سے قبل جہالت کی بنا پر افطار کرنے والے کے متعلق بھی یہی کہا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کھلا پلا دیا ہے۔

(3) علاوہ ازیں ایک صحیح حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان بھی موجود ہے کہ جہالت و خطا کی بنا پر کیا ہوا گناہ راریگاں کر دیا جاتا ہے اور اسے لکھا نہیں جاتا۔

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إِنَّ اللَّهَ تَجَاوَزَ عَنْ أُمَّتِي الْخَطَا وَالنَّسِيَانَ وَمَا اسْتَكْبَرُوا عَلَيْهِ﴾ ”بے شک اللہ تعالیٰ نے میری امت سے خطا، نسیان (بھول کر) اور زبردستی کرائے گئے گناہ کو معاف کر دیا ہے۔“ (۲)

(4) ایک اصولی قاعدے سے بھی اس موقف کی تائید ہوتی ہے ((الأصل براءة الذمة)) اصل میں انسان تمام ذمہ داریوں سے بری ہے۔“ (۳)

مراد یہ ہے کہ جب تک قضا کی کوئی واضح دلیل نہیں مل جاتی انسان ہر ذمہ داری سے بری ہے، اُس پر قضا کو لازم نہیں کیا جاسکتا۔

(5) تاہم اگر کوئی احتیاطی طور پر اس دن کے عوض ایک دن کا روزہ رکھنا چاہے تو ہم اسے ملامت نہیں کریں گے لیکن اگر کوئی کہے کہ ایسے شخص پر ایک روزے کی قضا دینا لازم ہے تو اس کی کوئی دلیل موجود نہیں۔

(راجع) دوسرا موقف راجح معلوم ہوتا ہے۔ (واللہ اعلم)

(شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ) صحیح بخاری میں موجود حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کی حدیث کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ دو چیزوں پر دلالت کرتی ہے:

(1) اگر مطلع برآلود ہو تو یہ مستحب نہیں کہ غروب آفتاب کا یقین ہونے تک افطاری کو مؤخر کر لیا جائے۔

(2) قضا واجب نہیں کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اگر انہیں یہ حکم دیا ہوتا تو یہ پھیل جاتا جیسا کہ ان کا افطار کر لینا نقل کیا گیا ہے۔ جب ایسا کچھ منقول نہیں ہے تو یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ ﷺ نے انہیں قضا کا حکم ہی نہیں دیا۔ (۴)

-----

(۱) [بخاری (۱۹۳۳) کتاب الصوم: باب الصائم إذا أكل أو شرب ناسيا، مسلم (۱۱۵۵) ابو داؤد

(۲۳۹۸) ترمذی (۷۲۲) ابن ماجہ (۱۶۷۳) دارمی (۱۷۲۷) دارقطنی (۱۷۸۱/۲) ابن حبان (۳۵۱۹)]

(۲) [صحیح: صحیح ابن ماجہ (۱۶۶۲) کتاب الطلاق، إرواء الغلیل (۸۲) ابن ماجہ (۲۰۴۳)]

(۳) [القواعد الفقهية للدكتور يعقوب بن عبد الوهاب الباسمين]

(۴) [مجموع الفتاوى (۲۲۸/۲۵)]

(ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ) جیسے اللہ تعالیٰ نے بھولنے والے روزہ دار کو کھلا پلا دیا اسی طرح اللہ تعالیٰ نے غروب آفتاب سے قبل افطاری کرنے والے کو دن چھپا کر کھلا پلا دیا۔ (۱)

(ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ) جس نے یہ گمان کرتے ہوئے کھاپی لیا یا ہم بستری کر لی کہ رات ہے لیکن فی الحقیقت دن تھا خواہ یہ طلوع آفتاب کے وقت ہو یا غروب آفتاب کے وقت۔ دونوں صورتوں میں اس نے اپنا روزہ جان بوجھ کر باطل نہیں کیا اور دونوں صورتوں میں اس نے یہ گمان کیا کہ وہ روزے میں نہیں ہے اور بھول کر کھاپی لینے والا بھی یہی گمان کرتا ہے کہ وہ روزے میں نہیں ہے لہذا یہ دونوں برابر ہیں ان میں کوئی فرق نہیں۔

علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی ہے کہ

﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَا أَخْطَأْتُمْ بِهِ وَلَكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوبُكُمْ﴾ [الأحزاب: ۵] ”تم سے بھول چوک میں جو گناہ ہو جائے اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں البتہ گناہ وہ ہے جس کا تم ارادہ دل سے کرو۔“

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان یہ ہے کہ ”بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے میری امت سے خطا نسیان اور زبردستی کرائے گئے گناہ کو معاف کر دیا ہے۔“ اور یہی جمہور سلف کا قول ہے۔ (۲)

(البانی رحمۃ اللہ علیہ) شیخ حسین بن عودہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ (البانی رحمۃ اللہ علیہ) سے دریافت کیا کہ اگر کوئی یہ گمان کرتے ہوئے کھالے کہ سورج غروب ہو گیا ہے پھر اس کے خلاف ظاہر ہو جائے یا یہ گمان کرتے ہوئے کھالے کہ ابھی فجر طلوع نہیں ہوئی تو اس کا کیا حکم ہے۔ تو شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر وہ شخص اپنے گمان میں معذور ہو (یعنی کسی شرعی عذر کی وجہ سے اس نے کھاپی لیا ہو) تو اسے روزہ کھولنے والا شمار ہی نہیں کیا جائے گا۔ (۳)

### افطاری کے وقت دعا کی قبولیت

جس روایت میں مذکور ہے کہ ﴿أَنَّ لِلصَّائِمِ عِنْدَ فِطْرِهِ لِدَعْوَةٍ مَا تُرَدُّ﴾ ”افطاری کے وقت روزہ دار کی دعا رد نہیں کی جاتی“، وہ تو ضعیف ہونے کی بنا پر ناقابل حجت ہے۔ (۴)

تاہم وہ روایت حسن درجہ کی ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین آدمیوں کی دعا رد نہیں کی

(۱) [تہذیب السنن (۲۳۶/۳-۲۳۹) جامع الفقہ لابن القیم (۱۱۲/۳)]

(۲) [المحلی (۳۳۱/۶)؛ (مسألة: ۷۵۳)]

(۳) [الموسوعة الفقهية الميسرة (۲۸۲/۳)]

(۴) [ضعيف: ضعيف ابن ماجه (۳۸۷) كتاب الصيام: باب في الصائم لاترد دعوته؛ إرواء الغلیل (۹۲۱) ابن

ماجة (۱۷۵۳)]

جاتی: عادل حکمران روزہ دار حتیٰ کہ افطار کر لے اور مظلوم۔ (۱)

علاوہ ازیں ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر روز افطاری کے وقت لوگوں کو جنہم سے آزاد کرتے ہیں۔ (۲)

روزہ کس چیز سے افطار کیا جائے؟

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُفْطِرُ عَلَيَّ رُطَبَاتٍ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ رُطَبَاتٍ فَعَلَيَّ تَمْرَاتٍ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَمْرَاتٍ حَسَا حَسَوَاتٍ مِنْ مَاءٍ﴾ ”رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ نماز مغرب سے پہلے تازہ کھجوروں سے روزہ افطار کرتے، اگر تازہ کھجوریں نہ ہوتیں تو چھوڑوں سے روزہ کھولتے۔ اگر چھوڑوں سے بھی نہ ہوتے تو پانی کے چند گھونٹ پی لیتے۔“ (۳)

ایک صحیح روایت میں یہ بھی موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ستو گھول کر روزہ افطار کیا جیسا کہ ابھی پیچھے

بیان کیا گیا ہے۔ (۴)

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) جب انسان روزہ دار ہو اور سورج غروب ہو جائے اور افطاری کے لیے اس کے پاس سوائے پانی کے اور کچھ نہ ہو تو وہ پانی سے ہی روزہ افطار کر لے کیونکہ تریا خشک کھجوروں سے روزہ افطار کرنا مستحب ہے واجب نہیں۔ (۵)

افطاری کی دعا

(۱) روزہ کھولتے وقت رسول اللہ ﷺ یہ کلمات کہتے تھے ﴿اللَّهُمَّ إِنِّي لَكَ صُومْتُ وَعَلَى رِزْقِكَ أَفْطَرْتُ﴾ ”اے اللہ! میں نے تیرے لیے روزہ رکھا اور تیرے ہی دیے ہوئے رزق پر افطار کیا۔“ (۶)

اس دعا میں یہ الفاظ ”..... وَبِكَ آمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ.....“ کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔

(۲) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب روزہ افطار کرتے تو یہ دعا پڑھتے ”ذَهَبَ“

(۱) [حسن: ترمذی (۳۵۹۸)، کتاب الدعوات: باب فی العفو والعافیة، ابن ماجہ (۱۷۵۲) کتاب الصیام: باب

فی الصائم لا ترد دعوتہ، احمد (۳۰۵۱۲) ابن حبان (۳۴۲۸) بیہقی فی شعب الإمامان (۵۸۸) (۷۳۵۸) شیخ عبدالرزاق مہدی حفظہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ [التعلیق علی تفسیر ابن کثیر (۴۴۹/۱)]

(۲) [حسن صحیح: صحیح ابن ماجہ (۱۳۳۲) کتاب الصیام، ابن ماجہ (۱۶۴۳)]

(۳) [صحیح: صحیح أبو داود (۲۰۶۵) کتاب الصیام، أبو داود (۲۳۵۶) ترمذی (۹۶۹)]

(۴) [بخاری (۱۹۵۵) کتاب الصوم: باب متی یحل فطر الصائم]

(۵) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والإفتاء (۳۳۵/۱۰)]

(۶) [أبو داود (۲۳۵۸) کتاب الصیام: باب القول عند الإفطار، ابن ابی شیبہ (۱۰۰۳) شیخ البانی

بیان کرتے ہیں کہ یہ حدیث شواہد کی بنا پر قوی ہو جاتی ہے۔ [المشکاة (۱۹۹۴) إرواء الغلیل (۹۱۹)]

الظَّمَا وَابْتَلَّتِ الْعُرُوقُ وَثَبَتَ الْأَجْرُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ“ کہ پیاس ختم ہوگی، رگیں تر ہوگیں اور روزے کا اجر ان شاء اللہ ثابت ہو گیا۔“ (۱)

روزہ کھلوانے کا اجر

(۱) حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿مَنْ فَطَرَ صَائِمًا كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ غَيْرَ أَنَّهُ لَا يَنْقُصُ مِنْ أَجْرِ الصَّائِمِ شَيْئًا﴾ ”جس نے کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرایا اسے بھی اتنا اجر ملے گا جتنا اجر روزہ دار کے لیے ہوگا اور روزہ دار کے اجر سے کوئی چیز کم نہ ہوگی۔“ (۲)

(۲) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿مَنْ فَطَرَ صَائِمًا أَوْ جَهَّزَ عَازِيًا فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ﴾ ”جس کسی نے کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرایا یا کسی مجاہد کو سامان دیا تو اس کو اس کے برابر ثواب ملے گا۔“ (۳)

(ابن قدامہ رحمہ اللہ) کسی روزہ دار کا روزہ کھلوانا مستحب ہے۔ (۴)

روزہ افطار کرانے والے کو یہ دعا دیں

(۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کسی کے گھر روزہ افطار کرتے تو یہ دعا دیتے ”أَفْطَرَ عِنْدَكُمْ الصَّائِمُونَ وَآكَلَ طَعَامَكُمْ الْأَبْرَارُ وَتَنَزَّلَتْ عَلَيْكُمْ الْمَلَائِكَةُ“ کہ روزہ دار تمہارے ہاں افطاری کرتے رہیں، نیک لوگ تمہارا کھانا کھاتے رہیں اور اللہ کے فرشتے تمہارے لیے (رحمتیں لے کر) اترتے رہیں۔ (۵)

(۲) حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے پاس روزہ افطار کیا اور پھر (انہیں) یہ دعا دی ”أَفْطَرَ عِنْدَكُمْ الصَّائِمُونَ وَآكَلَ طَعَامَكُمْ الْأَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَيْكُمْ الْمَلَائِكَةُ“ کہ روزہ دار تمہارے ہاں افطاری کرتے رہیں، نیک لوگ تمہارا کھانا کھاتے رہیں اور اللہ کے فرشتے تمہارے لیے دعائیں کرتے رہیں۔“ (۶)

(۱) [حسن: صحيح أبو داود (۲۰۶۶) كتاب الصيام: باب القول عند الإفطار؛ أبو داود (۲۳۵۷)]

(۲) [صحيح: صحيح ترمذی (۶۴۷) كتاب الصوم، ترمذی (۸۰۷) ابن ماجه (۱۷۴۶)]

(۳) [حسن صحيح: هداية الرواة (۳۲۳/۲) بيهقي في السنن (۲۴۰/۴) احمد (۱۱۴/۴)]

(۴) [المغنى لابن قدامة (۴۳۸/۴)]

(۵) [صحيح: احمد (۱۱۸۳) بيهقي (۲۳۹/۴) شيخ شعيب الزوهد و حفظه الله تعالى نے اسے صحیح کہا ہے۔ [مسند احمد محقق]

(۶) [صحيح: صحيح ابن ماجه (۱۴۱۸) ابن ماجه (۱۷۴۷) أبو داود (۳۸۵۴) شيخ الباني نے ”أفطر رسول

الله“ کے الفاظ کے علاوہ باقی حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔]

## روزہ دار کے لیے جائز افعال کا بیان

## باب ما یباح للصائم

مبالغے کے بغیر کھلی کرنا اور ناک میں پانی چڑھانا

(1) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ هَشَشْتُ فَنَبَلْتُ وَ اَنَا صَائِمٌ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ اصْنَعْتُ الْيَوْمَ اَمْرًا عَظِيْمًا قَبَلْتُ وَ اَنَا صَائِمٌ فَقَالَ اَرَايْتَ لَوْ مَضْمَضْتَ مِنَ الْمَاءِ وَ اَنْتَ صَائِمٌ قُلْتُ لَا بَأْسَ بِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَمَهْ؟ ﴾ ”میرا دل چاہا اور میں نے روزے کی حالت میں (اپنی بیوی کا) بوسہ لے لیا۔ میں نے کہا اے اللہ کے رسول! میں نے آج بہت بڑا (برا) کام کیا ہے، میں نے روزے کی حالت میں بوسہ لے لیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے بتاؤ اگر تم دوران روزہ کھلی کر لو تو؟ میں نے کہا، کھلی میں تو کوئی حرج نہیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پھر کون سی چیز میں حرج ہے؟ (مراد یہ ہے کہ جب کھلی کرنے میں کوئی حرج نہیں تو بوسہ لینے میں بھی کوئی حرج نہیں)۔“ (۱)

(شوکانی رضی اللہ عنہ) حدیث کے ان الفاظ ﴿ اَرَايْتَ لَوْ مَضْمَضْتَ مِنَ الْمَاءِ ﴾ میں ایک گہری نقد کی طرف اشارہ ہے اور وہ یہ ہے کہ کھلی کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (۲)

امام حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (( لَا بَأْسَ بِالْمَضْمَضَةِ وَ التَّبَرُّدِ لِلصَّائِمِ )) ”روزہ دار کے لیے کھلی کرنے اور ٹھنڈک حاصل کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔“ (۳)

امام عطاء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (( اِنْ تَمَضْمَضَ ثُمَّ اَفْرَغَ مَا فِي فِيهِ مِنَ الْمَاءِ لَا يَضِيْرُهُ اِنْ لَمْ يَزِدْ رِيْقَهُ وَ مَا ذَا بَقِيَ فِي فِيهِ )) ”اگر اس (یعنی روزہ دار) نے کھلی کی اور منہ سے سارا پانی نکال دیا تو کوئی نقصان نہیں ہوگا بشرطیکہ وہ اپنا تھوک اور جو اس کے منہ میں (پانی کی تری) رہ گئی ہے اسے نہ نلگے۔“ (۴)

(2) حضرت لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ اَسْبِغِ الوُضُوْءَ وَ بِالْبِغِ فِي الْاَسْتِنْسَاقِ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ صَائِمًا ﴾ ”وضوء اچھی طرح پورا کرو اور ناک میں اچھی طرح پانی چڑھایا کرو مگر روزے کی حالت میں (ایسا نہ کیا کرو)۔“ (۵)

(۱) [صحیح: صحیح ابو داؤد (۲۰۸۹) ابو داؤد (۲۳۸۵) احمد (۲۱/۱) حاکم (۴۳۱/۱)]

(۲) [نیل الأوطار (۱۸۲/۳)] (۳) [بخاری (قبل الحدیث / ۱۹۳۰)]

(۴) [بخاری (قبل الحدیث / ۱۹۳۵) کتاب الصوم: باب قول النبی ﷺ اِذَا تَوَضَّأَ فَلْيَسْتَشِقْ]

(۵) [صحیح: صحیح ابن ماجہ (۳۲۸) ابن ماجہ (۴۰۷) ابو داؤد (۲۳۶۶) ترمذی (۷۸۸) احمد

[(۱۷۸۶۳)]



(سید سابق رحمۃ اللہ علیہ) دوران روزہ کھلی کرنا اور ناک میں پانی چڑھانا جائز ہے لیکن ان میں مبالغہ کرنا مکروہ ہے۔ (۱)  
روزے کی حالت میں مبالغے کے ساتھ ناک میں پانی چڑھانے سے اس لیے منع کیا گیا ہے تاکہ کہیں پانی گلے  
میں نہ اتر جائے اور پھر اس سے روزہ ٹوٹ جائے۔ مبالغے کے بغیر ناک میں پانی چڑھانے میں کوئی حرج نہیں۔

(بخاری رحمۃ اللہ علیہ) انہوں نے باب قائم کیا ہے کہ ”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ جب کوئی وضو کرے تو ناک میں پانی  
چڑھائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ دار اور غیر روزہ دار میں کوئی فرق نہیں کیا۔“ (۲)

شرح کبیر میں ہے کہ کھلی کرنا اور ناک میں پانی چڑھانا بلا اختلاف روزہ نہیں توڑتا خواہ انسان وضو میں  
ایسا کرے یا اس کے علاوہ۔ (۳)

(ابن منذر رحمۃ اللہ علیہ) علمائے اجماع کیا ہے کہ روزہ دار پر ایسی چیز نگلنے میں کچھ نہیں ہے جو تھوک کے ساتھ ہو یا  
دانتوں کے درمیان ہو یا جسے نکالنے کی وہ طاقت نہ رکھتا ہو۔ (۴)

(ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ) اگر کوئی (دوران روزہ) وضوء کرتے ہوئے کھلی کرے یا ناک میں پانی چڑھائے اور پانی بغیر  
قصد و اسراف کے حلق تک پہنچ جائے تو اس پر کچھ نہیں ہے۔ ائمہ عظام رحمۃ اللہ علیہم اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہی  
بات مروی ہے۔ (۵)

درست موقف بھی یہی ہے کہ ایسے شخص کا روزہ نہیں ٹوٹتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ﴿لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ  
نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾ [البقرة: ۲۸۶] ”اللہ تعالیٰ کسی نفس پر تکلیف نہیں ڈالتا مگر اس کی وسعت و طاقت کے  
مطابق۔“ اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی اس کی دلیل ہے کہ ﴿مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ﴾  
[الحج: ۷۸] ”اللہ تعالیٰ نے تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں بنائی۔“

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) جس نے کھلی کی یا ناک میں پانی چڑھایا اور بلا اختیار پانی اس کے حلق میں چلا گیا تو  
اس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا۔ (۶)

(شیخ ابن شمیم رحمۃ اللہ علیہ) اگر روزہ دار کھلی کرے یا ناک میں پانی چڑھائے اور پانی اس کے پیٹ میں داخل ہو جائے

(۱) [فقہ السنۃ (۱/۴۰۶)] (۲) [بخاری (قبل الحدیث ۱۹۳۵)]

(۳) [الشرح الکبیر (۳/۴۴۳)] (۴) [فتح الباری (۴/۱۶۱)]

(۵) [المغنی لابن قدامة (۳/۴۴۳)] مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: الأم للشافعی (۲/۱۳۸) الحواوی (۳/۴۵۷)

المبسوط (۳/۶۶۳) بدائع الصنائع (۲/۹۱۲) الکافی لابن عبد البر (ص ۲۱۱) الإنصاف فی معرفة الراجح من  
الخلافا (۳/۳۰۹)

(۶) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والإفتاء (۱۰/۲۷۵)]

تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا کیونکہ اس نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا۔ (۱)

تیل لگانا اور کنگھی کرنا

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں کہ (( قَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ: إِذَا كَانَ صَوْمٌ أَحَدِكُمْ فَلْيُصْبِحْ دَهِنًا مُتَرَجَّلًا )) ”حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو اسے چاہیے کہ یوں صبح کرے کہ اس نے تیل لگایا ہو اور کنگھی کی ہو۔“ (۲)

(ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ) انہوں نے روزہ دار کے لیے تیل لگانا جائز قرار دیا ہے۔ (۳)

(سعودی فتویٰ کمیٹی) جس نے رمضان کے دن میں دورانِ روزہ تیل لگایا اس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا۔ (۴)

(شیخ ابن جبرین رحمۃ اللہ علیہ) بوقتِ ضرورت اگر روزہ دار تیل لگالے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ (۵)

خوشبو لگانا

(ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ) روزہ دار کے لیے خوشبو لگانا جائز ہے۔ (۶)

(شیخ ابن تیمین رحمۃ اللہ علیہ) دورانِ روزہ خوشبو کے استعمال میں کوئی حرج نہیں۔ (۷)

(ابن باز رحمۃ اللہ علیہ) اسی کے قائل ہیں۔ (۸)

گرمی کی وجہ سے غسل کرنا

ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ ﴿رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَصُبُّ الْمَاءَ عَلَى رَأْسِهِ مِنَ الْحَرِّ وَهُوَ صَائِمٌ﴾ ”میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ گرمی کی وجہ سے اپنے سر پر پانی بہا رہے تھے اور آپ روزہ دار تھے۔“ (۹)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں کہ (( وَبَلَ ابْنُ عُمَرَ نَوْبًا فَأَلْقَاهُ عَلَيْهِ وَهُوَ صَائِمٌ وَدَخَلَ الشَّعْبِيُّ الْحَمَامَ وَهُوَ صَائِمٌ )) ”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک کپڑا تر کر کے اپنے جسم پر ڈالا حالانکہ وہ روزہ دار تھے اور امام رحمۃ اللہ علیہ روزہ دار تھے لیکن (غسل کے لیے) حمام میں داخل ہو گئے۔“ (۱۰)

(۱) [فتاویٰ اسلامیہ (۱۲۵/۲)] (۲) [بخاری (قبل الحدیث ۱۹۳۰/۱) کتاب الصوم]

(۳) [مجموع الفتاویٰ (۲۴۱/۲۵)] (۴) [فتاویٰ اللجنة الدائمة (۲۵۳/۱۰)]

(۵) [فتاویٰ اسلامیہ (۱۲۷/۲)] (۶) [تفصیل کے لیے دیکھیے: مجموع الفتاویٰ (۲۴۱/۲۵)]

(۷) [فتاویٰ اسلامیہ (۱۲۸/۲)] (۸) [فتاویٰ اسلامیہ (۱۲۸/۲)]

(۹) [صحیح: صحیح أبو داود (۲۰۷۲) أبو داود (۲۳۶۵) أحمد (۴۷۵/۳)]

(۱۰) [بخاری (قبل الحدیث ۱۹۳۰/۱) کتاب الصیام: باب اغتسال الصائم]

(شوکانی رحمۃ اللہ علیہ) پہلی حدیث کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس میں یہ ثبوت ہے کہ روزہ دار کے لیے اپنے کچھ یا سارے بدن پر پانی بہا کر گرمی کو ختم کرنا جائز ہے۔

علماء کی اکثریت اسی کی قائل ہے اور انہوں نے واجب، مسنون اور مباح غسلوں کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا۔

(۱) ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ روزہ دار کے غسل کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔ (۱)

(سعودی فتویٰ کمیٹی) روزہ دار کے لیے رمضان کے دن میں پانی اور صابن کے ساتھ غسل کرنا جائز ہے۔ (۲)

حالت جنابت میں روزہ رکھنا اور بعد میں غسل کرنا

حالت جنابت میں سحری کھا کر روزہ رکھ لینا اور بعد میں غسل کر لینا جائز ہے۔

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَذْرُكُهُ الْفَجْرُ وَهُوَ جُنْبٌ مِنْ أَهْلِهِ ثُمَّ يَغْتَسِلُ وَيَصُومُ﴾ ”رسول اللہ کو (بعض اوقات) اس حالت میں فجر ہو جاتی کہ آپ ہم بستری کرنے کی وجہ سے جنبی ہوتے (ایسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سحری کھا لیتے) پھر غسل کر کے روزہ رکھ لیتے۔“ (۳)

(۲) حضرت ابو بکر بن عبد الرحمن بیان کرتے ہیں کہ میرے باپ عبد الرحمن مجھے ساتھ لے کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ﴿أَشْهَدُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِنْ كَانَ لَيُصْبِحُ جُنْبًا مِنْ جَمَاعٍ غَيْرِ احْتِلَامٍ ثُمَّ يَصُومُ﴾ ”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنبی ہونے کی حالت میں صبح کرتے، احتلام کی وجہ سے نہیں بلکہ جماع کی وجہ سے۔ پھر آپ روزہ رکھتے (یعنی فجر کی نماز سے پہلے سحری کا وقت نکل جانے کے بعد غسل کرتے)۔“ (۴)

(جمہور، نووی رحمۃ اللہ علیہ) بلاشبہ جس نے جنابت کی حالت میں صبح کی اس کا روزہ صحیح ہے اور اس پر کوئی قضاء نہیں ہے قطع نظر اس سے کہ وہ جماع وہم بستری کی وجہ سے جنبی ہوا ہو یا کسی اور وجہ سے۔ (۵)

واضح رہے کہ جس روایت میں مذکور ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ﴿مَنْ أذْرَكَهُ الْفَجْرُ جُنْبًا

(۱) [المعنى (۴۰/۳)]

(۲) [تناوی اللحنۃ الدائمة للبحوث العلمیة والإفتاء (۲۷۱/۱۰)]

(۳) [بخاری (۱۹۲۶) کتاب الصوم: باب الصائم یصبح جنباً، مسلم (۱۱۰۹) ابو داؤد (۲۳۸۸) ترمذی

(۷۷۹) احمد (۳۶/۶) دارمی (۳۴۵/۱) حمیدی (۱۰۱/۱) شرح معانی الآثار (۱۰۳/۲)]

(۴) [بخاری (۱۹۳۱) کتاب الصوم: باب اغتسال الصائم، مسلم (۱۱۰۹) طبرانی کبیر (۵۸۸/۲۳)]

(۵) [نیل الأوطار (۱۸۶/۳)]

فَلَا يَصُمْ ﴿ جسے حالت جنابت میں فجر ہو جائے وہ روزہ نہ رکھے۔ (۱)﴾

امام ابن منذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے متعلق سب سے اچھی بات جو میں نے سنی ہے وہ یہ ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہو چکی ہے کیونکہ ابتدائے اسلام میں رات کو سو جانے کے بعد روزہ دار پر کھانے اور پینے کی طرح جماع بھی حرام تھا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے جماع کو طلوع فجر تک جائز قرار دے دیا تو جنبی کے لیے غسل کے بغیر صبح کرنا جائز ہو گیا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہی فتویٰ دیا کرتے تھے جو انہوں نے فضل بن عباس رضی اللہ عنہ سے پہلے معاملے کے مطابق سن رکھا تھا اور انہیں نسخ کا علم نہیں تھا۔ پھر جب انہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کا علم ہوا تو انہوں نے اس کی طرف رجوع کر لیا۔ (۲)

(ابن حجر رضی اللہ عنہ) انہوں نے اسی بات کو ترجیح دی ہے۔ (۳)

(شوکانی رضی اللہ عنہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا اپنے فتوے سے رجوع کر لینا بھی نسخ کے دعوے کی تائید کرتا ہے۔ (۴)

یاد رہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا اپنے فتوے سے رجوع کر لینا حدیث کی معتبر کتابوں میں موجود ہے۔ (۵)

### سینگی یا چھینا لگوانا

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ﴿أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اِخْتَجَمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ وَ اِخْتَجَمَ وَهُوَ صَائِمٌ﴾ ”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام میں اور روزے کی حالت میں چھینا لگوایا۔“

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿اِخْتَجَمَ النَّبِيُّ ﷺ وَهُوَ صَائِمٌ﴾ ”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے روزے کی حالت میں چھین لگوائے۔“ (۶)

(۲) ثابت بنانی سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ کیا آپ لوگ روزہ کی حالت میں چھینا لگوانے کو مکروہ سمجھا کرتے تھے؟ آپ نے جواب دیا کہ نہیں البتہ کمزوری کے خیال سے (یعنی اگر کمزوری ہو جانے کا اندیشہ ہو تو پھر ناپسندیدہ ہے)۔ شاہ نے ان الفاظ کی زیادتی کی ہے کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا کہ (ایسا ہم) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کرتے تھے۔ (۷)

(۱) [مسلم (۱۱۰۹) کتاب الصیام: باب صحة صوم من طلع عليه الفجر وهو جنب، بخاری (۱۹۲۶)]

(۲) [تلخیص الحبیر (۴۴۴/۲) شرح مسلم للنووی (۴۴۳/۴)]

(۳) [ایضاً] (۴) [تیل الأوطار (۱۸۶/۳)]

(۵) [مسلم (بعد الحدیث / ۱۱۰۹) کتاب الصیام: باب صحة صوم من طلع عليه الفجر وهو جنب، نسائی

فی السنن الكبرى (۱۷۹/۲ - ۱۸۰) (۲۹۳۶، ۲۹۳۵) مصنف ابن ابی شیبہ (۹۵۷۵)]

(۶) [بخاری (۱۹۳۸، ۱۹۳۹) کتاب الصوم: باب الحمامة والقی للصائم، أبو داود (۲۳۷۲) ترمذی (۷۷۵)]

(۷) [بخاری (۱۹۴۰) کتاب الصوم: باب الحمامة والقی للصائم، أبو داود (۲۳۷۵)]

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے مروی جس روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿ أَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُومُ ﴾ ”پچھنے لگانے والے اور لگوانے والے دونوں نے روزہ توڑ دیا۔“ (۱)

اسی طرح حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی جس روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان میں ایک آدمی کے پاس آئے وہ (روزے کی حالت میں) پچھنے لگوار ہا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ أَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُومُ ﴾ ”پچھنے لگانے والے اور لگوانے والے دونوں نے روزہ توڑ دیا۔“ (۲)

ان میں قوی تر احتمال یہی ہے کہ یہ اور اس طرح کی تمام روایات منسوخ ہو چکی ہیں۔

(جمہور، مالک، شافعی، ابوحنیفہ رضی اللہ عنہم) اسی کے قائل ہیں۔ (۳)

اس موقف کی مزید تائید حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ ﴿ أَنَّهُ ﷺ رَخَّصَ فِي الْحِجَامَةِ لِلصَّائِمِ ﴾ ”آپ ﷺ نے روزہ دار کے لیے پچھنے لگوانے کی اجازت دی۔“ (۴)

ایک روایت میں ہے کہ ابو متوکل ناجی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روزہ دار کے پچھنے لگوانے کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ اس میں کوئی قباحت نہیں۔“ (۵)

(ابن حزم رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بغیر کسی شک کے صحیح ہے کہ ”پچھنے لگانے اور لگوانے والے نے روزہ توڑ دیا۔“ لیکن ہمیں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث بھی ملی ہے کہ ”نبی کریم ﷺ نے روزہ دار کے لیے پچھنے لگوانے کی رخصت دی ہے۔“ اور اس کی سند بھی صحیح ہے۔ لہذا اس پر عمل کرنا واجب ہے کیونکہ رخصت عزیمت کے بعد ہی ہوتی ہے۔ پس یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ پچھنے سے روزے کا ٹوٹنا منسوخ ہو چکا ہے خواہ وہ پچھنے لگانے والا ہو یا لگوانے والا۔ (۶)

(البانی رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ پچھنے لگوانے سے روزہ ٹوٹ جانے والی حدیث منسوخ ہو چکی ہے اور اس کی ناسخ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی (گذشتہ) حدیث ہے۔ (۷)

(۱) [ترمذی (۷۷۳) کتاب الصوم: باب ماجاء فی کراہیة الحجامۃ للصائم، ابن خزيمة (۱۹۶۴) حاکم (۴۲۸/۱) بیہقی (۲۶۵/۴) ابن خزيمة (۱۹۶۴)؛ (۲۲۷/۳) امام حاکم نے اسے صحیحین کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ امام ترمذی نے اسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔ امام ابن خزیمہ اور امام ابن حبان رحمہما اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔]

(۲) [ابو داؤد (۲۳۶۷) کتاب الصوم: باب فی الصائم ینتحم، ابن ماجہ (۱۶۸۰) احمد (۲۷۷/۵-۲۸۰) امام حاکم نے اسے صحیحین کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ امام ذہبی نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔ امام ابن خزیمہ اور امام ابن حبان رحمہما اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔]

(۳) [نیل الأوطار (۱۷۱/۳) تحفة الأحوذی (۵۶۳/۳) المحلی بالآثار (۳۳۵/۴)]

(۴) [صحیح: إرواء الغلیل (۷۴/۴)] (۵) [صحیح: إرواء الغلیل (۷۴/۴)]

(۶) [کما فی فتح الباری (۱۵۵/۴)] (۷) [مختصر بخاری (۴۵۵/۱)]

معلوم ہوا کہ دورانِ روزہ پچھنے لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، جمہورِ علما کی یہی رائے ہے۔ البتہ امام احمدؒ کا کہنا ہے کہ پچھنے لگوانے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔<sup>(۱)</sup> ان کا یہ موقف اہل علم کی نظر میں مرجوح ہے۔

### سرمہ لگانا

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَكْتَحَلَ فِي رَمَضَانَ وَهُوَ صَائِمٌ﴾ ”نبی ﷺ نے ماہِ رمضان میں روزے کی حالت میں سرمہ لگایا۔“<sup>(۲)</sup>

اگر مذکورہ حدیث صحیح ہے تو واضح طور پر اس سے دورانِ روزہ سرمہ لگانے کا جواز نکلتا ہے اور اگر اس میں ضعف بھی ہے تب بھی اصل براءت ہی ہے لہذا سرمہ لگانا جائز ہے اور کسی صحیح حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ سرمہ لگانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

(۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿أَنَّهُ كَانَ يَكْتَحِلُ وَهُوَ صَائِمٌ﴾ ”وہ روزے کی حالت میں بھی سرمہ لگایا کرتے تھے۔“<sup>(۳)</sup>

(۳) امام اعظمؒ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے ساتھیوں میں سے کسی کو نہیں دیکھا کہ وہ روزہ دار کے لیے سرمہ ناپسند کرتا ہو اور امام ابراہیم نخعیؒ یہ رخصت دیا کرتے تھے کہ روزہ دار صبر (یعنی ایلوے کی بوٹی) کا سرمہ ڈال لے۔<sup>(۴)</sup> (حسن بصریؒ) فرماتے ہیں کہ روزہ دار کے لیے سرمہ لگانے میں کوئی قباحت نہیں۔<sup>(۵)</sup>

(بخاریؒ) فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ، امام حسن بصریؒ اور امام ابراہیم نخعیؒ روزہ دار کے لیے سرمہ لگانے میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتے تھے۔<sup>(۶)</sup>

(جمہور، احناف، شافعی، شوکانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔<sup>(۷)</sup>

(ابن تیمیہؒ) سرمہ لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔<sup>(۸)</sup>

(ابن تدامہؒ) اگر کوئی سرمہ کا ذائقہ اپنے حلق میں محسوس کرے یا اسے سرمہ کے حلق میں پہنچ جانے کا علم ہو

(۱) [تحفة الأحوذی (۵۶۳/۳)]

(۲) [صحیح: صحیح ابن ماجہ (۱۳۶۰) کتاب الصیام: باب ماجاء فی السواک و الکحل للصائم، ابن ماجہ (۱۶۷۸)] حافظ بومیرٹی سے اسے ضعیف کہا ہے۔ [مصباح الزجاجة (۱۳۲۲)]

(۳) [حسن موقوف: صحیح ابو داؤد (۲۰۸۲) کتاب الصیام: باب فی الکحل عند النوم للصائم، ابو داؤد (۲۳۷۸)]

(۴) [حسن: صحیح ابو داؤد (۲۰۸۳) کتاب الصیام: باب فی الکحل عند النوم للصائم، ابو داؤد (۲۳۷۹)]

(۵) [عبد الرزاق بإسناد صحیح کما قال الحافظ فی فتح الباری (۱۵۴/۱)]

(۶) [بخاری (قبل الحدیث / ۱۹۳۰) کتاب الصوم: باب اغتسال الصائم]

(۷) [مجموع الفتاوی (۲۴۱/۲۵)]

(۸) [نبیل الأوطار (۱۷۷/۳)]

جائے تو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا بصورت دیگر نہیں۔ (۱)

(البانی رحمۃ اللہ علیہ) شیخ حسین بن عودہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ (البانی رحمۃ اللہ علیہ) سے دریافت کیا کہ ان لوگوں کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے جو کہتے ہیں کہ سرمہ اور قطرے روزہ نہیں توڑتے خواہ انسان اس کا ذائقہ حلق میں محسوس کرے یا نہ کرے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ یہ بات اسی طرح ہے، لیکن جب وہ اس کا ذائقہ محسوس کرے تو اسے پھینک دے اور اسے لگانا جائز نہیں۔ حاضرین میں سے ایک بھائی نے عرض کیا کہ کیا اگر وہ اسے نگل جائے تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا تو شیخ نے فرمایا: ہاں۔ (۲)

(سعودی فتویٰ کمیٹی) رمضان کے دن میں دوران روزہ اگر کسی نے سرمہ ڈالا تو اس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا۔ (۳)

(شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ) علماء کے صحیح قول کے مطابق مطلق طور پر سرمہ عورت اور مرد کا روزہ نہیں توڑتا لیکن روزہ دار کے لیے افضل یہ ہے کہ وہ اسے رات کو استعمال کرے۔ (۴)

(شیخ ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ) اسی کے قائل ہیں۔ (۵)

(سید سابق رحمۃ اللہ علیہ) دوران روزہ سرمہ لگانا جائز ہے۔ (۶)

تاہم کچھ علمائے دوران روزہ سرمہ لگانے کو مکروہ کہا ہے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ ان کی یہ بات درست نہیں کیونکہ جس روایت سے انہوں نے استدلال کیا ہے وہ ضعیف ہے اور اس روایت میں یہ لفظ ہے ﴿لِيَتَّقِيَ الصَّائِمُ﴾ ”روزہ دار سر سے بچے۔“ (۷)

بیوی کا بوسہ لینا اور مباشرت کرنا اُس کے لیے جو ضبطِ نفس کی طاقت رکھتا ہو

واضح رہے کہ روزے کی حالت میں جس مباشرت کی اجازت ہے اس سے مراد اپنی بیوی کے ساتھ لینا اور اس کے جسم کے ساتھ جسم ملانا ہے۔ جماع و دخول ہرگز جائز نہیں ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ﴿يَسْحَرُمُ عَلَيْهِ فَرْجُهَا﴾ ”روزہ دار پر بیوی کی شرمگاہ حرام ہے۔“ (۸)

(۱) [المغنی لابن قدامة (۳۵۳/۴)] (۲) [الموسوعة الفقهية الميسرة (۲۹۳/۳)]

(۳) [فتاویٰ للحنہ الدائمة (۲۵۳/۱۰)] (۴) [مجموع الفتاویٰ لابن باز (۳۴۹/۱۱)]

(۵) [فتاویٰ اسلامیة (۱۲۷/۲)] (۶) [فقه السنة (۴۰۶/۱)]

(۷) [ضعیف: ضعیف ابو داود (۵۱۴) کتاب الصوم: باب فی الکحل عند النوم للصائم؛ ابو داود (۲۳۷۷)]

اس حدیث کے متعلق امام ابو داؤد نے خود ہی وضاحت فرمادی ہے کہ امام یحییٰ بن معین نے مجھ سے کہا کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔

(۸) [بخاری تعلیقاً (قبل الحدیث ۱۹۲۷) کتاب الصوم: باب المباشرة للصائم]

ایک اور حدیث میں اس کی مزید وضاحت موجود ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں ﴿أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُبَاشِرُ وَهُوَ صَائِمٌ ثُمَّ يَجْعَلُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا ثَوْبًا يَعْنِي الْفَرْجَ﴾ ”نبی کریم ﷺ مباشرت کرتے تھے اور آپ روزہ دار ہوتے تھے۔ آپ اپنے درمیان اور (اپنی بیوی کی) شرمگاہ کے درمیان کوئی کپڑا رکھ لیتے۔“ (۱) (البانی رحمہ اللہ) اس حدیث میں ایک اہم فائدہ موجود ہے اور وہ مباشرت کی تفسیر ہے (یعنی دوران روزہ جس مباشرت کی اجازت ہے وہ یہ کہ) روزہ دار اپنی بیوی کو شرمگاہ کے علاوہ چھوئے۔ (۲)

حکیم بن عقال بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ روزے کی حالت میں میری بیوی سے مجھ پر کیا حرام ہے؟ تو انہوں نے جواب میں کہا کہ ﴿فَرَجَهَا﴾ ”اس کی شرمگاہ۔“ (۳) دوران روزہ اپنی بیوی کا بوسہ لینے اور اس سے مباشرت کے جواز کے مزید دلائل حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ﴿كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُقَبِّلُ وَيُبَاشِرُ وَهُوَ صَائِمٌ وَكَانَ أَمْلَكُكُمْ لَارِيَهُ﴾ ”نبی کریم ﷺ روزہ دار ہوتے لیکن (اپنی ازواج مطہرات کا) بوسہ لیتے اور ان کے ساتھ مباشرت کرتے (یعنی ان کے جسم کے ساتھ جسم ملاتے) اور آپ ﷺ تم سب سے زیادہ اپنی خواہشات پر قابو رکھنے والے تھے۔“ (۴)

(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ﴿إِنْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَيُقَبِّلُ بَعْضَ أَرْوَاجِهِ وَهُوَ صَائِمٌ ثُمَّ ضَحِكْتُ﴾ ”رسول اللہ ﷺ روزہ دار ہونے کے باوجود اپنی بعض بیویوں کا بوسہ لے لیا کرتے تھے پھر آپ ہنسیں۔“ (۵)

(۳) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ﴿بَيْنَمَا أَنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي الْخَمِيْلَةِ إِذْ حَضَتْ فَأَنْسَلْتُ فَأَخَذْتُ ثِيَابَ حَيْضَتِي فَقَالَ: مَا لَكَ أَنْفُسْتِ؟ قُلْتُ نَعَمْ فَدَخَلَتْ مَعَهُ فِي الْخَمِيْلَةِ وَكَانَتْ هِيَ وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَغْتَسِلَانِ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ وَكَانَ يُقَبِّلُهَا وَهُوَ صَائِمٌ﴾ ”میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک چادر میں لیٹی ہوئی تھی کہ مجھے حیض آ گیا۔ اس لیے میں چپکے سے نکل گئی اور اپنا حیض کا کپڑا پہن لیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا بات ہو گئی ہے، کیا حیض آ گیا ہے؟ میں نے کہا ہاں، پھر میں آپ ﷺ کے ساتھ ایک چادر میں داخل ہو گئی۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور رسول اللہ ﷺ ایک ہی برتن سے

(۱) [حسن: الصحيحه (۲۲۱)] (۲) [نظم الفرائد (۵۲۶/۱)]

(۳) [صحيح: الصحيحه (تحت الحديث / ۲۲۱) طحاوی (۳۴۷/۱)]

(۴) [بخاری (۱۹۲۷) كتاب الصوم: باب المباشرة للصائم، مسلم (۱۱۰۶) ابن ماجه (۱۶۸۷)]

(۵) [بخاری (۱۹۲۸) كتاب الصوم: باب القبلة للصائم، مسلم (۱۱۰۶) احمد (۲۴۱۶۵) ابن ابی شیبہ (۵۹/۳)]



عسل جنابت کر لیا کرتے تھے اور آپ ﷺ روزہ دار ہونے کے باوجود ان کا بوسہ لے لیا کرتے تھے۔“ (۱)

(4) حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا روزہ دار (اپنی بیوی کا) بوسہ لے سکتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ اس (یعنی ام سلمہ رضی اللہ عنہا) سے پوچھو۔ انہوں نے اسے بتلایا کہ رسول اللہ ﷺ ایسا کرتے ہیں۔ اس نے کہا اے اللہ کے رسول! یقیناً اللہ تعالیٰ نے آپ کے تو اگلے اور پچھلے گناہ معاف فرمادیئے ہیں (اس لیے آپ ایسا کر سکتے ہیں)۔ آپ نے فرمایا کہ خبردار! اللہ کی قسم! میں تم میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ رکھنے والا ہوں اور سب سے زیادہ اس سے ڈرتا ہوں (جب میں یہ سب کرتا ہوں تو تم بھی کر سکتے ہو)۔“ (۲)

(5) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرا دل چاہا اور میں نے روزے کی حالت میں (اپنی بیوی کا) بوسہ لے لیا۔ میں نے کہا اے اللہ کے رسول! میں نے آج بہت بڑا (برا) کام کیا ہے، میں نے روزے کی حالت میں بوسہ لے لیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے بتاؤ اگر تم دوران روزہ کلی کر لو تو؟ میں نے کہا، کلی میں تو کوئی حرج نہیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پھر کون سی چیز میں حرج ہے؟ (مراد یہ ہے کہ جب کلی کرنے میں کوئی حرج نہیں تو بوسہ لینے میں بھی کوئی حرج نہیں)۔ (۳)

(6) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ﴿كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُقَبِّلُنِي وَهُوَ صَائِمٌ وَأَنَا صَائِمَةٌ﴾  
 ”رسول اللہ ﷺ دوران روزہ میرا بوسہ لیتے تھے اور میں بھی روزہ دار ہوتی تھی۔“ (۴)

(شیح ابن شہین رحمہ اللہ) اپنی بیوی کا بوسہ لینے سے کوئی روزہ دار گناہ گار نہیں ہوتا خواہ جوان ہو یا بوڑھا۔ (۵)

ان تمام صحیح احادیث سے ثابت ہوا کہ روزہ دار اپنی بیوی کا بوسہ لے سکتا ہے اور اس کے جسم کے ساتھ جسم بھی ملا سکتا ہے۔ تاہم ایسا نوجوان جسے یہ اندیشہ ہو کہ وہ اپنے نفس پر قابو نہیں رکھ سکے گا اور جماع میں مبتلا ہو سکتا ہے تو اسے اس عمل سے اجتناب کرنا چاہیے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ عَنِ الْمُبَاشَرَةِ لِلصَّائِمِ؟ فَرَخَّصَ لَهُ وَأَنَّهُ آخِرُ فَسَأَلَهُ فَفَنَهَاهُ ، فَإِذَا الَّذِي رَخَّصَ لَهُ شَيْخٌ وَ الَّذِي نَهَاهُ شَابٌ﴾ ”ایک آدمی نے نبی ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا روزہ دار اپنی بیوی سے بغلگیر ہو سکتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے اسے رخصت دے دی۔ آپ ﷺ کے پاس ایک اور آدمی آیا اس نے بھی یہی سوال کیا تو

(۱) [بخاری (۱۹۲۸) کتاب الصوم: باب القبلة للصائم، مسلم (۱۱۰۶)]

(۲) [مسلم (۱۱۰۸) کتاب الصيام، بیہقی (۲۳۴/۱۴) ابن حبان (۳۵۳۸) تحفة الأشراف (۱۰۶۸۳)]

(۳) [صحیح: صحیح ابو داود (۲۰۸۹) کتاب الصيام: باب القبلة للصائم، ابو داود (۲۳۸۵) احمد

(۲۱/۱) دارمی (۱۳/۲) حاکم (۴۳۱/۱) ابن حبان (۹۰۵) الموارد (ابن خزیمہ (۱۹۹۹)]

(۴) [صحیح: صحیح ابو داود (۲۰۸۸) کتاب الصيام: باب القبلة للصائم، ابو داود (۲۳۸۴)]

(۵) [فتاویٰ اسلامیة (۱۳۴/۲)]

آپ ﷺ نے اسے اس سے روک دیا۔ (راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ) جسے آپ نے رخصت دی تھی وہ بوڑھا شخص تھا اور جسے روکا تھا وہ نوجوان تھا۔“ (۱)

(شوکانی رحمۃ اللہ علیہ) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے متعلق فرماتے ہیں کہ ”اس میں یہ دلیل ہے کہ روزہ دار کے لیے (اپنی بیوی کا) بوسہ لینا جائز ہے اور اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔“ (۲)

(نودی رحمۃ اللہ علیہ) اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ روزہ دار کے بوسہ لینے سے روزہ باطل نہیں ہوتا۔ (۳)

(سید سابق رحمۃ اللہ علیہ) دوران روزہ اس شخص کے لیے بوسہ لینا جائز ہے جو ضبط نفس کی طاقت رکھتا ہو۔ (۴)

(الربانی رحمۃ اللہ علیہ) چھٹی حدیث کے متعلق فرماتے ہیں کہ ”یہ حدیث دلیل ہے کہ ماہ رمضان میں روزہ دار کے لیے اپنی بیوی کا بوسہ لینا جائز ہے۔ اور بے شک علماء نے اس مسئلے میں چار سے زیادہ اقوال پر اختلاف کیا ہے اور ان میں سب سے زیادہ راجح جواز ہی ہے، لیکن بوسہ لینے والے کی حالت کا لحاظ رکھا جائے گا کہ اگر وہ نوجوان ہے اور اپنے نفس پر جماع میں مبتلا ہو جانے سے ڈرتا ہے کہ جس سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے تو اسے اس عمل سے بچنا چاہیے۔“ (۵)

مسواک کرنا

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَسْتَاكُ وَهُوَ صَائِمٌ مَا لَا أَعْدُ وَلَا أَحْصِي﴾ ”میں نے رسول اللہ ﷺ کو روزے کی حالت میں اس قدر مسواک کرتے دیکھا ہے کہ جسے میں گنتی اور شمار میں نہیں لاسکتا۔“ (۶)

اگرچہ اس روایت کی سند میں ضعف ہے لیکن مسواک کی مشروعیت کے عام دلائل میں روزہ دار بھی شامل ہے اور اسی طرح تمام اوقات بھی شامل ہیں الا کہ کوئی ایسی دلیل مل جائے جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ روزہ دار کو مسواک نہیں کرنی چاہیے یا روزہ دار فلاں اور فلاں وقت میں مسواک نہیں کر سکتا۔ جب ایسی کوئی

(۱) [حسن صحیح : صحیح ابو داؤد (۲۰۹۰) کتاب الصیام : باب کراہیۃ للشاب ' ابو داؤد (۲۳۸۷)

یہقی فی السنن الکبری (۲۳۲/۴) احمد (۱۸۵/۲ - ۲۲۰)

(۲) [نبیل الأوطار (۱۸۳/۳)] (۳) [شرح مسلم للنووی (۲۳۴/۴)]

(۴) [فقہ السنۃ (۴۰/۱)] (۵) [السلسلۃ الصحیحۃ (۴۳۰/۱)]

(۶) [ضعیف : ضعیف ابو داؤد (۵۱۱) کتاب الصیام : باب السواک للصائم ' المشکاۃ (۲۰۰۹) إرواء الغلیل

(۶۸) ابو داؤد (۲۳۶۴) ترمذی (۷۲۵) دارقطنی (۲۴۸) بیہقی (۲۷۲/۴) طیالسی (۱۸۷/۱) احمد

(۴۴۵/۳) حافظ ابن حجرؒ نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے اور اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اس کی سند میں عامر بن عبید اللہ

راوی ہے۔ لیکن دوسرے مقام پر حافظ ابن حجرؒ نے خود اسی روایت کو حسن درجہ کی قرار دیا ہے۔ [تلخیص الحبیر (ص ۲۲)۔

(۲۴) علاوہ ازیں یہی روایت صحیح بخاری میں امام بخاریؒ نے تعلیقاً بھی نقل فرمائی ہے۔ [بخاری (قبیل الحدیث /

(۱۹۳۴) کتاب الصوم : باب السواک الرطب والیابس للصائم]

صحیح دلیل موجود نہیں تو عام لوگوں کی طرح روزہ دار بھی مسواک کر سکتا ہے اور دن کے تمام اوقات میں مسواک کر سکتا ہے۔

جیسا کہ ایک روایت میں بھی ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن غنم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ ﴿ اَتَسَوَّكَ وَاَنَا صَائِمٌ ﴾ ”کیا میں روزے کی حالت میں مسواک کروں؟“ تو انہوں نے فرمایا ﴿ نَعَمْ ﴾ ”ہاں کرو۔“ میں نے کہا ﴿ أَيْ النَّهَارِ ؟ ﴾ ”دن کے کس حصے میں مسواک کروں؟“ انہوں نے فرمایا ﴿ غَدْوَةٌ أَوْ عَشِيَّةٌ ﴾ ”دن یارات کو (جب چاہو کرو)۔“ (عبدالرحمن کہتے ہیں کہ) میں نے کہا ﴿ إِنَّ النَّاسَ يَكْرَهُونَ عَشِيَّةً وَيَقُولُونَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: لَخَلُوفٌ فِيمَ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ رِيحِ الْمَسْكِ ؟ ﴾ ”لیکن لوگ تو شام کے وقت (روزے کی حالت میں) مسواک کو ناپسند کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ: روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے ہاں کستوری سے زیادہ پاکیزہ ہے۔“ انہوں نے فرمایا ﴿ سُبْحَانَ اللَّهِ لَقَدْ أَمَرَهُمُ بِالسَّوَالِكِ ، وَمَا كَانَ بِاللَّذِي يَأْمُرُهُمْ أَنْ يَنْتِنُوا أَفْوَاهَهُمْ عَمْدًا ، مَا فِي ذَلِكَ مِنَ الْخَيْرِ شَيْئٌ بَلْ فِيهِ شَرٌّ ﴾ ”سبحان اللہ! اسی نے تو ان کو مسواک کا حکم دیا ہے۔ اور جان بوجھ کر وہ لوگوں کو ایسی چیز کا حکم نہیں دیتا کہ وہ اپنے منہ بدبودار کر لیں۔ اس بات میں کچھ بھی خیر نہیں ہے بلکہ اس میں برائی ہے۔“ (۱)

(بخاری رحمہ اللہ) رقمطراز ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے یہ منقول ہے کہ آپ نے دوران روزہ مسواک کی۔ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ دن میں صبح اور شام (ہر وقت) مسواک کیا کرتے تھے..... امام ابن سیرین نے کہا کہ تر مسواک کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے کسی نے کہا کہ اس میں جو ایک مزہ ہوتا ہے اس پر آپ نے کہا: کیا پانی میں مزہ نہیں ہوتا؟ حالانکہ اس سے کلی کرتے ہو۔“ (۲)

(ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں کہ امام شافعیؒ روزہ دار کے لیے کوئی حرج نہیں سمجھتے خواہ وہ دن کے ابتدائی حصے میں مسواک کرے یا دن کے آخری حصے میں۔ البتہ امام احمدؒ اور امام اسحاقؒ نے (روزہ دار کے لیے) دن کے آخری حصے میں مسواک کو مکروہ قرار دیا ہے۔ (۳)

شیخ البانیؒ فرماتے ہیں کہ ایک روایت کے مطابق امام احمدؒ کا بھی وہی موقف ہے جو امام شافعیؒ کا ہے۔ (۴)

(ابن تیمیہ رحمہ اللہ) زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ اگرچہ انسان زوال کے بعد روزہ دار ہی کیوں نہ ہو (اس کے لیے) (۱) [شیخ البانیؒ نے اس روایت کو نہایت ہی عمدہ قرار دیا ہے۔ [إرواء الغلیل (۱۰۶/۱)] حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند جمید ہے۔ [تلخیص الحبیر (ص/۱۱۳)]

(۲) [بخاری (قبل الحدیث / ۱۹۳۰) کتاب الصوم : باب اغتسال الصائم]

(۴) [إرواء الغلیل (۱۰۷/۱)]

(۳) [جامع ترمذی (بعد الحدیث / ۷۲۵)]

مسواک مستحب ہے۔ (۱)

(البانی رحمۃ اللہ علیہ) دلائل کے عموم کی وجہ سے یہی (ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا) موقوف برحق ہے۔ (۲)

جن حضرات کا یہ موقوف ہے کہ روزہ دار کے لیے زوال کے بعد مسواک کرنا مکروہ ہے ان کی دلیل ایک ضعیف

روایت ہے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿إِذَا صُمْتُمْ فَاسْتَاكُوا بِالغَدَاةِ وَلَا تَسْتَاكُوا بِالْعِشِيِّ﴾ ”جب تم روزہ رکھو تو صبح کے وقت مسواک کرو شام کے وقت مسواک نہ کرو۔“ (۳)

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) مسواک کے مسئلے میں وارد شدہ احادیث کے عموم کی وجہ سے روزہ دار کے لیے روزے کے سارے دن میں مسواک کرنا جائز ہے۔ (۴)

(شیخ ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ) دوران روزہ مسواک کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ (۵)

(ابن باز رحمۃ اللہ علیہ) روزہ دار کے لیے دن کی ابتداء میں اور آخر میں مسواک کا استعمال جائز ہے۔ (۶)

دوران روزہ ٹوتھ پیسٹ کے استعمال کا حکم

اگر ٹوتھ پیسٹ حلق میں نہ جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا لیکن افضل یہ ہے کہ ٹوتھ پیسٹ رات کو استعمال کی جائے اور دن کو مسواک استعمال کریں کیونکہ یہی سنت نبوی ہے۔

ہنڈیا کا ذائقہ چکھنا

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں کہ (( قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : لَا بَأْسَ أَنْ يَتَطَعَّمَ الْقَدْرَ أَوْ الشَّيْءَ )) ”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ہنڈیا یا کسی چیز کا ذائقہ معلوم کرنے میں کوئی حرج نہیں۔“ (۷)

(احمد رحمۃ اللہ علیہ) مجھے یہ پسند ہے کہ کھانے کے ذائقے سے بھی اجتناب کیا جائے لیکن اگر کوئی ذائقہ چکھ لے تو اسے کوئی نقصان نہیں ہوگا اور اس میں کوئی حرج نہیں۔ (۸)

(ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ) بغیر کسی ضرورت کے کھانے کا ذائقہ چکھنا ناپسندیدہ ہے لیکن یہ روزہ نہیں توڑتا۔ البتہ ضرورت کی غرض سے یہ کئی کرنے کی مانند (جائز) ہے۔ (۹)

(۱) [أخبار العلمية من الاختيارات الفقهية (ص ۱۸۱) مجموع الفتاوى (۲۶۶/۲۵)]

(۲) [إرواء الغلیل (۱۰۷/۱)]

(۳) [ضعيف : إرواء الغلیل (۶۷) (۱۰۶/۱) بیہقی (۲۷۴/۴) دارقطنی (۲۴۹) اس روایت کی سند میں کیسان ابو

عمر راوی تو ی نہیں ہے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس روایت کی سند ضعیف ہے۔ [تلخیص الحیبر (ص ۲۲)]

(۴) [فتاویٰ اسلامیة (۱۲۶/۲)]

(۵) [فتاویٰ اللجنة الدائمة (۱۱۰/۵)]

(۶) [فتاویٰ اسلامیة (۱۲۶/۲)]

(۷) [بخاری (قبل الحدیث / ۱۹۳۰)]

(۸) [مجموع الفتاوى (۲۶۶/۲۵)]

(۹) [المغنی لابن قدامة (۴۶/۳)]

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) دوران روزہ دن میں ضرورت کے وقت اگر انسان کھانے کا ذائقہ چکھ لے تو اس میں کوئی حرج نہیں اور اس کا روزہ صحیح ہے بشرطیکہ وہ جان بوجھ کر کوئی چیز نہ نکلے۔ (۱)  
(شیخ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ) ضرورت کے لیے کھانے کا ذائقہ چکھنے میں کوئی حرج نہیں۔ (۲)

### تھوک نکلنا

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں کہ (( قَالَ عَطَاءٌ : إِنْ أَرَدَ رِيْقَهُ لَا أَقُولُ يُفْطِرُ )) "امام عطاء نے فرمایا کہ اگر روزہ دار اپنا تھوک نکل لے تو میں یہ نہیں کہتا کہ اس کا روزہ ٹوٹ گیا۔" (۳)  
(ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ) اور جس سے اجتناب ممکن نہیں مثلاً تھوک نکلنا وغیرہ اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا کیونکہ اس سے بچنا مشکل ہے۔ (۴)

(ابن باز رحمۃ اللہ علیہ) اگر روزہ دار اپنا تھوک نکل لے تو اس پر کوئی حرج نہیں خواہ کوئی مرد ہو یا عورت۔ (۵)  
(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) اپنا تھوک نکلنے سے روزہ دار کا روزہ فاسد نہیں ہوتا خواہ وہ زیادہ اور مسلسل ہی ایسا کرے اور خواہ مسجد میں یا مسجد سے باہر ایسا کرے۔ لیکن جب غلیظ قسم کی بلغم ہو مثلاً کھنگار تو اسے نہیں نکلنا چاہیے اور اگر مسجد میں ہو تو نشوونپہر میں تھوک دینا چاہیے۔ (۶)

### اگر روزہ دار کے حلق میں مکھی چلی جائے

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں کہ

(( قَالَ الْحَسَنُ : إِنْ دَخَلَ حَلْقَهُ الذَّبَابُ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ )) "امام حسن بصری نے فرمایا کہ اگر

روزہ دار کے حلق میں مکھی داخل ہو جائے تو اس پر کچھ نہیں ہے۔" (۷)

### ناک میں دواؤ ڈالنا

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں کہ

(۱) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۳۳۲/۱۰)]

(۲) [فتاویٰ اسلامیة (۱۲۸/۲)]

(۳) [بخاری (قبل الحدیث / ۱۹۳۰) کتاب الصوم : باب اغتسال الصائم]

(۴) [المغنی لابن قدامة (۳۵۴/۴)]

(۵) [فتاویٰ اسلامیة (۱۲۵/۲)]

(۶) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۱۷۰/۱۰)]

(۷) [بخاری (قبل الحدیث / ۱۹۳۳) کتاب الصوم : باب الصائم إذا أكل أو شرب ناسيا]

(( قَالَ الْحَسَنُ: لَا بَأْسَ بِالسَّعُوطِ لِلصَّائِمِ إِنْ لَمْ يَصِلْ إِلَى حَلْقِهِ )) ”امام حسن بصریؒ نے فرمایا کہ ناک میں (دواء وغیرہ) چڑھانے میں اگر وہ حلق تک نہ پہنچے تو کوئی حرج نہیں ہے۔“ (۱)

مہندی لگانا اور میک اپ کرنا

(شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ) چہرے کو خوبصورت کرنے والی اشیاء مثلاً صابن، تیل وغیرہ جن کا تعلق صرف ظاہری جلد کے ساتھ ہوتا ہے اور اسی طرح مہندی اور میک اپ وغیرہ (روزے کو کوئی نقصان نہیں دیتا) لیکن یہ ہے کہ اگر میک اپ کا استعمال چہرے کو نقصان دے تو استعمال کرنا ضروری نہیں۔ (۲)

(شیخ ابن شمیمین رحمۃ اللہ علیہ) دورانِ روزہ مہندی لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (۳)



(۱). [بخاری (بعد الحدیث ۱۹۳۴) کتاب الصوم: باب قول النبی إذا توضأ فلیستشقی]

(۲) [مجموع الفتاوی لابن باز (۳۴۹/۱)]

(۳) [فتاویٰ اسلامیة (۱۲۷/۲)]

## روزہ دار کے لیے حرام افعال کا بیان

## باب ما یحرم للصائم

## روزے میں وصال کرنا

واضح رہے کہ وصال سے مراد یہ ہے کہ آدی ارادی طور پر دو یا اس سے زیادہ دن تک روزہ افطار نہ کرے اور مسلسل روزہ رکھے، نہ رات کو کچھ کھائے اور نہ سحری کے وقت۔

(1) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ﴿لَا تُوَأْصِلُوا﴾، قَالُوا إِنَّكَ تُوَأْصِلُ قَالَ لَسْتُ كَأَحَدٍ مِنْكُمْ إِنِّي أُطْعَمُ وَ أَسْقَى أَوْ إِنِّي آبَيْتُ أُطْعَمَ وَ أَسْقَى ﴿ ” وصال مت کیا کرو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ آپ تو وصال کرتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہاری طرح نہیں ہوں۔ مجھے (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) کھلایا اور پلایا جاتا ہے یا (آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ) میں اس طرح رات گزارتا ہوں کہ مجھے کھلایا اور پلایا جاتا رہتا ہے۔“ (۱)

(2) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ﴿نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنِ الْوِصَالِ قَالُوا إِنَّكَ تُوَأْصِلُ﴾، قَالَ: إِنِّي لَسْتُ مِثْلَكُمْ إِنِّي أُطْعَمُ وَ أَسْقَى ﴿ ”رسول اللہ ﷺ نے وصال سے منع فرمایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ بلاشبہ آپ تو وصال کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہاری طرح نہیں ہوں، مجھے تو کھلایا اور پلایا جاتا ہے۔“ (۲)

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنِ الْوِصَالِ فِي الصَّوْمِ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ إِنَّكَ تُوَأْصِلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: وَ أَيُّكُمْ مِثْلِي؟ إِنِّي آبَيْتُ يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِينِي، فَلَمَّا أَنْ يَنْتَهَوْا عَنِ الْوِصَالِ وَ أَصَلَ بِهِمْ يَوْمًا ثُمَّ يَوْمًا ثُمَّ رَأَوْا الْهَلَالَ فَقَالَ: لَوْ تَأَخَّرَ لَوْ دُنْتُكُمْ كَالْتَنَكِيلِ لَهُمْ حِينَ أَبَوْا أَنْ يَنْتَهَوْا﴾ ”رسول اللہ ﷺ نے روزے میں وصال سے منع فرمایا تھا۔ اس پر مسلمانوں میں سے ایک آدی نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! آپ تو وصال کرتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری طرح تم میں سے کون ہے؟ مجھے تو رات میں میرا رب کھلاتا ہے اور وہی مجھے سیراب کرتا ہے۔ لوگ جب اس پر بھی وصال کا روزہ رکھنے سے نہ باز آئے تو آپ ﷺ نے ان کے ساتھ دو دن تک وصال کیا۔ پھر عید کا چاند نکل آیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر چاند نہ دکھائی دیتا تو میں اور کئی دن وصال کرتا۔ گویا

(۱) [بخاری (۱۹۶۱) کتاب الصوم: باب الوصال ومن قال ليس في الليل صياماً، ترمذی (۷۷۸) ابن خزيمة

(۲۰۶۹) احمد (۱۷۰۱۳ - ۱۷۳ - ۲۰۲) ابو یعلیٰ (۲۵۵/۵) الحلیة لأبی نعیم (۲۵۹/۷)

(۲) [بخاری (۱۹۶۲) کتاب الصوم: باب الوصال، مسلم (۱۱۰۲) أبو داود (۲۳۶۰) أحمد (۲۱/۲)

جب لوگ وصال کے روزے سے باز نہ آئے تو آپ ﷺ نے ان کو مزادینے کے لیے ایسا کہا۔“ (۱)  
 (۴) ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إِيَّاكُمْ وَالْوَصَالَ مَرَّتَيْنِ﴾ ”تم لوگ وصال سے  
 بچو۔ آپ نے یہ دو مرتبہ فرمایا۔“ (۲)

نبی ﷺ خود وصال کیا کرتے تھے لیکن وہ آپ کے ساتھ خاص تھا جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی  
 حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”تم میں میرے جیسا کون ہے؟ میں تو اس حال میں رات گزارتا ہوں  
 کہ میرا پروردگار مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔“

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے وصال سے منع فرماتے ہوئے کہا ﴿إِنَّمَا يَفْعَلُ ذَالِكَ  
 النَّصَارَى﴾ ”یہ عمل تو صرف عیسائی کرتے ہیں۔“ (۳)

(حافظ ابن حجر رحمہ اللہ) انہوں نے وصال کو حرام قرار دیا ہے۔ (۴)

جھوٹ بولنا، غیبت کرنا اور لڑائی جھگڑا کرنا

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿مَنْ لَمْ يَدْعَ قَوْلَ الزُّورِ وَالْعَمَلِ بِهِ فَلَيْسَ لِلَّهِ حَاجَةٌ  
 فَيَأْتِي أَنْ يَدْعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ﴾ ”جس شخص نے جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑا تو اللہ تعالیٰ کو کوئی ضرورت  
 نہیں کہ ایسا شخص اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔“ (۵)

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ انسان کا ہر  
 نیک عمل خود اسی کے لیے ہے مگر روزہ میرے لیے خاص ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ اور روزہ گناہوں  
 کی ایک ڈھال ہے ﴿إِذَا كَانَ يَوْمٌ صَوْمٌ أَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثُ وَلَا يَصْخَبُ فَإِنْ سَابَهُ أَحَدٌ أَوْ قَاتَلَهُ  
 فَلْيَقُلْ إِنِّي امْرُؤٌ صَائِمٌ﴾ ”اگر کوئی روزہ دار ہو تو اسے چاہیے کہ کُفّش کوئی نہ کرے اور نہ شور مچائے۔ اور  
 اگر کوئی اسے گالی دے یا لڑنا چاہے تو اسے صرف یہ جواب دے کہ میں ایک روزہ دار آدمی ہوں۔“ (۶)

(۳) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿مَنْ لَمْ يَدْعَ الْخَنَا وَالْكَذِبَ فَلَا حَاجَةَ لِلَّهِ أَنْ

(۱) [بخاری (۱۹۶۵) کتاب الصوم: باب التنكيل لمن أكثر الوصال، مسلم (۱۱۰۲) عبد الرزاق (۷۷۵۳)؛

(۷۷۵۴) احمد (۲۳۱/۲-۲۳۷) بیہقی (۲۸۲/۴) شرح السنة (۴۷۲/۳)]]

(۲) [بخاری (۱۹۶۶) کتاب الصوم: باب التنكيل لمن أكثر الوصال، مسلم (۱۱۰۲)؛

(۳) [احمد (۲۲۵/۵)]] (۴) [فتح الباری (۲۰۹/۴)]]

(۵) [بخاری (۱۹۰۳) کتاب الصوم: باب من لم يدع قول الزور والعمل به، ابو داود (۲۳۶۲) ترمذی (۱۶۸۹)؛

احمد (۴۵۲/۲-۴۵۳) بیہقی (۲۷۰/۴) عبد اللہ بن مبارک فی الرهد (۱۳۰۷) شرح السنة (۱۷۴۰)]]

(۶) [بخاری (۱۹۰۴) کتاب الصوم: باب هل يقول إني صائم إذا شقمت، مسلم (۱۱۵۱) ابو داود (۲۳۶۳)]]



يَذَعُ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ ﴿ جس نے بدزبانی اور جھوٹ نہ چھوڑا تو اللہ تعالیٰ کو اس کے کھانا پینا چھوڑ دینے کی کوئی ضرورت نہیں۔ (۱)﴾

(ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ) روزہ دار پر واجب ہے کہ وہ اپنے روزے کو جھوٹ، غیبت اور گالی گلوچ سے پاک رکھے۔ (۲)  
(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) دوران روزہ گالی گلوچ سے روزہ باطل نہیں ہوتا لیکن اس سے روزہ دار کے اجر میں کمی آجاتی ہے لہذا مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اپنے نفس پر ضبط رکھے اور گالی گلوچ، غیبت اور چغلی وغیرہ سے اپنی زبان کو محفوظ رکھے اور اسی طرح ان تمام کاموں سے بچے جنہیں دوران روزہ حرام کیا گیا ہے۔ (۳)

لغورث اور جہالت کی باتیں کرنا

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿الصِّيَامُ جُنَّةٌ فَلَا يَرْفُكُ وَلَا يَجْهَلُ﴾ ”روزہ (گناہوں سے بچاؤ کی) ایک ڈھال ہے لہذا (روزہ دار) نہ فحش باتیں کرے اور نہ جہالت کی باتیں کرے۔“ (۴)

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿لَيْسَ الصِّيَامُ مِنَ الْأَكْلِ وَالشَّرْبِ إِنَّمَا الصِّيَامُ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ فَإِنْ سَابَكَ أَحَدٌ أَوْ جَهَلَ عَلَيْكَ فَلْتَقُلْ إِنِّي صَائِمٌ إِنِّي صَائِمٌ﴾ ”روزہ صرف کھانا پینا چھوڑنے کا نام نہیں ہے بلکہ روزہ تو لغو (ہر بے فائدہ و بے ہودہ کام) اور رث (جنسی خواہشات پر مبنی حرکات اور کلام) سے بچنے کا نام ہے۔ لہذا اگر کوئی تمہیں (دوران روزہ) گالی دے یا جہالت کی باتیں کرے تو اسے کہہ دو کہ میں تو روزہ دار ہوں۔“ (۵)

(۳) ایک روایت میں یہ لفظ ہے ﴿لَا تُسَابَ وَأَنْتَ صَائِمٌ ، فَإِنْ سَابَكَ أَحَدٌ فَقُلْ إِنِّي صَائِمٌ وَإِنْ كُنْتَ قَائِمًا فَاجْلِسْ﴾ ”تم روزے کی حالت میں کسی کو گالی مت دو۔ اگر تمہیں کوئی گالی دے تو اسے کہہ دو کہ میں تو روزہ دار ہوں اور تم کھڑے ہو تو بیٹھ جاؤ۔“ (۶)

(۴) ایسے افعال سے نہ بچنے والوں کے متعلق ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ﴿كَمْ مِنْ صَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ صِيَامِهِ إِلَّا الظَّمْ﴾ ”کتنے ہی روزہ دار ہیں جن کو سوائے پیاس کے روزہ رکھنے سے کچھ نہیں ملتا۔“ (۷)

(۱) [حسن لہیوہ : صحيح الترغيب (۱۰۸۲) كتاب الصوم ، طبرانی صغير (۱۷۰/۱)]

(۲) [المغنی لابن قدامة (۴۴۷/۴)] (۳) [فتاویٰ اللجنة الدائمة (۳۳۳/۱۰)]

(۴) [بخاری (۱۸۹۴) كتاب الصوم : باب فضل الصوم ، مسلم (۱۱۰۱) ابو داود (۲۳۶۳) احمد (۳۴۵/۲)]

(۵) [صحيح : صحيح الترغيب (۱۰۸۲) كتاب الصوم ، صحيح ابن خزيمة (۱۹۹۶) ، (۲۴۲/۳)]

(۶) [حسن : صحيح الترغيب (۱۰۸۲) كتاب الصوم ، صحيح ابن خزيمة (۱۹۹۴) ابن حبان (۳۴۷۰)]

(۷) [جيد : المشكاة (۶۲۶/۱) احمد (۴۴۱/۲) دارمی (۲۷/۶) كتاب الرقائق : باب في المحافظة على الصوم]

## مبالغہ سے ناک میں پانی چڑھانا

حضرت لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿أَسْبِغِ الْوُضُوءَ وَبَالِغِ فِي الْأَسْتِنْسَاقِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ صَائِمًا﴾ ’وضوء اچھی طرح پورا کرو اور ناک میں اچھی طرح پانی چڑھایا کرو مگر روزے کی حالت میں (ایسا نہ کیا کرو)۔‘ (۱)

جو ضبط نفس کی طاقت نہ رکھتا ہو اس کے لیے بیوی کا بوسہ لینا یا مباشرت کرنا

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ﴿كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُقْبَلُ وَيَسْتَبْرِئُ وَهُوَ صَائِمٌ وَكَانَ أَمْلَكَكُمْ لِارْتِبِهِ﴾ ’نبی کریم ﷺ روزہ دار ہوتے لیکن (اپنی ازواج مطہرات کا) بوسہ لیتے اور ان کے ساتھ مباشرت کرتے (یعنی ان کے جسم کے ساتھ جسم ملا تے) اور آپ ﷺ تم سب سے زیادہ اپنی خواہشات پر قابو رکھنے والے تھے۔‘ (۲)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ عَنِ الْمُبَاشَرَةِ لِلصَّائِمِ؟ فَرَحَّصَ لَهُ وَأَنَّهُ آخِرُ فَنَاهَا فَإِذَا الَّذِي رَحَّصَ لَهُ شَيْخٌ وَالَّذِي نَهَاهُ شَابٌ﴾ ’ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا روزہ دار اپنی بیوی سے بغلگیر ہو سکتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے اسے رخصت دے دی۔ آپ ﷺ کے پاس ایک اور آدمی آیا اس نے بھی یہی سوال کیا تو آپ ﷺ نے اسے اس سے روک دیا۔ (راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ) جسے آپ نے رخصت دی تھی وہ بوڑھا شخص تھا اور جسے روکا تھا وہ نوجوان تھا۔‘ (۲)

اس مسئلے کی مزید تفصیل کے لیے گذشتہ باب ’روزہ دار کے لیے جائز افعال کا بیان‘ کا مطالعہ کیجیے۔



- (۱) [صحیح: صحیح ابن ماجہ (۳۲۸) کتاب الطہارۃ و سننہا: باب المبالغۃ فی الاستنشاق والاستنثار ابن ماجہ (۴۰۷) ابو داؤد (۲۳۶۶) کتاب الصوم: باب الصائم یصب علیہ الماء من العطش ویبالغ فی الاستنشاق ترمذی (۷۸۸) کتاب الصوم: باب ما جاء فی کراہیۃ مبالغۃ الاستنشاق للصائم، مسند احمد (۱۷۸۶۳)]
- (۲) [بخاری (۱۹۲۷) کتاب الصوم: باب المباشرة للصائم، مسلم (۱۱۰۶) کتاب الصیام: باب بیان أن القبلة فی الصوم لیست محرمة علی من ترک شہوتہ]
- (۳) [حسن صحیح: صحیح ابو داؤد (۲۰۹۰) کتاب الصیام: باب کراہیۃ للشاب، ابو داؤد (۲۳۸۷)]

## روزہ توڑنے والی اشیاء کا بیان

## باب ما يبطل الصوم

جان بوجھ کر کھانے پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ أَتُمُوا الصِّيَامَ إِلَى الْوَيْلِ﴾ [البقرة: ۱۸۷] ”تم کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ صبح کا سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے (یعنی صبح صادق رات سے) ظاہر ہو جائے۔ پھر رات تک روزے کو پورا کرو۔“

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ابن آدم کے ہر نیک عمل کا بدلہ دس سے لے کر سات سو گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے۔ ﴿قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلَّا الصَّوْمَ فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ يَدَعُ شَهْوَتَهُ وَطَعَامَهُ مِنْ أَجْلِي﴾ ”اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ سوائے روزے کے بلاشبہ روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ انسان اپنی شہوت اور کھانے پینے کو میری رضامندی کے لیے چھوڑتا ہے۔“ (۱)

(ابن قدامہ رحمہ اللہ) اس پر اجماع ہے کہ جان بوجھ کر کھانے پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ (۲)

## اگر کوئی بھول کر کھائی لے

تو اس پر نہ کفارہ ہے نہ نقضا کیونکہ اس کا روزہ برقرار ہے اور اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿مَنْ نَسِيَ وَهُوَ صَائِمٌ فَأَكَلَ أَوْ شَرِبَ فَلَيْتِمَ صَوْمَهُ فَإِنَّمَا أَطْعَمَهُ اللَّهُ وَسَقَاهُ﴾ ”جو روزہ دار بھول کر اگر کچھ کھائی لے تو اسے چاہیے کہ اپنا روزہ پورا کرے کیونکہ اسے اللہ تعالیٰ نے کھلایا پلایا ہے۔“ (۳)

(2) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿فَإِنَّمَا هُوَ رِزْقٌ رَزَقَهُ اللَّهُ﴾ ”بے شک یہ رزق ہے جو اللہ تعالیٰ نے اسے عطا فرمایا ہے۔“ (۴)

(۱) [مسلم (۱۱۰۱) کتاب الصیام: باب حفظ اللسان للصائم، مؤطا (۶۸۹) احمد (۳۴۹۳) نسائی فی السنن الکبریٰ (۲۰۲۳) (۲۰۲۷) ابن ماجہ (۱۶۳۸) عبد الرزاق (۷۸۹۱) ابن ابی شیبہ (۵۱۳) ابن حبان (۳۴۲۲) ابن خزيمة (۱۸۹۶) طیالسی (۲۴۸۵) شرح السنة للبیہقی (۱۷۱۰)]

(۲) [المغنی لابن قدامة (۳۵۰/۴)]

(۳) [بخاری (۱۹۳۳) کتاب الصوم: باب الصائم إذا أكل أو شرب ناسيا، مسلم (۱۱۵۵) ابو داود (۲۳۹۸) ترمذی (۷۲۲) ابن ماجہ (۱۶۷۳) دارمی (۱۷۲۷) دارقطنی (۱۷۸/۲) ابن حبان (۳۵۱۹)]

(۴) [ترمذی: کتاب الصوم: باب ما جاء فی الصائم یا کل أو یشرب ناسیا، عارضة الأحوذی (۲۴۶/۳)]

(3) ایک اور روایت میں ہے کہ ﴿مَنْ أَفْطَرَ فِى رَمَضَانَ نَاسِيًا فَلَا قَضَاءَ عَلَيْهِ وَلَا كَفَّارَةَ﴾ ”اگر کوئی بھول کر رمضان میں روزہ کھول لے تو اس پر قضا اور کفارہ نہیں۔“ (۱)

معلوم ہوا کہ اگر بھول کر روزہ باطل کر دینے والا کوئی عمل کر لیا جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔

(جمہور علما) اسی کے قائل ہیں۔ (۲)

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) جو روزہ دار رمضان کے دن میں بھول کر روزہ افطار کر دے اس پر کوئی گناہ نہیں اور اس پر لازم ہے کہ اپنے اس دن کے روزے کو پورا کر لے اور اس پر کوئی قضا نہیں۔ علماء کے اقوال میں سے زیادہ صحیح قول یہی ہے۔ (۳)

(شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ) اگر کوئی بھول کر کھاپی لے اور وہ روزہ دار ہو تو اس کا روزہ صحیح ہے۔ (۴)

جماع کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿أَجَلٌ لَّكُمْ لَيْلَةَ الصَّيَامِ الرَّفَثِ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ﴾ [البقرة: ۱۸۷]

”روزے کی راتوں میں اپنی بیویوں سے ملنا تمہارے لیے حلال کیا گیا۔“ معلوم ہوا کہ دن میں یہ عمل حرام ہے۔

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا اے اللہ کے

رسول! میں ہلاک ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا تجھے کس چیز نے ہلاک کر دیا؟ اس نے کہا ﴿وَقَعْتُ عَلَىٰ

أَمْرَاتِي وَأَنَا صَائِمٌ﴾ ”میں رمضان میں اپنی بیوی سے مباشرت کر بیٹھا۔“ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿هَلْ

تَجِدُ رَقَبَةً تَعْتَقُهَا؟﴾ ”کیا تجھ میں اتنی طاقت ہے کہ ایک گردن آزاد کر دے۔“ اس نے کہا ”نہیں۔“

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿فَهَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ تَصُومَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ؟﴾ ”کیا تو دو ماہ کے پے در پے روزے

رکھنے کی طاقت رکھتا ہے۔“ اس نے کہا ”نہیں۔“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿فَهَلْ تَجِدُ إِطْعَامَ سِتِّينَ

مَسْكِينًا؟﴾ ”کیا تو ساٹھ مساکین کو کھانا کھلانے کی وسعت رکھتا ہے“ تو اس نے کہا ”نہیں۔“ راوی نے بیان کیا

کہ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھوڑی دیر ٹھہر گئے۔ ہم بھی اپنی اسی حالت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ کی خدمت میں ایک

(۱) [صحیح: حاکم (۴۳۰/۱) دارقطنی (۱۷۸/۲) ابن حبان (۹۰۶-موارد)] حافظ ابن حجر نے اسے صحیح کہا ہے۔ [فتح الباری (۱۰۷/۴)] شیخ محمد حقی حلاق نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ [التعلیق علی سبیل السلام (۱۳۷/۴)]

(۲) [نبیل الأوطار (۱۷۸/۳) الروضة الندية (۵۴۲/۱) سبیل السلام (۱۳۷/۴)]

(۳) [فتاویٰ اللجنة الدائمة (۲۶۹/۱۰)]

(۴) [فتاویٰ اسلامیة (۱۲۸/۲)]

بڑا تھیلا (عرق) پیش کیا گیا جس میں کھجوریں تھیں۔ عرق تھیلے کو کہتے ہیں (جسے کھجور کی چھال سے بناتے ہیں)۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ سائل کہاں ہے؟ اس نے کہا کہ میں حاضر ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ لے جاؤ اور اسے صدقہ کر دو۔ اس آدمی نے کہا ﴿ اَعْلَى اَفْقَرٍ مِنِّي يَا رَسُولَ اللّٰهِ اَفَوَ اللّٰهِ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا - يُرِيدُ الْحَرَّتَيْنِ - اَهْلُ بَيْتِ اَفْقَرُ مِنْ اَهْلِ بَيْتِي ﴾ ”اے اللہ کے رسول! میں اپنے سے زیادہ محتاج پر اسے صدقہ کر دوں؟ اللہ کی قسم! ان دونوں پتھریلے میدانوں کے درمیان کوئی بھی گھر نہ میرے گھر سے زیادہ محتاج نہیں ہے۔“ اس پر نبی کریم ﷺ ہنس پڑے حتیٰ کہ آپ کے سامنے کے دانت ظاہر ہو گئے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ﴿ اطعمته اهلك ﴾ ”چلو اسے اپنے گھر والوں کو ہی کھلا دو۔“ (۱)

سنن ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے اسے فرمایا:

﴿ وَصُمْ يَوْمًا مَكَانَهُ ﴾ ”اس کی جگہ ایک دن کا روزہ رکھو۔“ (۲)

سنن ابی داؤد کی روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿ وَصُمْ يَوْمًا وَاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ ﴾ ”ایک دن کا روزہ رکھو اور اللہ سے استغفار کرو۔“ (۳)

معلوم ہوا کہ دورانِ روزہ جماع و ہم بستری کرنے والے شخص پر کفارہ اور قضا دونوں لازم ہیں۔

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) اگر شوہر رمضان کے دن میں اپنی بیوی سے ہم بستری کر لے تو اس پر قضاء کفارہ اور

اللہ تعالیٰ سے توبہ تینوں کام لازم ہیں۔ (۴)

جماع کی وجہ سے کیا عورت کا روزہ فاسد ہوگا اور کیا اس پر کفارہ ہے؟

(ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ) جماع کی وجہ سے بلا اختلاف عورت کا روزہ بھی فاسد ہو جاتا ہے۔..... کھانے کی طرح مرد

اور عورت دونوں اس عمل میں برابر ہیں۔ تاہم اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ کیا ایسی عورت پر کفارہ لازم ہے یا

نہیں۔ اس کے متعلق ایک روایت یہ ہے کہ ایسی عورت پر کفارہ لازم ہے۔ یہ ابو بکر، امام مالک، امام ابو حنیفہ، امام

ابو ثور اور امام ابن منذر رحمۃ اللہ علیہم کا مذہب ہے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ ایسی عورت پر کوئی کفارہ نہیں۔ امام

ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا کہ کیا ایسی عورت پر کفارہ ہے جس کا شوہر رمضان

(۱) [بخاری (۱۹۳۶) کتاب الصوم: باب إذا جامع فی رمضان..... مسلم (۱۱۱) أبو داؤد (۲۳۹۰)

ترمذی (۷۲۴) ابن ماجہ (۶۷۱) دارمی (۳۴۳/۱) أحمد (۲۰۸/۲) شرح معانی الآثار (۶۰/۲)

(۲) [صحیح: صحیح ابن ماجہ (۱۳۵۶) کتاب الصیام، إرواء الغلیل (۹۴۰) ابن ماجہ (۱۶۷۱)]

(۳) [صحیح: صحیح أبو داؤد (۲۰۹۶) کتاب الصوم: باب كفارة من أتى أهله فی رمضان أبو داؤد (۲۳۹۳)]

(۴) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والإفتاء (۳۰۴/۱۰)]

میں اس سے ہم بستری کرتا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ ہم نے نہیں سنا کہ عورت پر بھی کفارہ ہے۔ یہی قول امام حسن رضی اللہ عنہ کا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں جماع کرنے والے کو ایک غلام آزاد کرنے کا حکم دیا لیکن عورت کو کسی چیز کا حکم نہیں دیا حالانکہ آپ کو علم تھا کہ یہ جماع عورت سے ہوا ہے۔ اور اگر عورت کو جماع پر مجبور کیا گیا ہو تو اس پر کوئی کفارہ نہیں۔ (۱)

(راجع) دوسری روایت ہی راجح معلوم ہوتی ہے کیونکہ اگر عورت پر کفارہ لازم ہوتا تو لازماً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے بھی مرد کے ساتھ کفارے کی ادائیگی کا حکم دیتے۔ (واللہ اعلم)

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) اگر تو عورت ہم بستری پر رضامند ہو تو اس پر قضا اور کفارہ دونوں لازم ہیں۔ (۲)

ایک دوسرے فتوے میں ہے کہ: اگر عورت کو مجبور کیا گیا ہو تو پھر اس پر کوئی کفارہ نہیں۔ (۳)

(شیخ ابن عثیمین رضی اللہ عنہ) جب مرد اپنی بیوی کو ہم بستری پر مجبور کرے اور وہ دونوں روزہ دار ہوں تو عورت کا روزہ صحیح ہے اور اس پر کوئی کفارہ نہیں۔ (۴)

اگر کوئی رمضان کے علاوہ کسی اور دن میں دوران روزہ ہم بستری کر لے

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) رمضان کے علاوہ کسی اور دن میں روزہ کا فاسد ہونا مطلق طور پر کفارہ واجب نہیں کرتا۔ بلکہ اگر روزہ واجب ہو تو صرف قضا ہی واجب ہوتی ہے اور کفارہ صرف اس صورت میں واجب ہے جبکہ رمضان میں جماع وہم بستری کی گئی ہو۔ (۵)

عمداً قے کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے

اور اگر خود بخود قے آجائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿مَنْ ذَرَعَهُ الْقَيْءُ وَهُوَ صَائِمٌ فَلَيْسَ عَلَيْهِ قَضَاءٌ وَإِنْ اسْتَقَاءَ فَلْيَقْضِ﴾ ”جسے روزے کی حالت میں قے آجائے اس پر قضا نہیں اگر جان بوجھ کر قے کرے تو قضا دے۔“ (۶)

(ترمذی رضی اللہ عنہ) اہل علم کے نزدیک حدیث ابو ہریرہ پر ہی عمل ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر روزہ دار کو از خود

(۲) [فتاویٰ اللجنة الدائمة (۳۱۲/۱۰)]

(۱) [ملخصاً: المغنی لابن قدامة (۳۷۵/۴)]

(۴) [فتاویٰ اسلامیة (۱۳۶/۲)]

(۳) [فتاویٰ اللجنة الدائمة (۳۱۱/۱۰)]

(۵) [فتاویٰ اللجنة الدائمة (۳۲۳/۱۰)]

(۶) [صحیح: صحیح أبو داود (۲۰۸۴) کتاب الصوم: باب الصائم یستقی عمداً، أبو داود (۲۳۸۰) ترمذی

(۷۱۶) ابن ماجہ (۱۶۷۶) أحمد (۴۹۸/۲) دارمی (۱۴۲) ابن الحارود (۳۸۵) شرح معانی الآثار

(۹۷/۲) دارقطنی (۱۸۴/۲) حاکم (۴۲۷/۱) بیہقی (۲۱۹/۴) ابن خزیمہ (۱۹۰/۶)]

تے آجائے تو اس پر قضا نہیں ہے اور اگر وہ جان بوجھ کرتے کرے تو قضا دے۔ امام شافعی، امام سفیان ثوری، امام احمد اور امام اسحاق رضی اللہ عنہم بھی اسی کے قائل ہیں۔ (۱)

(ابن منذر رضی اللہ عنہ) اہل علم نے اجماع کیا ہے کہ جان بوجھ کرتے کرنے سے روزہ باطل ہو جاتا ہے۔ (۲)

(خطابی رضی اللہ عنہ) میرے علم میں نہیں کہ اہل علم کے درمیان اس مسئلے میں کوئی اختلاف ہو۔ (۳)

(ابن قدامہ رضی اللہ عنہ) عام اہل علم کا یہی موقف ہے۔ (۴)

(ابن حزم رضی اللہ عنہ) اس پر اجماع ہے۔ (۵)

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی، شیخ ابن باز رضی اللہ عنہ) اگر کوئی جان بوجھ کرتے کر دے تو اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا لیکن اگر کسی کو خود بخود تے آجائے تو اس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا۔ (۶)

کچھ حضرات کا یہ موقف ہے کہ تے سے مطلقاً روزہ فاسد ہوتا ہی نہیں (جان بوجھ کر کرے یا خود آئے)۔ ان کی دلیل یہ روایت ہے ﴿ثَلَاثٌ لَا يُفْطِرُنَ: الْقَيْءُ وَالْحِجَامَةُ وَالْإِخْتِلَامُ﴾ ”تین چیزیں روزہ نہیں توڑتیں: تے، سینگلی لگوانا اور احتلام۔“ لیکن یہ روایت ضعیف ہے اس لیے یہ مسئلہ درست نہیں۔ (۷)

جان بوجھ کر روزہ توڑنے والے پر ظہار کے کفارے کی طرح کفارہ لازم ہے

جیسا کہ ابھی حدیث گزری ہے کہ ایک شخص نے دوران روزہ اپنی بیوی سے مباشرت کر لی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اس طرح کفارہ ادا کرنے کو کہا۔ ایک گردن آزاد کروا کر اس کی طاقت نہیں تو دو ماہ کے پے در پے روزے رکھو اور اگر اس کی بھی طاقت نہیں تو ساٹھ مساکین کو کھانا کھلاؤ۔ (۸)

کیا کفارہ میں ترتیب واجب ہے؟

(ابن قدامہ رضی اللہ عنہ) یہ (یعنی گذشتہ سطور میں بیان کردہ) ترتیب واجب ہے۔ (۹)

(عبدالرحمن مبارکپوری، ابن قیم رضی اللہ عنہما، سعودی فتویٰ کمیٹی) اسی کے قائل ہیں۔ (۱۰)

کفارہ صرف ہم بستری کے ذریعے روزہ توڑنے میں ہی ہے

(۱) [ترمذی (بعد الحدیث ۷۱۶/۱)] (۲) [الإجماع لابن المنذر (ص ۵۲۱) (۱۲۴)]

(۳) [معالم السنن (۲۶۱/۳)] (۴) [المغنی (۱۱۷/۳)]

(۵) [المحلی (۲۵۵/۶)] (۶) [فتاویٰ اللجنة الدائمة (۲۵۴/۱۰) فتاویٰ اسلامیة (۱۳۴/۲)]

(۷) [ضعیف: ترمذی (۱۱۴) ترمذی (۷۱۹)] اس کی سند میں عبدالرحمن بن زید بن اسلم راوی ضعیف ہے۔

[تقریب التہذیب (۴۸۰/۱) الکاشف (۱۴۶/۲) المغنی (۳۸۰/۲) میزان الاعتدال (۵۶۴/۲)]

(۸) [بخاری (۱۹۳۶/۱۹۳۶) مسلم (۱۱۱۱)] (۹) [المغنی (۳۸۰/۴)]

(۱۰) [تحفة الأحمودی (۳۷۵/۳) تہذیب السنن (۲۶۹/۳) فتاویٰ اللجنة الدائمة (۳۱۰/۱۰)]

یہ کفارہ تب ہے کہ انسان مباشرت کر بیٹھے۔ رہی بات کہ کیا ہر ذریعے سے روزہ توڑنے پر یہی کفارہ ہے؟ اس میں علما کے درمیان اختلاف ہے۔

(جمہور) کفارہ صرف مباشرت وہم بستری میں ہی ہے (کیونکہ حدیث اسی کے متعلق ہے)۔

(مالکیہ) مباشرت اور اس کے علاوہ ہر چیز سے روزہ توڑنے پر کفارہ ہے کیونکہ ایک روایت میں ہے کہ ﴿أَنَّ رَجُلًا أَفْطَرَ﴾ ”ایک آدمی نے روزہ توڑ دیا (تو آپ ﷺ نے اسے یہ کفارہ بتلایا)۔“ جبکہ اس میں جماع کا ذکر نہیں ہے۔ (۱)

(راجح) اگر یہ حدیث ﴿أَنَّ رَجُلًا أَفْطَرَ﴾ ”ایک آدمی نے روزہ توڑ دیا۔“ صحیح ہو تب بھی مجمل ہے، جس کی وضاحت دیگر روایات میں موجود ہے کہ اس نے مباشرت کے ساتھ روزہ توڑا تھا۔ ہر کھانے پینے کو مباشرت پر قیاس کرنا صحیح نہیں کیونکہ عبادات میں قیاس اصلاً باطل ہے اور ان حضرات کے پاس کوئی صحیح دلیل موجود نہیں جو مباشرت وہم بستری کے علاوہ کسی چیز کے ساتھ روزہ توڑنے والے پر کفارہ واجب قرار دیتے ہیں۔ اور اصل عدم وجوب ہی ہے الا کہ کوئی دلیل مل جائے۔ لہذا حق بات یہی ہے کہ کفارہ صرف اس شخص پر واجب ہے جو مباشرت وہم بستری کے ذریعے روزہ توڑ بیٹھے علما کی اکثریت یہی رائے رکھتی ہے۔

(ابن حزم، البانی رحمۃ اللہ علیہما، محمد صلیبی حسن حلاق) یہی موقف رکھتے ہیں۔ (۲)

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) اگر کسی نے جماع وہم بستری کے ذریعے روزہ توڑا ہے تو اس پر قضا کفارہ اور توبہ تینوں کام ضروری ہیں اور اگر کسی نے کھانے پر روزہ توڑا ہے تو اس پر قضا اور توبہ لازم ہے کفارہ لازم نہیں۔ (۳)

(ابن باز رحمۃ اللہ علیہ) کفارہ صرف اسی پر واجب ہوتا ہے جو رمضان کے فرضی روزے کے دوران دن میں ہم بستری کر بیٹھے کیونکہ حدیث اسی کے متعلق وارد ہوئی ہے۔ (۴)

اگر کوئی کفارہ ادا کرنے سے پہلے دوبارہ جماع کر لے

اس کی دو ہی صورتیں ہیں: یا تو اس شخص نے اسی روز دوبارہ جماع کیا ہو گا یا اس کے علاوہ کسی اور دن میں۔ اگر تو اس نے اسی روز دوبارہ جماع کیا ہو گا تو اسے ایک ہی کفارہ کافی ہو جائے گا لیکن اگر اس نے کسی اور دن میں دوبارہ جماع کیا ہو گا تو اس پر دو کفارے لازم ہوں گے کیونکہ ہر دن الگ عبادت کا دن ہے لہذا ایک دن کا کفارہ

(۱) [الأم (۱۲۸/۲) المبسوط (۷۳/۳) الکافی (ص ۱۲۱) بدایة المجتہد (۲۰۹/۱) نیل الأوطار (۱۸۸/۳)]

(۲) [المحلی بالآثار (۳۱۳/۴) التعليقات الرضية على الروضة الندية (۱۹/۲) التعليق على الروضة الندية (۵۴۵/۱)]

(۳) [فتاویٰ اسلامیة (۱۴۱/۲)]

(۴) [فتاویٰ اللجنة الدائمة (۳۵۵/۱۰)]



دوسرے دن سے کفایت نہیں کرے گا بلکہ ہر دن کا الگ کفارہ ادا کرنا پڑے گا۔ (واللہ اعلم) (۱)

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) اگر شوہر اپنی بیوی سے رمضان کے دن میں ایک مرتبہ یا زیادہ مرتبہ ایک ہی دن میں ہم بستری کر لے تو اس پر ایک کفارہ ہے جبکہ اس نے ابھی پہلی ہم بستری کا کفارہ ادا نہ کیا ہو۔ اور اگر وہ رمضان کے مختلف ایام میں دن کے وقت ہم بستری کرے تو اس پر اتنے کفارے ہیں جتنے دنوں میں اس نے ہم بستری کی ہے۔ (۲)

اگر کوئی بھول کر ہم بستری کر بیٹھے

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں کہ (( قَالَ الْحَسَنُ وَ مُجَاهِدٌ : اِنْ جَامَعَ نَاسِيًا فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ ))  
 ”امام حسن بصری اور امام مجاہد بیان کرتے ہیں کہ اگر روزہ دار بھول کر ہم بستری کر لے تو اس پر کچھ نہیں ہے۔“ (۳)  
 (جمہور) اس پر کوئی کفارہ نہیں (انہوں نے ہم بستری کو بھی کھانے پینے کے ساتھ ملایا ہے) اور مزید ان کے موقف کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے ”اگر کوئی بھول کر رمضان میں روزہ کھول لے تو اس پر قضا اور کفارہ نہیں۔“ (۴)

(احمد رحمۃ اللہ علیہ) ایسے شخص پر کفارہ لازم ہے۔ (ان کی دلیل یہ ہے کہ گذشتہ حدیث میں مذکور آدمی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں پوچھا کہ آیا اس نے بھول کر ہم بستری کی ہے یا جان بوجھ کر)۔  
 (ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ) انہوں نے جمہور کے موقف کی تائید کی ہے۔ (۵)  
اگر ہم بستری کے علاوہ کسی اور ذریعے سے انزال ہو جائے؟

مثلاً بیوی کا بوسہ لینے یا جسم سے جسم ملانے وغیرہ سے تو کیا اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟  
 فی الحقیقت ان افعال کے ذریعے روزہ ٹوٹنے کی کوئی واضح دلیل موجود نہیں کیونکہ اصل میں روزہ قائم ہوتا ہے اور اس وقت تک فاسد نہیں ہوتا جب تک کہ کوئی شرعی مفسد نہ پایا جائے۔ چنانچہ جب شارع صلی اللہ علیہ وسلم نے ان افعال کو روزے کے لیے مفسد قرار نہیں دیا تو ان سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ مندرجہ ذیل اثر سے بھی اس

(۱) [ملاحظہ ہو: المعنی لابن قدامة (۳۷۵/۴)]

(۲) [فتاویٰ اللجنة الدائمة (۳۲۱/۱۰)]

(۳) [بخاری (قبل الحدیث ۱۹۳۳) کتاب الصوم: باب الصائم إذا أكل أو شرب ناسيًا]

(۴) [ابن حزيمة (۳۹۹/۳) (۱۹۹۰) ابن حبان (۹۰۶۔ الموارد) حاکم (۳۴۳۰/۱) دارقطنی (۱۷۸/۲) بیہقی (۲۲۹/۴) امام ابن خزیمہ اور امام ابن حبان نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ اور امام حاکم نے اسے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے اور امام ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔]

(۵) [نیل الأوطار (۱۸۸/۳) المعنی (۳۷۲/۴) فتح الباری (۶۷۰/۴)]

موقف کی تائید ہوتی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے دریافت کیا کہ روزے کی حالت میں مرد کے لیے اپنی بیوی سے کیا حلال ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا ﴿كُلُّ شَيْءٍ إِلَّا الْجَمَاعُ﴾ ”ہم بستری کے علاوہ ہر چیز حلال ہے۔“ (۱)

(ابن حزم رحمہ اللہ) اسی کے قائل ہیں۔ (۲)

(امیر صنعانی رحمہ اللہ) زیادہ ظاہر یہی ہے کہ قضا اور کفارہ صرف اسی پر ہے جس نے جماع و ہم بستری کی اور ہم بستری نہ کرنے والے کو اس کے ساتھ ملنا بعید ہے۔ (۳)

(شوکانی، البانی رحمہ اللہ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔ (۴)

دوران روزہ احتلام اور نڈی کا حکم

روزے کی حالت میں اگر احتلام ہو جائے یا نڈی وغیرہ خارج ہو جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

امام بخاری رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ (( قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَعِكْرِمَةُ : الصَّوْمُ مِمَّا دَخَلَ وَلَيْسَ مِمَّا خَرَجَ )) ”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ روزہ ان اشیاء سے ٹوٹتا ہے جو اندر جاتی ہیں ان سے نہیں ٹوٹتا جو باہر آتی ہیں۔“ (۵)

(ابن حزم رحمہ اللہ) اگر روزے کی حالت میں کسی کو احتلام ہو جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا کیونکہ شارع علیہ السلام نے اسے مفسد قرار نہیں دیا۔ (۶)

(شیخ ابن جریر، شیخ ابن باز رحمہ اللہ) اسی کے قائل ہیں۔ (۷)

شیخ ابن باز رحمہ اللہ ایک اور فتوے میں فرماتے ہیں کہ علما کے اقوال میں سے زیادہ صحیح یہ ہے کہ نڈی نکلنے سے روزہ باطل نہیں ہوتا۔ (۸)

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) انہوں نے بھی اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔ (۹)

حیض یا نفاس شروع ہونے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے

امام بخاری رحمہ اللہ نے باب قائم کیا ہے کہ (( الْحَائِضُ تَتْرُكُ الصَّوْمَ وَالصَّلَاةَ )) ”حیض والی عورت

(۱) [صحیح : تمام المنة (ص ۴۱۹) عبدالرزاق (۸۴۳۹) (۱۹۰/۴)]

(۲) [الحلی بالآثار (۱۹۰/۴)]

(۳) [کما فی تمام المنة (ص ۴۱۸)] (۴) [أیضاً]

(۵) [بخاری (قبل الحديث / ۱۹۳۸) كتاب الصوم : باب الحمامة والقبي للصائم]

(۶) [المحلی بالآثار (۳۳۵/۴)] (۷) [فتاویٰ اسلامیة (۱۱۱/۲) (۱۱۴/۲)]

(۸) [فتاویٰ اسلامیة (۱۳۴/۲)] (۹) [فتاویٰ اسلامیة (۱۳۵/۲)]

نہ نماز پڑھے اور نہ روزے رکھے۔“ اس کے تحت رقمطراز ہیں کہ

(( وَقَالَ أَبُو الزِّنَادِ رَحِمَهُ اللَّهُ: إِنَّ السُّنَنَ وَوُجُوهَ الْحَقِّ لَتَأْتِي كَثِيرًا عَلَى خِلَافِ الرَّأْيِ فَلَا يَجِدُ الْمُسْلِمُونَ بُدْأً مِنْ أَتَابِعِهَا مِنْ ذَلِكَ أَنَّ الْحَائِضَ تَقْضِي الصِّيَامَ وَلَا تَقْضِي الصَّلَاةَ ))  
 ”ابو الزناد نے کہا کہ دین کی باتیں اور شریعت کے احکام بہت مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ رائے اور قیاس کے خلاف ہوتے ہیں اور مسلمانوں کو ان کی پیروی کرنی ضروری ہوتی ہے۔ ان ہی میں سے ایک حکم یہ بھی ہے کہ حائضہ عورت روزے تو قضا کر لے لیکن نماز کی قضا نہ کرے۔“

اس قول کے بعد امام بخاری رحمہ اللہ نے جو حدیث نقل فرمائی ہے وہ حسب ذیل ہے:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ اَلَيْسَ إِذَا حَاضَتِ الْمَرْأَةُ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ ؟ فَذَلِكَ نَقْصَانٌ دِينِهَا ﴾ ”کیا ایسا نہیں ہے کہ جب عورت حائضہ ہوتی ہے تو نہ نماز پڑھتی ہے اور نہ روزہ رکھتی ہے یہی اس کے دین کا نقصان ہے۔“ (۱)

(سعودی فتویٰ کمیٹی) اگر روزہ دار عورت کو غروب آفتاب سے پہلے حیض آجائے تو اس کا روزہ باطل ہو جائے گا اور وہ اس کی قضا دے گی اور اگر غروب آفتاب کے بعد آئے تو اس کا روزہ صحیح ہے اور اس پر کوئی قضا نہیں۔ (۲)  
 کیا حائضہ عورت رمضان میں مانع حیض ادویات استعمال کر سکتی ہے؟

(شیخ ابن شمیمین رحمہ اللہ) اس مسئلے میں میرا خیال یہ ہے کہ عورت ایسا نہ کرے اور اسی پر باقی رہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے مقدر میں لکھ دیا ہے اور جو اس نے آدم کی بیٹیوں پر فرض کیا ہے۔ یقیناً اس ماہانہ پیریڈ کے مقرر کرنے میں اللہ تعالیٰ کی ضرور کوئی حکمت ہے یہ حکمت عورت کی طبیعت کے لیے بھی مناسب ہے۔ لیکن جب وہ اس عادت کو روک دے گی تو بلا تردد عورت کے جسم کو اس سے نقصان لاحق ہو جائے گا۔ لہذا میرا خیال یہ ہے کہ عورتیں ایسی گولیاں استعمال نہ کریں اور تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں اس کی تقدیر اور اس کی حکمت پر۔ جب عورت کو حیض آئے تو وہ روزے اور نماز سے رک جائے اور جب وہ اس سے پاک ہو جائے تو نئے سرے سے روزے رکھے اور نماز پڑھے اور جب ماہ رمضان گزر جائے تو جو روزے (حیض کی وجہ سے) رکھے ہیں ان کی قضا دے لے۔ (۳)

کیا انجیکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

دراصل ایسی کوئی دلیل موجود نہیں جس سے ثابت ہوتا ہو کہ اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور نہ ہی اسے

(۱) [بخاری (۱۹۰۱) کتاب الصوم: باب الحائض تترك الصوم والصلاة]

(۲) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث (۱۰۵۰/۱۰)] (۳) [فتاویٰ اسلامیة (۱۴۰۲/۱)]

کھانے پینے پر قیاس کرنا درست ہے کیونکہ یہ حلق کے ذریعے پیٹ تک نہیں پہنچتا بلکہ کسی اور ذریعے سے بھی پیٹ تک نہیں پہنچتا اور صرف جسم کے مسامات میں ہی سرایت کر جاتا ہے جیسا کہ سرے کے اثرات آنکھوں کے ذریعے سرایت کر کے بسا اوقات حلق تک بھی پہنچ جاتے ہیں۔ اسی طرح سخت گرمی میں ٹھنڈے پانی کے ذریعے غسل کرنے سے جسم میں تبدیلی روزے کی شدت میں کمی اور پانی کا جسم کے مسامات میں سرایت کر جانا ایک بدیہی امر ہے مزید یہ کہ اگر کوئی تمہ پاؤں کے تلووں میں ملے تو اس کی کڑواہٹ منہ تک محسوس کی جاسکتی ہے درآں حالیکہ ان تمام اشیا میں سے کسی کے ساتھ بھی روزہ ٹوٹنے کا حکم نہیں لگایا جاتا۔ لہذا انجیکشن میں بھی اصل جواز ہی ہے جب تک کہ ممانعت کی کوئی واضح دلیل نہ مل جائے۔ (واللہ اعلم)

تاہم حافظ صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں کہ ”ایسا نیکہ جس کا مقصد خوراک یا قوت کی فراہمی نہ ہو بلکہ صرف بیماری کا علاج ہو جائز ہے (اس کے علاوہ نہیں)۔ (۱)

(شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ) ماہ رمضان میں دن کے وقت رگ یا عضلات میں انجیکشن لگانے والے کا روزہ صحیح و برقرار ہے اس لیے کہ رگ میں انجیکشن لگانا کھانا پینا تو نہیں۔ اور اسی طرح عضلات میں لگائے جانے والے ٹیکے بھی بالاولیٰ صحیح ہیں۔ لیکن اگر احتیاط کرتے ہوئے روزہ کی قضا میں روزہ رکھے تو یہ بہتر اور اچھا ہے۔ اور جب ضرورت محسوس ہو ایسے ٹیکے رات میں لگانے زیادہ بہتر اور احسن ہیں اور احتیاط بھی اسی میں ہے تاکہ اس مسئلے میں اختلاف سے بچا جاسکے۔ (۲)

(شیخ ابن شمیمین رحمۃ اللہ علیہ) رگ، عضلات اور چوڑے نیکہ لگانے میں کوئی حرج نہیں اور اس سے روزہ دار کا روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اس لیے کہ یہ روزہ توڑنے والی اشیا میں شامل نہیں اور نہ ہی یہ روزہ توڑنے والی اشیا کے معنی میں اور اس کے قائم مقام ہے اور نہ ہی یہ کھانا پینا اور کھانے پینے کے معنی میں شامل ہوتا ہے۔ ہم پہلے یہ بیان کر چکے ہیں کہ یہ اثر انداز نہیں ہوتا بلکہ مریض کو ایسے ٹیکے اثر انداز ہوں گے جو کھانے پینے سے مستثنیٰ کر دیں۔ (۳)

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) روزہ دار کے لیے عضلات اور رگ میں ٹیکے سے علاج کرانا جائز ہے لیکن روزہ دار کے لیے مغزی ٹیکے لگوانا جائز نہیں کیونکہ یہ کھانے پینے کے معنی میں شامل ہوتے ہیں۔ اس کا استعمال کرنا رمضان میں روزہ افطار کرنے کا ایک حیلہ شمار ہوگا۔ اور اگر رگ اور عضلات میں رات کو نیکہ لگوانا ممکن ہو تو یہ اولیٰ اور بہتر ہے۔ (۴)

کیا بے ہوشی سے روزہ باطل ہو جاتا ہے؟

روزہ دار کے لیے بے ہوش ہونے کی دو حالتیں ہیں:

(۱) [رمضان المبارک فضائل، فوائد، ثمرات (ص ۴۵)] (۲) [مجموع الفتاویٰ لابن باز (۲۰۷/۱۵)]

(۳) [فتاویٰ الصیام (ص ۲۰)]

(۴) [فتاویٰ اللجنة الدائمة (۲۰۲/۱۰)]

(1) وہ سارا دن بے ہوش رہے، یعنی وہ فجر سے قبل بے ہوش ہوا اور غروب شمس سے قبل اسے ہوش نہیں آئی۔ تو اس شخص کا روزہ صحیح نہیں بلکہ اس شخص پر اس دن کی قضاء لازم ہے۔ اس کے روزہ کے صحیح نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ روزہ تو نیت کے ساتھ روزہ توڑنے والی اشیاء سے پرہیز کرنے کا نام ہے کیونکہ حدیث قدسی ہے کہ

”اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: انسان کھانا پینا اور اپنی شہوت میرے لیے ترک کرتا ہے۔“ (۱)

اس حدیث میں اللہ تعالیٰ نے ترک کی اضافت صائم یعنی روزہ دار کی طرف کی ہے اور یقیناً بے ہوش شخص کی طرف تو ترک کی اضافت نہیں ہو سکتی۔ اور اس کے روزہ کو بعد میں بطور قضاء رکھنے کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے ﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾ [البقرة: ۱۸۴] ”تم میں جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو تو وہ اور دنوں میں گنتی پوری کر لے۔“

(2) دوسری حالت یہ ہے کہ دن کے کسی حصے میں اسے ہوش آ جائے خواہ ایک لمحہ ہی۔ دن کے شروع میں یا پھر درمیان اور آخر میں ہوش آنا برابر ہے۔ امام نوویؒ اس مسئلے میں علماء کا اختلاف ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ”صحیح قول یہی ہے کہ دن کے کسی حصے میں ہوش آنا شرط ہے۔“ یعنی بے ہوش ہونے والے شخص کا روزہ صحیح ہونے کے لیے دن کے کسی حصے میں ہوش میں آنا شرط ہے۔ اس کا روزہ صحیح ہونے کی دلیل یہ ہے کہ جب دن میں وہ کسی بھی وقت ہوش میں آ جائے تو اس کا روزہ توڑنے والی اشیاء سے رکناً بالجملہ ثابت ہو گیا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب کوئی شخص پورا دن یعنی طلوع فجر سے غروب شمس تک ہی بے ہوش رہے تو اس کا روزہ صحیح نہیں ہوگا بلکہ اس کے ذمہ قضا ہوگی۔ اور جب دن کے کسی بھی حصے میں اسے ہوش آ جائے تو اس کا روزہ صحیح ہوگا۔ امام احمد اور امام شافعی رحمہم اللہ کا یہی مسلک ہے اور شیخ ابن عثیمین رحمہم اللہ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ (۲)

کیا بچے کو دودھ پلانے سے روزہ باطل ہو جاتا ہے؟

شریعت اسلامیہ نے بچے کو دودھ پلانا روزہ توڑنے والی اشیاء میں شمار نہیں کیا لہذا اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ فقہائے کرام کا اتفاق ہے کہ دودھ پلانے والی عورت کا روزہ دودھ پلانے کے باوجود جائز ہے اس سے اس پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔

کیا نکسیر آنے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے؟

(سعودی فتویٰ کمیٹی) اگر آپ کو نکسیر آ جائے تو آپ کا روزہ صحیح ہے۔ کیونکہ آپ کو نکسیر آئی تھی جس پر آپ کو کوئی اختیار نہیں۔ اس بنا پر اس کے آنے سے آپ کے روزے کو کوئی نقصان نہیں اور نہ ہی وہ فاسد ہے۔ اس کے دلائل میں سے ایک تو یہ ہے کہ ﴿لَا يَكْلِفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعًا﴾ [البقرة: ۲۸۶] ”اللہ تعالیٰ کسی کو بھی اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔“ اور دوسری دلیل یہ ہے کہ ﴿مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ﴾

(۱) [بخاری (۱۸۹۴) مسلم (۱۱۵۱)] (۲) [مزید دیکھیے: المجموع (۳۴۴/۴)]

[الحج: ۷۸] ”اللہ تعالیٰ نے تم پر دین کے بارے میں کوئی تنگی نہیں ڈالی۔“ (۱)

کیا ٹیسٹ وغیرہ کے لیے خون دینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا؟

(شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ) ٹیسٹ وغیرہ (کے لیے خون دینے) سے روزہ فاسد نہیں ہوتا بلکہ یہ معاف ہے اس لیے کہ یہ

ضرورت کی بنا پر حاصل کیا گیا ہے۔ اور نہ ہی شرعاً یہ روزہ توڑنے والی اشیا کی جنس میں شامل ہے۔ (۲)

ایک اور فتوے میں فرماتے ہیں کہ خون نکلنے سے روزہ باطل نہیں ہوگا۔ (۳)

(شیخ ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ) ٹیسٹ کے لیے خون حاصل کرنے سے روزہ دار کا روزہ نہیں ٹوٹتا۔ کیونکہ ڈاکٹر کو مریض

کے خون کے مختلف ٹیسٹ کرنے کی ضرورت پر دستھی ہے لہذا اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ کیونکہ قلیل مقدار میں خون

سینگی اور پچھنے کی طرح جسم پر اثر انداز نہیں ہوتا جس کی وجہ سے اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ بلکہ روزہ اصل پر باقی

رہے گا ہم اسے بغیر کسی شرعی دلیل کے فاسد نہیں کر سکتے۔ (۴)

کیا دانتوں سے نکلنے والا خون روزہ توڑ دیتا ہے؟

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) وہ خون جو دانتوں کے درمیان سے نکلتا ہے روزہ نہیں توڑتا خواہ خود بخود نکل آئے یا

کسی انسان کے مارنے سے نکلے۔ (۵)

کیا آنکھوں یا کانوں میں قطرے ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

(شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ) اگرچہ اس مسئلے میں اختلاف ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ مطلق طور پر (آنکھوں میں ڈالنے

والے) قطروں سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (۶)

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) صحیح بات یہ ہے کہ جس نے اپنی دونوں آنکھوں یا اپنے دونوں کانوں میں بطور دواء

قطرے ڈالے اس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا۔ (۷)

کیا انگوٹھا چوسنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

انگوٹھا چوسنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا کیونکہ شریعت میں جن اشیاء کو روزہ توڑنے کے قابل قرار دیا گیا ہے یہ عمل

ان میں سے نہیں۔

(۱) [فتاویٰ اللجنة الدائمة (۱۰/۲۶۴)] (۲) [مجموع الفتاویٰ لابن باز (۵/۲۷۴)]

(۳) [فتاویٰ ابن باز مترجم (۱/۱۲۷)] (۴) [فتاویٰ أركان الإسلام (ص/۴۷۸)]

(۵) [فتاویٰ اللجنة الدائمة (۱۰/۲۶۷)] (۶) [فتاویٰ إسلامیة (۲/۱۲۹)]

(۷) [فتاویٰ إسلامیة (۲/۱۲۹)]

## روزوں کی قضا کا بیان

## باب قضاء الصیام

جو شخص کسی شرعی عذر کی وجہ سے روزہ چھوڑ دے اس کے لیے قضا دینا ضروری ہے

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾ [البقرة: ۱۸۴] ”تم میں جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو تو وہ اور دنوں میں گنتی پوری کر لے۔“

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿فَنُومَرُ بِقَضَاءِ الصِّيَامِ وَلَا نُومَرُ بِقَضَاءِ الصَّلَاةِ﴾ ”ہمیں روزوں کی قضا کا حکم دیا جاتا اور نماز کی قضا کا حکم نہ دیا جاتا۔“ (۱)

واضح رہے کہ یہ ان روزوں کی بات ہے جو حالت حیض میں ان سے رہ جاتے تھے۔

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) جس نے رمضان کے دن میں کسی عذر مثلاً مرض، سفر، حیض یا نفاس کی وجہ سے روزہ چھوڑ دیا اس پر ان ایام کی قضا دینا واجب ہے جن ایام کے اس نے روزے چھوڑے ہیں۔ (۲)

مسافر وغیرہ کے لیے روزہ چھوڑنے کی رخصت ہے

مسافر اور اس کی مثل دیگر افراد کے لیے روزہ چھوڑنے کی رخصت ہے لیکن اگر انہیں جان کی ہلاکت یا قتال میں کمزوری ہو جانے کا اندیشہ ہو تو افطار کرنا ضروری ہے۔

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی کہ میں سفر میں روزہ رکھوں؟ وہ بہت زیادہ روزے رکھا کرتے تھے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿إِنْ شِئْتَ فَصُمْ وَإِنْ شِئْتَ فَأَفْطِرْ﴾ ”اگر تم چاہو تو (سفر میں) روزہ رکھو اور اگر چاہو تو چھوڑ دو۔“ (۳)

(2) حضرت ابو برداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ فِي يَوْمٍ حَارٍ حَتَّى يَضَعَ الرَّجُلُ يَدَهُ عَلَى رَأْسِهِ مِنْ شِدَّةِ الْحَرِّ وَمَا فِينَا صَائِمٌ إِلَّا مَا كَانَ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ وَابْنِ رَوَاحَةَ﴾ ”ہم ماہ رمضان کے ایک سخت گرم دن میں نبی ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے۔ گرمی کا یہ عالم تھا کہ گرمی کی سختی سے لوگ اپنے سروں کو پکڑ لیتے تھے۔ اور اس سفر میں صرف نبی ﷺ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہما روزہ دار تھے۔“ (۴)

(۱) [مسلم (۳۳۵) کتاب الحيض: باب وجوب قضاء الصوم على الحائض دون الصلاة، بخاری (۳۲۱)]

(۲) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۳۳۳/۱۰)]

(۳) [بخاری (۱۹۴۳) کتاب الصوم: باب الصوم في السفر والإفطار، مؤطا (۲۹۵/۱) مسلم (۱۱۲۱) أبو داود

(۲۴۰۲) ترمذی (۷۱۱) نسائی (۱۸۷/۴) ابن ماجہ (۱۶۶۲) شرح معانی الآثار (۶۹/۲) بیہقی (۲۴۳/۴)

(۴) [بخاری (۱۹۴۵) کتاب الصوم: باب، مسلم (۱۱۲۲) أبو داود (۲۴۰۹) ابن ماجہ (۱۶۶۳)]

(3) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿كُنَّا نَسَافِرُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَلَمْ يَعْيبِ الصَّائِمَ عَلَى الْمُفْطِرِ وَلَا الْمُفْطِرُ عَلَى الصَّائِمِ﴾ ”ہم رسول اللہ کے ساتھ سفر کرتے تھے نہ روزہ رکھنے والا روزہ چھوڑنے والے پر عیب لگاتا اور نہ ہی روزہ چھوڑنے والا روزہ رکھنے والے پر۔“ (۱)

(4) حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا ﴿هِيَ رُخْصَةٌ مِنَ اللَّهِ فَمَنْ أَخَذَ بِهَا فَحَسَنٌ وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَصُومَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ﴾ ”یہ (یعنی دوران سفر روزہ چھوڑنے کی اجازت) اللہ تعالیٰ کی طرف سے رخصت ہے جو اسے اختیار کر لے تو بہتر ہے اور جو شخص روزہ رکھنا پسند کرے تو اس پر بھی کوئی حرج نہیں۔“ (۲)

(5) حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نے روزے کی حالت میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ تک سفر کیا۔ (راوی کہتا ہے کہ) ہم نے ایک جگہ پر پڑاؤ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إِنَّكُمْ قَدْ ذَنَوْتُمْ مِنْ عَدْوِكُمْ وَالْفِطْرِ أَقْوَى لَكُمْ﴾ ”بلاشبہ تم دشمن کے قریب ہو لہذا روزہ چھوڑ دینا ہی تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے۔“ اس وقت آپ ﷺ کی یہ بات رخصت تھی یہی وجہ ہے کہ ہم میں سے بعض نے روزہ رکھا اور بعض نے انظار کر لیا۔ پھر ہم نے ایک دوسری جگہ پر پڑاؤ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿إِنَّكُمْ مُضْبِحُو عَدْوِكُمْ وَالْفِطْرُ أَقْوَى لَكُمْ فَافْطِرُوا﴾ ”بے شک تم صبح کو اپنے دشمن پر حملہ کرو گے اور تمہارے لیے روزہ چھوڑ دینا ہی زیادہ بہتر ہے لہذا تم روزہ چھوڑ دو۔“ پس آپ ﷺ کی یہ بات عزیمت (یعنی لازمی قابل عمل) تھی۔ پھر یقیناً یہ بات میرے مشاہدے کی ہے کہ اس سفر کے بعد بھی ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر میں روزہ رکھا کرتے تھے۔“ (۳)

معلوم ہوا کہ دوران سفر روزہ رکھنا اور چھوڑنا دونوں طرح درست ہے۔ علاوہ ازیں جس روایت میں مذکور ہے کہ سفر میں روزہ رکھنے والوں کے متعلق نبی ﷺ نے فرمایا ﴿أُولَئِكَ الْعَصَاةُ ، أُولَئِكَ الْعَصَاةُ﴾ ”یہی لوگ نافرمان ہیں یہی لوگ نافرمان ہیں۔“ (۴)

جمہور اس کا جواب یوں دیتے ہیں کہ یہ آپ ﷺ نے انہیں خاص اُس دن روزہ کھولنے کے حکم کی مخالفت کی وجہ سے کہا تھا۔ (۵)

(۱) [بخاری (۱۹۴۷) کتاب الصوم: باب لم يعب أصحاب النبي بعضهم بعضا في الصوم والإفطار] مسلم (۱۱۱۸)

(۲) [مسلم (۱۱۲۱) کتاب الصيام: باب التخيير في الصوم والافطار في السفر] أبو داود (۲۴۰۲)

(۳) [مسلم (۱۱۲۰) کتاب الصيام: باب أجزأ المفطر في السفر إذا تولى العمل] أبو داود (۲۴۰۶)

(۴) [مسلم (۱۱۱۴) کتاب الصيام: باب جواز الصوم والافطار في شهر رمضان.....] ترمذی (۷۱۰) نسائی

(۵) [شرح معانی الآثار (۶۵/۲) بیہقی (۲۳۱/۴) - حمیدی (۱۲۸۹) شافعی (۲۶۸/۱)]

(۵) [سبل السلام (۸۸۶/۲)]



عبد الرحمن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس (یعنی نافرمان) سے مراد ایسا شخص ہے جس پر روزہ گراں گزرے (پھر بھی وہ سفر میں روزہ رکھے)۔ (۱)

مزید برآں ایک روایت میں یہ لفظ بھی ہیں کہ ”آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ بے شک لوگوں کو روزے نے مشقت میں ڈال دیا ہے..... (اس وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں روزہ افطار کر لیا اور افطار نہ کرنے والوں کو نافرمان کہا)۔“ (۲)

اور جس روایت میں ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ﴿كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي سَفَرٍ فَرَأَى زِحَامًا وَرَجُلًا قَدْ ظَلَّلَ عَلَيْهِ فَقَالَ مَا هَذَا؟ فَقَالُوا: صَائِمٌ، فَقَالَ: لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ الصَّوْمُ فِي السَّفَرِ﴾ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ایک شخص پر لوگوں نے سایہ کر رکھا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کیا بات ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ایک روزہ دار ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سفر میں روزہ رکھنا سبکی نہیں ہے۔“ (۳)

یہ ایسے شخص کے متعلق ہے جس پر سفر میں روزہ رکھنا مشکل و پر مشقت ہو اور وہ پھر بھی روزہ رکھے جیسا کہ اسی حدیث سے یہ بات ثابت ہے۔ نیز جس روایت میں یہ مذکور ہے کہ ﴿صَائِمٌ رَمَضَانَ فِي السَّفَرِ كَالْمُقَطِّرِ فِي الْحَضَرِ﴾ ”سفر میں رمضان کا روزہ رکھنے والا حضر (یعنی حالت اقامت) میں روزہ چھوڑنے والے کی طرح ہے۔“ وہ منکر اور ضعیف ہے۔ (۴)

ثابت ہوا کہ دوران سفر روزہ رکھنا اور چھوڑنا دونوں طرح جائز و درست ہے۔ جمہور اسی کے قائل ہیں۔ (۵) البتہ امام داؤد ظاہری وغیرہ کے نزدیک سفر میں روزہ چھوڑنا واجب ہے اور روزہ رکھنے والے کا روزہ نہیں ہوتا۔ ان کی دلیل یہ حدیث ہے ﴿عَلَيْكُمْ بِرُحْصَةِ اللَّهِ الَّتِي رَخَّصَ لَكُمْ فَاقْبَلُوهَا﴾ ”اللہ تعالیٰ کی اس رخصت کو لازماً اختیار کرو اور اسے قبول کرو جس کی اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اجازت دی ہے۔“ (۶)

یاد رہے کہ یہ حکم ایسے شخص کے لیے ہے جس پر دوران سفر روزہ رکھنا مشکل ہو جیسا کہ اسی روایت میں موجود ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم ایسے شخص کو دیا تھا جس پر سفر میں روزے (کی مشقت) کی وجہ سے ایک سایہ دار درخت

(۱) [تحفة الأحوذی (۴۵۳/۳)] (۲) [کما قال الحافظ فی بلوغ المرام (۵۴۶)]

(۳) [بخاری (۱۹۴۶)] کتاب الصوم: باب قول النبی لمن ظلل علیہ واشتد الحر، مسلم (۱۱۱۵) أبو داؤد

(۲۴۰۷) نسائی (۱۷۵/۴) طیالسی (۹۱۰) بیہقی (۲۴۲/۴) احمد (۲۹۹/۳) دارمی (۹/۲)

(۴) [الضعیفۃ (۴۹۸) ضعیف ابن ماجہ (۴۹۸) کتاب الصیام: باب ماجاء فی الإفطار فی السفر، ابن ماجہ (۱۶۶۶)]

(۵) [الروضة الندیة (۵۴۹/۱) نیل الأوطار (۲۰۰/۳)]

(۶) [صحیح: صحیح نسائی (۲۱۳۲) کتاب الصیام، إرواء الغلیل (۵۳/۴) نسائی (۲۲۶۰)]

کے نیچے پانی کے چھینٹے مارے جا رہے تھے۔

علماء نے اس مسئلے میں اختلاف کیا ہے کہ سفر میں روزہ رکھنا افضل ہے یا چھوڑنا:

(جہوہر، مالک، شافعی، ابوحنیفہ رضی اللہ عنہم) سفر میں جب مشقت نہ ہو تو روزہ رکھنا افضل ہے اور جب مشقت کا اندیشہ ہو تو روزہ چھوڑنا افضل ہے۔

(احمد رضی اللہ عنہ) صرف روزہ چھوڑنا ہی ہر حال میں افضل ہے۔

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) مسافر کے لیے رمضان میں روزہ چھوڑنا اور رباعی نماز میں قصر کرنا جائز ہے اور (دوران سفر) روزہ رکھنے اور مکمل نماز پڑھنے سے یہی افضل ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ثابت ہے کہ ”بلا شبہ اللہ تعالیٰ کو یہ پسند ہے اس کی (عطا کردہ) رخصتوں پر عمل کیا جائے جیسا کہ اسے یہ پسند ہے کہ اس کے احکامات پر عمل کیا جائے۔“ (۱)

(شوکانی رحمۃ اللہ علیہ) جس پر روزہ رکھنا مشکل ہو یا جسے (سفر میں) روزہ نقصان دیتا ہو یا جو رخصت قبول کرنے سے اعراض کرتا ہو یا جسے دوران سفر روزہ رکھنے سے فخر و ریاکاری میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو تو ایسے شخص پر روزہ چھوڑ دینا افضل ہے اور جو ان اشیاء سے مستغنی ہو اس کے حق میں روزہ رکھنا افضل ہے۔ (۲)

بعض لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ روزہ رکھنا اور چھوڑنا دونوں برابر ہیں ان میں کوئی بھی افضل نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ دونوں میں جو آسان ہو اسے اختیار کر لینا چاہیے۔ (۳)

(راجح) امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا موقف احادیث کے زیادہ قریب ہے۔

(عبدالرحمن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ) جہوہر کا موقف راجح ہے۔ (۴)

□ (ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ) اہل علم کا اتفاق ہے کہ مریض کے لیے روزہ چھوڑنا جائز ہے اور اس میں اصل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے ”تم میں جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو تو وہ اور دنوں میں گنتی پوری کر لے۔“ (۵)

کیا مجاہدین فرض روزہ چھوڑ سکتے ہیں؟

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) اگر کافروں سے جہاد کرنے والے لوگ ایسے مسافر ہوں جو نماز قصر کر سکتے ہیں تو ان کے لیے روزہ چھوڑنا جائز ہے اور رمضان کے بعد ان پر قضا کے روزے رکھنا لازم ہے۔ لیکن اگر وہ مسافر نہیں مثلاً کفار نے ان کے شہر میں ان پر حملہ کر دیا ہے تو پھر جو ان میں سے جہاد کے ساتھ روزے کی استطاعت رکھتا ہوگا اس

(۱) [سبیل السلام (۸۸۶/۲) بدایۃ المجتہد (۱۶۵/۲) الفقہ الإسلامی وأدلته (۶۱۱/۲) المجموع

(۲۶۰/۱۶) الروض النضیر (۱۳۴/۳) فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والإفتاء (۲۰۰۱/۱۰)

(۲) [نبیل الأوطار (۲۰۱/۳)] (۳) [سبیل السلام (۸۸۶/۲) تحفة الأحوذی (۴۵۳/۳)]

(۴) [تحفة الأحوذی (۴۵۳/۳)] (۵) [المغنی لابن قدامة (۴۰۳/۴)]

پر روزہ رکھنا واجب ہے اور جو جہاد کے ساتھ روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتا ہوگا اس کے لیے جائز ہے کہ وہ روزہ چھوڑ دے اور پھر رمضان ختم ہونے کے بعد جتنے دن روزہ چھوڑے ہیں اتنے دن قضا کے روزے رکھے۔ (۱)

حاملہ اور مرضہ کے روزے کا حکم

حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت بھی حکم میں مسافر کی طرح ہی ہے جیسا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿إِنَّ اللَّهَ وَضَعَ عَنِ الْمُسَافِرِ الصَّوْمَ وَشَطْرَ الصَّلَاةِ وَعَنِ الْحُبْلَى وَالْمُرْضِعِ الصَّوْمَ﴾ ”بے شک اللہ تعالیٰ نے مسافر سے روزہ اور نصف نماز اور حاملہ اور دودھ پلانے والی خاتون سے (صرف) روزہ ساقط کر دیا ہے۔“ (۲)

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) اگر حاملہ عورت رمضان کے روزے کی وجہ سے اپنے نفس یا اپنے بچے کے بچے کے متعلق خائف ہو تو وہ روزہ چھوڑ دے اور اس پر صرف قضا ہے۔ اس کی حالت اس معاملے میں مریض کی حالت کی طرح ہے جو روزے کی طاقت نہیں رکھتا یا اس کی وجہ سے اپنے نفس پر کسی نقصان سے خائف ہے..... اور اسی طرح دودھ پلانے والی جب اپنے نفس کے متعلق خائف ہو اگر رمضان میں اپنے بچے کو دودھ پلائے یا اپنے بچے کے متعلق خائف ہو کہ اگر وہ روزہ رکھے لے گی تو اسے دودھ نہیں پلا سکے گی تو وہ روزہ چھوڑ دے اور اس پر صرف قضا لازم ہے۔ (۳)

اگر مرنے والے پر قضا کے روزے ہوں

جو شخص ایسی حالت میں فوت ہو کہ اس کے ذمے روزے تھے تو اس کا ولی (یعنی وارث) اس کی طرف سے روزے رکھے۔

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ﴿مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ صَامَ عَنْهُ وَيَتْبَهُ﴾ ”اگر کوئی شخص فوت ہو جائے اور اس کے ذمے روزے ہوں تو اس کا ولی اس کی طرف سے وہ روزے رکھے گا۔“ (۴) مسند بزار کی جس روایت میں یہ لفظ زائد ہیں کہ ﴿إِنْ شَاءَ﴾ ”اگر چاہے (تو وارث روزے رکھے)۔“ وہ ضعیف ہے۔ (۵)

(۱) [فتاویٰ اسلامیة (۱۴۱/۲)]

(۲) [حسن صحیح: صحیح أبو داود (۲۱۰۷) أحمد (۳۴۷/۴) أبو داود (۲۳۰۸) ترمذی (۷۱۵) نسائی (۱۸۰/۴) ابن ماجہ (۱۶۶۷) ابن عزیمة (۲۰۳۲) عبد بن حمید (۴۳۱)]

(۳) [فتاویٰ اللجنة الدائمة (۲۲۰/۱۰)] (۴) [بخاری (۱۹۵۲) مسلم (۱۱۴۷)]

(۵) [ضعیف: التعليقات الرضية على الروضة الندية (۲۳/۲) كشف الأستار (۱۰۲۳) مجمع الزوائد میں ہے کہ اس کی سند حسن ہے۔ [۱۷۹/۳] حافظ ابن حجر نے ابن لہیع راوی کی وجہ سے اسے ضعیف کہا ہے۔ [فتح الباری (۱۵۷/۴)]

(2) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ آپ کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے کہا میں نے اپنی والدہ پر ایک لوٹھی صدقہ کی تھی لیکن وہ (میری والدہ) فوت ہو گئی۔ راوی نے کہا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تجھے اجر ضرور ملے گا اور اس نے وہ لوٹھی تجھ پر میراث کی صورت میں لوٹا دی ہے۔ پھر اس نے کہا اے اللہ کے رسول! میری والدہ کے ذمے ایک ماہ کے روزے تھے کیا میں اس کی طرف سے روزے رکھوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو اس کی طرف سے روزے رکھ لے۔ پھر اس نے کہا کہ اس نے کبھی حج نہیں کیا، کیا میں اس کی طرف سے حج کر لوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ”تو اس کی طرف سے حج کر لے۔“ (۱)

امام تہذیبی رحمۃ اللہ علیہ ”خلافيات“ میں رقمطراز ہیں کہ یہ سنت ثابت ہے۔ میرے علم میں نہیں کہ اہل حدیث کے درمیان اس مسئلے میں (کہ ولی روزے رکھے گا) کوئی اختلاف ہو۔ (۲)

امام احمد اور امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ اسی کے قائل ہیں لیکن ان کے نزدیک میت کی طرف سے صرف نذر کا روزہ ہی رکھا جاسکتا ہے۔ ایک روایت کے مطابق امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی یہی موقف رکھتے ہیں۔

تاہم کچھ علما کی یہ رائے ہے کہ کسی صورت میں بھی میت کی طرف سے روزہ نہیں رکھا جاسکتا۔ بلکہ ایک مسکین کو کھانا کھلا دینا چاہیے۔ (۳)

ہمارے علم کے مطابق میت کی طرف سے میت کا ولی روزے رکھ سکتا ہے اور اس میں نیابت درست ہے کیونکہ صحیح حدیث اس پر شاہد ہے۔ جو لوگ ایک مسکین کو کھانا کھلانے کے قائل ہیں ان کی دلیل ضعیف روایت ہے جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ أُطْعِمَ عَنْهُ مَكَانَ كُلِّ يَوْمٍ مَسْكِينًا﴾ ”جو شخص اس حال میں فوت ہو کہ اس کے ذمے روزے تھے تو اس کی طرف سے ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیا جائے۔“ (۴)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ ثابت نہیں ہے۔ (۵)

(۱) [مسلم (۱۱۴۹) کتاب الصیام : باب قضاء الصیام عن الميت ، ابو داود (۲۸۷۷) ترمذی (۶۶۷)]

(۲) [فتح الباری (۷۰۶/۴) نیل الأوطار (۲۱۳/۳)]

(۳) [الحوای (۴۵۲/۳) المغنی (۳۹۹/۴) الأم (۱۴۴/۲) بدائع الصنائع (۱۰۳/۲) المبسوط (۸۹/۳)]

[الكافی (ص/۱۲۲) الإنصاف فی معرفة الرائج من الخلاف (۳۳۴/۳) نیل الأوطار (۲۱۴/۳)]

(۴) [ضعیف : ضعیف ابن ماجہ (۳۸۹) کتاب الصیام ، ترمذی (۷۱۸) ابن ماجہ (۱۷۵۷)]

(۵) [شرح مسلم للنووی (۴۷۹/۴)]

◀ واضح رہے کہ ”وعلیہ صیام“ سے نفل نہیں بلکہ ایسے روزے مراد ہیں جو میت پر فرض ہوں مثلاً رمضان یا نذر وغیرہ کے روزے۔

میت کی طرف سے نذر کے روزے رکھنے کا حکم

ورثاء کو چاہیے کہ میت کی طرف سے نذر کے روزے رکھیں۔

(1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ﴿جَاءَتْ امْرَأَةٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّ أُمَّيْ مَاتَتْ وَعَلَيْهَا صَوْمٌ نَذَرَ أَفَاصُومُ عَنْهَا؟ قَالَ أَرَأَيْتَ لَوْ كَانَ عَلَى أُمَّكَ دِينٌ فَقَضَيْتَنِيهِ أَكَانَ يُؤَدِّي ذَالِكَ عَنْهَا؟ قَالَتْ نَعَمْ، قَالَ فَصُومِي عَنْ أُمَّكَ﴾ ”رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے کہا اے اللہ کے رسول! میری والدہ فوت ہو گئی ہے اور اس کے ذمے نذر کے روزے ہیں کیا میں اس کی طرف سے روزے رکھوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے بتلاؤ اگر تمہاری والدہ پر قرض ہوتا تو کیا تم اسے ادا کرتی؟ اس نے کہا ہاں تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس کی طرف سے روزے بھی رکھو۔“

ایک روایت میں اس عبارت کے بعد یہ الفاظ زائد ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿فَدَيْنُ اللَّهِ أَحَقُّ أَنْ يُقْضَى﴾ ”اللہ کا قرض ادائیگی کا زیادہ مستحق ہے۔“ (۱)

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ﴿أَنَّ امْرَأَةً رَكَبَتِ الْبَحْرَ فَنَذَرَتْ أَنْ نَجَّاهَا اللَّهُ أَنْ تَصُومَ شَهْرًا فَتَجَّاهَا اللَّهُ فَلَمْ تَصُمْ حَتَّى مَاتَتْ فَجَاءَتْ ابْنَتُهَا أَوْ أُخْتُهَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَأَمَرَهَا أَنْ تَصُومَ عَنْهَا﴾ ”ایک عورت سمندر میں سوار ہوئی تو اس نے یہ نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اسے نجات دے دی تو وہ ایک ماہ روزے رکھے گی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسے نجات دے دی لیکن وہ روزے رکھنے سے پہلے ہی وفات پا گئی۔ پھر اس کی بیٹی یا اس کی بہن رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی تو آپ ﷺ نے حکم دیا کہ وہ اس (میت) کی طرف سے روزے رکھے۔“ (۲)

(3) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ﴿أَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ اسْتَفْتَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ إِنَّ

(۱) [مسلم (۱۱۴۸) کتاب الصیام: باب قضاء الصوم عن الميت، بخاری (۱۹۵۳) ابو داؤد (۳۳۰۸)؛

(۲۳۱۰) ترمذی (۷۱۶)؛ (۷۱۷) ابن ماجہ (۱۷۵۸) ابن حبان (۳۵۷۰) ابن خزیمہ (۲۰۵۳)؛

(۲) [صحیح: صحیح ابو داؤد (۲۸۲۹) کتاب الأیمان والنذور: باب قضاء النذر عن الميت، ابو داؤد

(۳۳۰۸) ابن خزیمہ (۲۰۵۴) احمد (۲۱۶/۱-۳۳۸) نسائی (۲۰/۷)؛

أُمِّي مَاتَتْ وَعَلَيْهَا نَذْرٌ لَمْ تَقْضِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَقْضِهِ عَنْهَا ﴿ بلاشبہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے فتویٰ پوچھا اور کہا کہ میری والدہ فوت ہو گئی ہے اور اس کے ذمے نذر تھی جسے اس نے پورا نہیں کیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اس کی طرف سے پوری کر دو۔“ (۱)

(ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ) میت کی طرف سے نذر کے روزے اس کا ولی رکھے گا۔ (۲)

ایسا بوڑھا شخص جو نہ روزہ رکھنے کی طاقت رکھتا ہو اور نہ قضا دینے کی وہ کیا کرے؟

اُسے چاہیے کہ وہ ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا کر کفارہ ادا کر دے۔

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ﴿ رُخِّصَ لِلشَّيْخِ الْكَبِيرِ أَنْ يُفْطِرَ وَيُطْعِمَ عَنْ كُلِّ يَوْمٍ مَسْكِينًا وَلَا قِضَاءَ عَلَيْهِ ﴾ ”بڑی عمر کے بوڑھے کو روزہ چھوڑ دینے کی رخصت دی گئی ہے وہ ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دے۔ اور اس پر قضا نہیں۔“ (۳)

معلوم ہوا کہ بہت بوڑھا شخص جس کے متعلق یہ اُمید ہی نہ ہو کہ وہ دوبارہ قوی و مضبوط ہو جائے گا (اور اسی طرح ایسا مریض جو علاج سے مایوس ہو چکا ہو) ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا سکتے ہیں۔

(۲) حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی ﴿ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَ فِدْيَةَ طَعَامٍ مَسْكِينٍ ﴾ [البقرة: ۱۸۴] تو جو شخص روزہ چھوڑنا چاہتا وہ فدیہ دے دیتا حتیٰ کہ اس کے بعد والی آیت نازل ہوئی اور اس نے اسے منسوخ کر دیا۔ (۴)

(۳) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے بھی حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی حدیث کی طرح ہی مروی ہے لیکن اس میں یہ لفظ زائد ہیں کہ جب یہ آیت ﴿ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ﴾ [البقرة: ۱۷۵] نازل ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اس ماہ کا روزہ مقیم تندرست شخص پر ثابت کر دیا جبکہ مریض اور مسافر کے لیے اس

(۱) [صحیح: صحیح ابو داؤد (۲۸۲۸) کتاب الأیمان والنذور: باب قضاء النذر عن الميت، ابو داؤد (۳۳۰۷)]

(۲) [المغنی لابن قدامة (۳۹۹/۴)]

(۳) [صحیح: دار قطنی (۲۰۵/۲) حاکم (۴۰/۱)] امام دارقطنی نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ امام حاکم فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بخاری کی شرط پر صحیح ہے اور امام ذہبی نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔ شیخ صحیحی حلاق نے شواہد کی وجہ سے اسے صحیح کہا ہے۔ [التعلیق علی سبل السلام (۱۴۵/۴)] شیخ حازم علی قاضی نے اسے صحیح کہا ہے۔ [التعلیق علی سبل

السلام (۸۸۷/۲)]

(۴) [بخاری (۴۵۰۷) کتاب التفسیر، مسلم (۱۱۴۵) ابو داؤد (۲۳۱۵) ترمذی (۷۹۸)]

میں رخصت دے دی۔“ (۱)

(۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ﴿لَيْسَتْ بِمَنْسُوخَةٍ هُوَ الشَّيْخُ الْكَبِيرُ وَالْمَرْأَةُ الْكَبِيرَةُ لَا يَسْتَطِيعَانِ أَنْ يَصُومَا فَيَطْعِمَانِ كُلَّ يَوْمٍ مَسْكِينًا﴾ ”یہ آیت ﴿وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَ﴾ منسوخ نہیں ہے بلکہ یہ ایسے بوڑھے مرد اور بوڑھی عورت کے لیے ہے جو روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے اس لیے وہ ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں گے۔“ (۲)

(ابن قدامہ رحمہ اللہ) بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت جب ان کے لیے روزہ باعث مشقت ہو جائے تو ان کے لیے جائز ہے کہ وہ روزہ چھوڑ دیں اور ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں۔..... اسی طرح ایسا مریض جس کے تندرست ہونے کی امید نہ ہو وہ بھی روزہ چھوڑ دے اور ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دے کیونکہ وہ بھی بوڑھے مرد کے حکم میں ہی ہے۔ (۳)

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) جو بڑی عمر کی وجہ سے رمضان کے روزوں سے عاجز آ جائے جیسے بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت یا اس پر روزہ رکھنا شدید گراں ہو تو اس کے لیے روزہ چھوڑنے کی رخصت ہے اور اس پر واجب ہے کہ وہ ہر دن کے عوض ایک مسکین کو کھانا کھلا دے نصف صاع (تقریباً سوا کلو) گندم یا کھجور یا چاول یا اس کی مثل جو بھی اپنے گھر والوں کو کھلاتا ہے۔ اور اسی طرح ایسا مریض وہ روزے سے عاجز ہو یا اس پر روزہ شدید مشقت کا باعث ہو اور اس کے تندرست ہونے کی بھی امید نہ ہو (تو وہ بھی ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دے۔ (۴)

↪ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت کا بھی یہی حکم ہے۔ (۵)

↪ مسکین کو کھانا کھلانے کے حکم میں اختلاف ہے۔ جمہور کے نزدیک مسکین کو کھانا کھانا ضروری ہے۔ جبکہ امام مالک رحمہ اللہ کا فتویٰ یہ ہے کہ یہ عمل مستحب ہے۔ (۶)

↪ ایک روایت میں مسکین کو کھلائے جانے والے کھانے کی مقدار نصف صاع (تقریباً سوا کلو) گندم

(۱) [صحیح: صحیح أبو داود (۴۷۸، ۴۷۹) کتاب الصلاة، أحمد (۲۳۳/۵) أبو داود (۵۰۶، ۵۰۷)]

(۲) [بخاری (۴۵۰۵) کتاب التفسیر: باب فمن شهد منكم الشهر فليصمه نسائي (۱۹۰/۴) طبري (۸۱/۲)]

(۳) [المغني لابن قدامة (۳۹۵/۴-۳۹۶)] (۴) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث (۱۶۰/۱۰)]

(۵) [دار قطنی (۲۰۷/۲) امام دارقطنی نے اسے صحیح کہا ہے۔]

(۶) [الفقه الإسلامي وأدلته (۲۴۷/۲) بداية المجتهد (۱۷۷/۲) قوانين الأحكام الشرعية (ص ۱۴۳)]

مذکور ہے۔ (۱)

◀ امیر صنعانی رقمطراز ہیں کہ حدیث میں موجود لفظ ”شیخ“ سے مراد ایسا شخص ہے جو روزہ رکھنے سے عاجز ہو۔ (۲)

رمضان کی قضا پے درپے روزوں کے ساتھ یا الگ الگ؟

دونوں طرح درست ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

(1) ﴿لَا بَأْسَ أَنْ يُفَرَّقَ لِقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى "فِعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ" [البقرة: ۱۸۴]﴾  
 ”(رمضان کی قضا مسلسل نہیں بلکہ) الگ الگ روزے رکھ کر دی جائے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں دوسرے دنوں سے گنتی پوری کر لو (یہ نہیں فرمایا کہ پے درپے روزے رکھو)۔“ (۳)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿نَزَلَتْ "فِعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ" مُتَّابِعَاتٍ فَسَقَطَتْ مُتَّابِعَاتٍ﴾ ”پہلے یہ آیت نازل ہوئی کہ قضا روزے دوسرے دنوں میں پے درپے رکھے جائیں لیکن پھر پے درپے روزے رکھنے کا حکم ساقط ہو گیا۔“ (۴)

(3) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ سے رمضان کی قضا کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا ﴿إِنْ شَاءَ فَرَّقْ وَإِنْ شَاءَ تَابَعَ﴾ ”اگر چاہے تو الگ الگ روزے رکھ لے اور اگر کوئی چاہے تو مسلسل رکھ لے۔“ (۵)

اگرچہ یہ روایت ضعیف ہے لیکن قرآن کی مطلق آیت ﴿فِعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾ اس بات کی متقاضی ہے کہ دونوں طرح قضا دینا درست ہے کیونکہ مقصود گنتی پوری کرنا ہے اور وہ دونوں طرح حاصل ہو جاتا ہے۔ جس روایت میں ہے کہ ﴿مَنْ كَانَ عَلَيْهِ صَوْمٌ مِنْ رَمَضَانَ فَلْيَسْرُدْهُ وَلَا يَقْطَعْهُ﴾ ”جس کے ذمے رمضان کے روزے ہوں وہ انہیں مسلسل رکھے علیحدہ علیحدہ نہ رکھے۔“ وہ ضعیف ہے۔ (۶)

(ابن کثیر رضی اللہ عنہ) اس آیت ﴿فِعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ کیا روزوں کی قضا پے درپے واجب ہے یا الگ الگ بھی جائز ہے؟ اس مسئلے میں دو قول ہیں:

(1) پے درپے قضا واجب ہے کیونکہ قضا ادا کوئی بیان کرتی ہے۔

(۱) [دار قطنی (۲۰۰۷/۲) امام دارقطنی نے اسے صحیح کہا ہے۔] (۲) [سبل السلام (۸۹۰/۲)]

(۳) [بخاری تعلیقا (قبل الحدیث ۱۹۵۰/۱) کتاب الصوم: باب متی یقضی قضا رمضان]

(۴) [دارقطنی (۱۹۲/۲) بیہقی (۲۰۵۸/۴) امام دارقطنی نے اس کی سند صحیح کہا ہے۔]

(۵) [ضعیف: تمام المنة (ص/۴۲۳) دارقطنی (۱۹۳/۲) ابن الجوزی (۹۹/۲)] حافظ ابن حجر نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔ [تلخیص الحیبر (۳۹۴/۲)]

(۶) [ضعیف: تمام المنة (ص/۴۲۴) دارقطنی (۱۹۱/۲)]



(2) پے در پے قضا واجب نہیں ہے بلکہ یہ محض اس کی مشیت پر موقوف ہے۔ جمہور سلف و خلف کا یہی قول ہے اور دلائل اسی کو ثابت کرتے ہیں کیونکہ پے در پے روزے رکھنا صرف ماہ رمضان میں واجب ہے اس ضرورت کی وجہ سے کہ اس کی ادائیگی اس مہینے میں ہی ہو البتہ ماہ رمضان کے اختتام پر صرف اتنا ہی ضروری ہے کہ جتنے ایام کے روزے چھوڑے ہیں وہ تعداد پوری کر لی جائے (خواہ وقفے وقفے سے ہی روزے رکھ کر کی جائے)۔ (۱)

(ابن قدامہ رحمہ اللہ) ماہ رمضان کی قضا الگ الگ بھی کفایت کر جاتی ہے لیکن زیادہ بہتر یہ ہے کہ پے در پے قضا دی جائے۔ (۲)

(البانی رحمہ اللہ) خلاصہ کلام یہ ہے کہ نہ تو وقفے وقفے سے روزوں کی قضا کے متعلق کوئی مرفوع حدیث ثابت ہے اور نہ ہی پے در پے روزوں کے متعلق لہذا کتاب و سنت کے زیادہ قریب یہی ہے کہ قضا کے روزے پے در پے اور وقفے وقفے سے دونوں طرح درست ہیں۔ (۳)

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) جن ایام کے روزے چھوڑے ہیں ان کی قضا دینا واجب ہے خواہ الگ الگ روزے رکھ کر یا پے در پے۔ (۴)

رمضان کی قضا تاخیر سے بھی درست ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ﴿كَانَ يَكُونُ عَلَيَّ الصَّوْمُ مِنْ رَمَضَانَ فَمَا أَسْتَطِيعُ أَنْ أَقْضِيَ إِلَّا فِي شَعْبَانَ﴾ ”میرے ذمے رمضان کے روزے ہوتے تو میں ماہ شعبان کے علاوہ (سار سال) ان کی قضا دینے کی طاقت نہ رکھتی۔“ (۵)

(شوکانی رحمہ اللہ) اس حدیث میں مطلقاً رمضان کی قضا تاخیر سے دینے کا جواز ہے قطع نظر اس سے کہ وہ کسی عذر کی وجہ سے ہو یا بغیر کسی عذر کے۔ (۶)

(البانی رحمہ اللہ) حق بات یہ ہے کہ اگر استطاعت ہو تو جلدی قضا دینا واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَسَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ﴾ [آل عمران: ۱۳۳] ”اپنے رب کی مغفرت کی طرف دوڑو۔“ (۷)

(ابن حزم رحمہ اللہ) اسی کے قائل ہیں (انہوں نے حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کو طاقت نہ ہونے پر محمول کیا ہے)۔ (۸)

(۲) [المغنی لابن قدامة (۴/۴۰۸)]

(۱) [تفسیر ابن کثیر (تحت الآیة / ۱۸۵)]

(۴) [فتاویٰ اللجنة الدائمة (۱۰/۳۳۹)]

(۳) [إرواء الغلیل (۴/۹۷)]

(۵) [بخاری (۱۹۵۰) کتاب الصوم: باب متى يقضى قضاء رمضان، مسلم (۱۱۴۶) أبو داود (۲۳۹۹)]

(۵) [بخاری (۱۹۵۰) کتاب الصوم: باب متى يقضى قضاء رمضان، مسلم (۱۱۴۶) أبو داود (۲۳۹۹)]

(۷) [تمام المنة (ص/۴۲۱)]

(۶) [نبیل الأوطار (۳/۲۱۱)]

(۸) [المحلّی (۶/۲۶۰)]

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) شعبان تک رمضان کی قضاء کو مؤخر کرنا جائز ہے خواہ یہ تاخیر بغیر کسی عذر کے ہی ہو لیکن افضل یہ ہے کہ جلد از جلد قضاء کے روزے رکھ لیے جائیں۔ (۱)

کیا جان بوجھ کر روزہ توڑنے والا قضا دے گا؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً یوں مروی ہے کہ ﴿مَنْ أَفْطَرَ يَوْمًا مِنْ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ عُدْرٍ وَلَا مَرَضٍ لَمْ يَقْضِهِ صِيَامَ الدَّهْرِ وَإِنْ صَامَهُ﴾ ”اگر کسی نے رمضان میں کسی عذر اور مرض کے بغیر ایک دن کا بھی روزہ نہ رکھا تو ساری عمر کے روزے بھی اس کا بدلہ (یعنی قضاء) نہیں ہو سکتے۔“ (۲)

معلوم ہوا کہ جان بوجھ کر بلا عذر روزہ توڑ دینے والا شخص قضاء نہیں دے گا کیونکہ اسے قضا دینے کا کوئی فائدہ نہیں۔ البتہ اسے چاہیے کہ خلوص دل سے سچی توبہ کرے اور اپنا گناہ معاف کرائے۔

(ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ) جان بوجھ کر بلا عذر روزہ توڑنے والا قضا نہیں دے گا۔ (۳)

(ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ) اسی کے قائل ہیں اور مزید انہوں نے یہی موقف حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ حضرت ابن مسعود اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے بھی نقل کیا ہے۔ (۴)

(البانی رحمۃ اللہ علیہ) انہوں نے اسی موقف کو ظاہر قرار دیا ہے۔ مزید فرماتے ہیں کہ لیکن رمضان میں ہم بستری کرنے والے کے متعلق صحیح ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قضا کا بھی حکم دیا۔ (۵)

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) رمضان کے روزے ارکان اسلام میں سے ایک رکن ہیں اور جان بوجھ کر مکلف شخص کا روزے چھوڑ دینا بہت بڑے کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ بعض اہل علم کا موقف یہ ہے کہ ایسا شخص کافر و مرتد ہے اور اس پر خالص توبہ اور کثرت کے ساتھ اعمال صالحہ مثلاً نفل عبادات وغیرہ کی ادائیگی واجب ہے۔ اور اس پر لازم ہے کہ دینی شعائر کی پابندی کرے مثلاً نماز روزہ حج اور زکوٰۃ وغیرہ۔ اور علماء کے اقوال میں سے زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس پر کوئی قضا نہیں کیونکہ اس کا جرم اس سے زیادہ بڑا ہے کہ قضا سے اس کے روزے کی کمی پوری ہو جائے۔ (۶)

(مالک رحمۃ اللہ علیہ) جو ماہ رمضان میں جان بوجھ کر کھاپا لے یا جماع کر لے اس پر قضا اور کفارہ دونوں لازم ہیں۔ (۷)

(۱) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والإفتاء (۱۰/۳۳۳)]

(۲) [بخاری تعلیقاً (قبل الحدیث ۱۹۳۵) کتاب الصوم: باب إذا جامع فی رمضان]

(۳) [الاحتیارات (ص ۶۵)] (۴) [المحلی (۱۸۰/۶)؛ مسأله: (۷۳۵)]

(۵) [تمام المنة (ص ۴۲۵ - ۴۲۶)] (۶) [فتاویٰ اسلامیة (۱۰/۴۱۲)]

(۷) [تفسیر قرطبی (۳۱۷/۲)]

حائضہ اور نفاس والی عورت روزے نہ رکھے لیکن بعد میں قضا دے

کیونکہ صحیح حدیث میں موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ﴿الْيَسَّ إِذَا حَاضَتِ الْمَرْأَةُ لَمْ تَصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ﴾ ”کیا ایسا نہیں ہے کہ جب عورت حائضہ ہوتی ہے تو نہ نماز پڑھتی ہے اور نہ روزے رکھتی ہے۔“ (۱)  
 اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ﴿كَأَنَّ يُصَيَّبُنَا ذَلِكَ فَنُومِرُ بِقَضَاءِ الصَّوْمِ وَلَا نُؤْمِرُ بِقَضَاءِ الصَّلَاةِ﴾ ”ہمیں یہ (حیض) آتا تھا تو ہمیں روزے کی قضا کا حکم دیا جاتا تھا لیکن نماز کی قضا کا حکم نہیں دیا جاتا تھا۔“ (۲)

اسی طرح ابوالترناد نے بیان کیا ہے کہ ﴿أَنَّ الْحَائِضَ تَقْضِي الصِّيَامَ وَلَا تَقْضِي الصَّلَاةَ﴾ ”حائضہ روزے تو قضا کر لے لیکن، از کی قضا نہ کرے۔“ (۳)

ان دلائل سے معلوم ہوا کہ حائضہ عورت ماہ رمضان میں روزے نہیں رکھے گی لیکن جب وہ حیض سے پاک ہو جائے گی تو اپنے روزے پورے کرے گی۔

(ابن قدامہ رحمہ اللہ) اہل علم نے اجماع کیا ہے کہ حائضہ اور نفاس والی عورت کے لیے روزہ رکھنا جائز نہیں ہے اور یہ دونوں رمضان میں روزہ چھوڑیں گی اور بعد میں قضا دیں گی۔ اور اگر یہ روزہ رکھ بھی لیں تو انہیں روزہ کفایت نہیں کرے گا۔ (۴)

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) ایام حیض کے دوران عورت نماز اور روزے سے پرہیز کرے گی۔ پھر جب طہر و پاکیزگی دیکھے گی تو اس پر غسل اور روزوں کی قضا واجب ہو جائے گی۔ (۵)  
حائضہ عورت پر روزوں کے حرام ہونے کی کیا حکمت ہے؟

ہر مسلمان پر واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر من و عن عمل کرے، خواہ کسی حکم کی حکمت معلوم ہو یا نہ ہو جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَمَا كَانَ لِبُؤْسٍ مِنْكُمْ وَلَا مَوْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ...﴾ [الأحزاب: ۳۶] ”کسی مومن مرد و عورت کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے فیصلے کے بعد اپنے کسی امر کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا۔ (یاد رکھو!) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی جو بھی نافرمانی کرے گا وہ صریح گمراہی

(۱) [بخاری (۱۹۵۱) کتاب الصوم: باب الحائض تترك الصوم والصلوة]

(۲) [مسلم (۳۳۵) کتاب الحيض: باب وجوب قضاء الصوم على الحائض دون الصلاة بخاری (۳۲۱)]

کتاب الحيض: باب لا تقضى الحائض الصلاة ابو داود (۲۶۲) ترمذی (۱۳۰)]

(۳) [بخاری (قبل الحديث ۱۹۵۱) کتاب الصوم: باب الحائض تترك الصوم والصلوة]

(۴) [المغنی لابن قدامة (۳۹۷/۴)] (۵) [فتاویٰ اللجنة الدائمة (۱۰۶/۱۰)]

میں پڑے گا۔“

ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا﴾ [النور: ۵۱] ”جب اہل ایمان کو اس لیے بلایا جاتا ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ان کے درمیان فیصلہ کر دے تو ان کا قول یہ ہوتا ہے کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی اور یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔“  
علاوہ ازیں ہر مومن کا یہ پختہ ایمان و یقین ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام احکامات خاص حکمت و مصلحت کے تحت ارشاد فرمائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو صرف اسی کام کا حکم دیا ہے جس میں ان کا فائدہ ہے اور صرف اسی کام سے روکا ہے جس میں ان کا نقصان ہے۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کامل اور اکمل شریعت ہے۔ عقلیں جس چیز کو بھی معروف اور اچھا سمجھتی ہیں شریعت اسلامیہ نے اس کا حکم دیا ہے۔ اور جس چیز کو بھی عقل منکر اور برائی سمجھتی ہے اس سے شریعت نے منع کر دیا ہے۔ کوئی بھی ایسا حکم نہیں دیا جس کے متعلق یہ کہا جاسکے کہ یہ حکم کیوں دیا ہے اور کسی بھی ایسی چیز سے منع نہیں کیا گیا کہ جس کے متعلق یہ کہا جاسکے کہ اس سے منع کیوں کیا گیا ہے۔ (۱)  
تاہم بعض اوقات حکم کی حکمت ہمیں معلوم ہو جاتی ہے اور بعض اوقات معلوم نہیں ہوتی۔ حائضہ عورت پر روزے کی حرمت میں کیا حکمت ہے اس میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض کا تو کہنا ہے کہ ہمیں اس کی حکمت کا علم نہیں۔ جیسا کہ امام الحرمین نے کہا کہ: اس کا روزہ صحیح نہ ہونے کے معنی کا ادراک نہیں کیا جاسکتا اس لیے کہ روزے کے لیے طہارت و پاکیزگی شرط نہیں۔ (۲)

بعض دوسرے علماء کا کہنا ہے کہ اس میں یہ حکمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حائضہ عورت پر رحم کرتے ہوئے اسے روزہ رکھنے سے روکا ہے۔ کیونکہ خون کے اخراج سے کمزوری ہو جاتی ہے اور اگر وہ اس کے ساتھ روزہ بھی رکھے تو اس کے ساتھ اور بھی کمزوری ہوگی کیونکہ حیض اور روزہ دونوں کی کمزوری جمع ہو جائے گی جس بنا پر روزہ اسے اعتماد پر قائم نہیں رہنے دے گا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے اسے نقصان پہنچے۔

(ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ) ہم حیض کی حکمت اور اس کا قیاس کے مطابق ہونے کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

یقیناً شریعت اسلامیہ ہر چیز میں عدل و انصاف لائی ہے اور عبادات میں اسراف ظلم و زیادتی ہے جس سے شریعت نے منع فرمایا ہے اور عبادات میں میانہ روی کا حکم دیا ہے۔ اسی لیے شارع علیہ السلام نے انظار میں جلدی اور سحری میں تاخیر کا حکم دیا ہے اور وصال (یعنی بغیر انظار کے دوسرا روزہ رکھنا) سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کرتے ہوئے فرمایا کہ ”افضل اور عادلانہ روزے داود علیہ السلام کے روزے ہیں وہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن چھوڑتے

تھے۔“ لہذا عبادت میں عدل مقاصد شریعت میں سب سے بڑا مقصد ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحْرِمُوا مَوَاطِنَ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ  
الْمُعْتَدِينَ﴾ [المائدة: ۸۷] ”اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ نے جو پاکیزہ چیزیں تمہارے لیے حلال کی ہیں ان  
کو حرام مت کرو اور حد سے تجاوز مت کرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔“

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں حلال اشیاء کو حرام قرار دینا زیادتی قرار دیا ہے جو کہ عدل کے بھی منافی ہے۔  
ایک مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبَاتٍ أُحِلَّتْ  
لَهُمْ وَبَصَدْتَهُمْ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ كَثِيرًا ۗ وَأَخَذْنَاهُم بِالرِّبَا وَقَدِ نُهُوا عَنْهُ﴾ [آل عمران:  
۱۶۰-۱۶۱] ”یہودیوں کے ظلم کی وجہ سے ہم نے ان پر حلال کردہ پاکیزہ اشیاء کو حرام کر دیا اور ان کے اللہ تعالیٰ  
کے راستے سے بہت زیادہ روکنے کے سبب اور ان کے سود لینے کی وجہ سے، حالانکہ انہیں اس سے منع کیا گیا تھا۔“  
جب وہ لوگ ظالم تھے تو اس وجہ سے ان پر بطور سزا پاکیزہ اشیاء بھی حرام کر دی گئیں، لیکن اس کے  
برعکس امت وسط اور امت عدل کے لیے پاکیزہ اشیاء کو حلال کیا گیا اور ان پر گندی اور غبیث اشیاء حرام قرار  
دی گئیں۔ اور جب معاملہ یہی ہے تو روزہ دار کو بھی مقوی اشیاء یعنی کھانے پینے سے منع کر دیا گیا، اور اسے ان  
اشیاء کے اخراج سے بھی منع کر دیا گیا جن کے اخراج سے کمزوری لاحق ہوتی ہے..... اور خارج ہونے والی  
اشیاء کی دو قسمیں ہیں:

ایک قسم تو ایسی ہے جس کے خروج سے بچنے کی طاقت ہی نہیں اور یا پھر وہ نقصان نہیں دیتی تو اس سے  
منع نہیں کیا گیا مثلاً دو گندی اشیاء یعنی بول و براز۔ کیونکہ ان کے خروج سے اسے کوئی ضرر و نقصان نہیں اور  
نہ ہی اس سے بچا جا سکتا ہے۔ اگر اس کے خروج کی ضرورت ہو تو اس میں کوئی نقصان نہیں بلکہ اس کے  
خروج میں ہی فائدہ ہے۔

اور اسی طرح اگر کسی کو خود بخود تھے آجائے تو اس سے بچنا مشکل ہے۔ اور اسی طرح نیند کی حالت میں  
احتمال سے بچنا بھی ممکن نہیں ہے۔ الا کہ تھے عمد اور جان بوجھ کر کرے کیونکہ تھے ایسے مادے کو خارج کرتی ہے  
جس سے غذا حاصل ہوتی ہے یعنی کھانا پینا وغیرہ۔ اور اسی طرح مشت زنی جس میں شہوت شامل ہوتی ہے.....  
اور حیض میں آنے والے خون میں خون کا اخراج ہے۔ اور پھر حائضہ عورت کے لیے ممکن ہے کہ وہ حیض کے  
علاوہ کسی اور وقت جب اسے خون نہ آتا ہو تب روزے رکھ لے کیونکہ ایسی حالت میں اس کے لیے روزہ رکھنا  
اعتدال پسندی ہوگی کیونکہ اس حالت میں خون نہیں نکلتا جو بدن کو قوت دینے والا مادہ ہے۔

دوران حیض روزہ رکھنا کہ جب اس کا خون خارج ہوتا ہے جو بدن کو تقویت دینے کا باعث ہے، جس کے اخراج سے بدن کو نقصان اور کمزوری ہوتی ہے اور جس کی وجہ سے روزہ اعتدال کی حالت سے نکل جائے گا۔ اس لیے عورت کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ حالت حیض کے علاوہ دوسرے اوقات میں روزہ رکھے۔ (۱)

نظلی روزوں کی قضا ادا کرنا ضروری نہیں

حضرت اُم ہانی رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ”فتح مکہ کے دن حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں جانب آ کر بیٹھ گئیں اور اُم ہانی رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں جانب۔ پھر ایک لونڈی ایک برتن لے کر آئی اس میں پینے کی کوئی چیز تھی۔ اس نے وہ برتن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑا دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پیا اور پھر وہ برتن حضرت اُم ہانی رضی اللہ عنہا کو پکڑا دیا انہوں نے بھی اس سے پیا۔ اور کہا کہ اے اللہ کے رسول! یقیناً میں نے روزہ توڑ دیا اور میرا تو روزہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا کہ کیا تم کسی روزے کی قضا دے رہی تھی؟ اس نے کہا نہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿فَلَا يَصْرُوكُ إِنْ كَانَتْ تَطْوَعًا﴾ اگر یہ نظلی روزہ تھا تو کوئی حرج نہیں۔“ (۲)

(جمہور علما) اگر نظلی روزہ رکھنے والا روزہ توڑ دے تو اس پر کوئی قضا نہیں البتہ اگر وہ اپنی مرضی سے روزہ رکھنا چاہے تو اس پر کوئی حرج نہیں (ان کی دلیل مذکورہ حضرت اُم ہانی رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے)۔

البتہ کچھ علما کی رائے یہ ہے کہ نظلی روزہ توڑنے والے پر بھی قضا لازم ہے۔ (۳)

ان حضرات نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے استدلال کیا ہے جس میں مذکور ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے نظلی روزہ رکھا ہوا تھا۔ دوران روزہ ان کے سامنے کوئی کھانے کی چیز پیش کی گئی تو ان کا دل چاہا اور انہوں نے اسے کھالیا۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ ﴿اَفْضِيَا يَوْمًا آخَرَ مَكَانَهُ﴾ اس کی جگہ دوسرے دن روزے کی قضا دو۔“ لیکن یہ روایت دلیل نہیں بن سکتی کیونکہ یہ ضعیف ہونے کی بنا پر قابل حجت نہیں۔ (۴)

لہذا جمہور علما کا موقف ہی راجح ہے۔

اس کی دلیل حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی وہ روایت بھی ہے جس میں مذکور ہے کہ وہ بیان

(۱) [مجموع الفتاوی لابن تیمیہ (۲۳۴/۲۵)]

(۲) [صحیح: صحیح ابو داؤد (۲۱۴۵) کتاب الصیام، ابو داؤد (۲۴۵۶) ترمذی (۷۳۱) احمد (۳۴۱/۶)]

(۳) [تحفة الأحوذی (۴۹۱/۳) نیل الأوطار (۲۴۲/۳) الأم (۱۴۱/۲) الحواوی (۴۹۸/۳) المبسوط

(۷۸/۳) بدائع الصنائع (۹۴/۲) بدایة المحتد (۲۱۶/۱) الکافی لابن عبد البر (ص/۱۲۹)]

(۴) [ضعیف: ضعیف ترمذی (۱۱۸) کتاب الصوم: باب ما جاء فی إيجاب القضاء علیہ ترمذی (۷۳۵)

ابو داؤد (۲۴۵۷) امام خطابی فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے۔ [معالم السنن (۱۳۵/۲)]

کرتے ہیں ﴿صَنَعْتُ لِلنَّبِيِّ ﷺ طَعَامًا فَلَمَّا وُضِعَ قَالَ رَجُلٌ أَنَا صَائِمٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: دَعَاكَ أَخُوكَ وَتَكَلَّفَ لَكَ أَفْطَرَ فَصُمْ مَكَانَهُ إِنْ شِئْتَ﴾ ”میں نے نبی کریم ﷺ کے لیے کھانا تیار کیا۔ جب کھانا رکھ دیا گیا تو ایک آدمی نے کہا میں روزہ دار ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، تیرے بھائی نے تجھے دعوت دی ہے اور تیرے لیے تکلف کیا ہے (لہذا) تم روزہ توڑ دو اور اس کی جگہ اگر چاہو تو روزہ رکھ لینا۔“ (۱)

(ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ) حضرت اُم ہانی رضی اللہ عنہا کی حدیث کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ (نفلی روزہ توڑ کر اس کی قضاء دینا) واجب نہیں۔ (۲)

(شوکانی رحمۃ اللہ علیہ) اسی کے قائل ہیں۔ (۳)

(ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ) نفلی روزہ رکھنے والا اگر روزہ چھوڑ دے تو اس پر کوئی قضا نہیں لیکن اگر وہ قضا دیتا ہے تو بہتر ہے۔ (۴)

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) نفلی روزے کی قضا دینا ضروری نہیں۔ (۵)

اگر کوئی کافر ماہ رمضان میں مسلمان ہو

تو اس پر قبول اسلام سے قبل گزرے ہوئے روزوں کی قضا دینا ضروری نہیں بلکہ اسے چاہیے کہ جتنے روزے باقی ہیں وہی رکھے۔

(ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ) اسی کے قائل ہیں۔ مزید فرماتے ہیں کہ البتہ جس دن وہ مسلمان ہوا ہے اس دن کھانے پینے سے رکا رہے اور پھر اس دن کی قضا دے۔

البتہ امام مالک اور امام ابن منذر رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک اس پر اُس دن کی قضا بھی ضروری نہیں۔ (۶)

اکیسے جمعہ کے روز فرض روزے کی قضا کا کیا حکم ہے؟

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) مسلمان کے لیے جائز ہے کہ وہ جمعہ کے دن رمضان کے کسی روزے کی قضا دے خواہ وہ صرف اکیس جمعہ کا ہی روزہ رکھے۔ (۷)



(۱) [بیہقی فی السنن الکبریٰ (۲۷۹/۴) کتاب الصیام: باب التخییر فی القضاء إن کان صومہ تطوعاً مختصراً

الخلائیات (۸۷/۳ - ۸۹) مجمع الزوائد (۵۶/۴) حافظ ابن حجر نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔ [فتح الباری (۲۴۷/۴)]

(۲) [فتح الباری (۲۴۷/۴)]

(۳) [نبیل الأوطار (۲۴۲/۳)]

(۴) [المغنی لابن قدامة (۴۱۰/۴)]

(۵) [فتاویٰ اللجنة الدائمة (۴۰۳/۱۰)]

(۶) [مزیلہ کیسے: المغنی لابن قدامہ (۴۱۴/۴ - ۴۱۵)]

(۷) [فتاویٰ اللجنة الدائمة (۳۴۷/۱۰)]

## نفل روزے کا بیان

## باب صوم التطوع

## شوال کے چھ روزے

(۱) حضرت ابویوب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ أَتْبَعَهُ سِتًّا مِنْ شَوَّالٍ فَذَلِكَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ﴾ ”جو شخص رمضان کے روزے رکھے پھر اس کے بعد چھ روزے شوال کے رکھے تو یہ عمل سارا سال (روزے رکھنے) کی مانند ہوگا۔“ (۱)

سارے سال کے روزوں کی مانند اس لیے کہا گیا ہے کہ کیونکہ ایک نیکی کا بدلہ دس گنا ہوتا ہے لہذا رمضان کے روزے دس ماہ کے برابر ہوئے اور چھ شوال کے دو ماہ کے برابر ہوئے جیسا کہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿مَنْ صَامَ سِتَّةَ أَيَّامٍ بَعْدَ الْفِطْرِ كَانَ تَمَامَ السَّنَةِ ”مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا“﴾ ”جس نے عید الفطر کے بعد چھ روزے رکھے تو یہ پورے سال (کے روزوں) کی طرح ہوں گے۔ (کیونکہ) جس نے ایک نیکی کی اس کے لیے اس کی مثل دس گنا اجر ہوگا۔“ (۲)

معلوم ہوا کہ ماہ شوال کے چھ روزے مستحب ہیں۔ یہی اکثر علما کی رائے ہے۔ (۳)

(ابن قدامہ رحمہ اللہ) کثیر اہل علم کے نزدیک ماہ شوال کے چھ روزے مستحب ہیں۔ (۴)

کیا شوال کے چھ روزے رمضان کے فوراً بعد رکھنا ضروری ہے؟

یاد رہے کہ یہ چھ روزے شوال کی ابتداء میں درمیان میں آخر میں اور پے در پے یا الگ الگ ہر طرح جائز

اور درست ہیں کیونکہ ان تمام اشیاء کی تعیین شارع علیہ السلام نے نہیں کی۔

(نوی رحمہ اللہ) ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ افضل یہ ہے کہ یہ چھ روزے عید الفطر کے بعد پے در پے رکھے جائیں لیکن اگر کوئی وقفے وقفے سے یہ روزے رکھے یا انہیں ماہ شوال کی ابتداء سے آخر تک مؤخر کر دے تو اسے بھی

(۱) [مسلم (۱۱۶۴) کتاب الصیام، أبو داود (۲۴۳۳) ابن ماجہ (۱۷۱۶) ترمذی (۷۵۶)]

(۲) [صحیح: صحیح ابن ماجہ (۱۳۹۲) کتاب الصیام: باب صیام ستة أيام من شوال، ابن ماجہ (۱۷۱۵)]

(۳) [نیل الأوطار (۲۱۶/۳) تحفة الفقهاء (۵۲۵/۱) حاشیة ابن عابدین (۴۳۵/۲) الکافی (۳۵۱/۱)]

(ص/۲۱) نهاية المحتاج (۲۰۸/۳) روضة الطالبین (۳۸۷/۲)]

(۴) [المغنی لابن قدامة (۴۳۸/۴)]



پے در پے روزے رکھنے کی فضیلت حاصل ہو جائے گی۔ (۱)

(صدیق حسن خان رحمۃ اللہ علیہ) میں کہتا ہوں کہ حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ ماہ شوال کے چھ روزے کفایت کر جاتے ہیں

خواہ شوال کی ابتداء میں رکھے جائیں یا اس کے درمیان میں رکھے جائیں یا اس کے آخر میں رکھے جائیں۔ (۲)

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) عید الفطر کے متصل بعد شوال کے چھ روزے رکھنا لازم نہیں بلکہ عید کے ایک روز بعد

یا کچھ ایام کے بعد پے در پے یا الگ الگ حسب سہولت ماہ شوال میں رکھے جاسکتے ہیں۔ اس مسئلے میں حکم وسیع ہے

اور یہ روزے فرض نہیں ہیں بلکہ سنت ہیں۔ (۳)

(ابن باز رحمۃ اللہ علیہ) شوال کے چھ روزے سنت ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں اور یہ روزے پے در پے اور

الگ الگ ہر طرح جائز ہیں۔ (۴)

ذوالحجہ کے پہلے نو دنوں کے روزے اور ہر ماہ کی پہلی سوموار اور جمعرات کا روزہ

(۱) حضرت ہبیدہ بن خالد سے روایت ہے کہ ازواج مطہرات میں سے ایک نے بیان کیا ہے کہ ﴿كَانَ

رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَصُومُ تِسْعَ ذِي الْحِجَّةِ وَيَوْمَ عَاشُورَاءَ وَثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ أَوَّلَ اثْنَيْنِ مِنَ

الشَّهْرِ وَالْخَمِيسَيْنِ﴾ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذوالحجہ کے پہلے نو روزے، یوم عاشوراء کا روزہ اور ہر ماہ تین دن کے

روزے رکھا کرتے تھے تین دن کے روزے ہر ماہ کی ابتدائی سوموار اور پہلی دو جمعراتوں کے روزے ہیں۔“ (۵)

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿مَا مِنْ أَيَّامٍ الْعَمَلُ الصَّالِحُ

فِيهَا أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ هَذِهِ الْأَيَّامِ ، يَعْنِي : أَيَّامَ الْعَشْرِ ، قَالُوا : يَا رَسُولَ اللَّهِ أَوْ لَا

الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ؟ قَالَ : وَلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ؛ إِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ ثُمَّ لَمْ

يَرْجِعْ بِشَيْءٍ مِنْ ذَلِكَ﴾ ”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان دنوں یعنی عشرہ

ذوالحجہ کے دنوں کے نیک عمل سے زیادہ کسی دن کے عمل میں فضیلت نہیں۔ لوگوں نے پوچھا اور جہاد میں بھی نہیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں جہاد میں بھی نہیں سوائے اس شخص کے جو اپنی جان و مال خطرہ میں ڈال کر نکلا اور ان

میں سے کچھ بھی واپس نہ لایا۔ (سب کچھ اللہ کی راہ میں قربان کر دیا)۔“ (۶)

یقیناً نیک اعمال میں روزہ بھی شامل ہے لہذا اگر کوئی ان نو دنوں میں روزے رکھتا ہے تو اسے باقی دنوں کے

(۲) [الروضة الندية (۱/۵۵۵)]

(۱) [شرح مسلم للنووی (۸/۵۶۱)]

(۴) [فتاویٰ اسلامیة (۲/۱۶۵۱)]

(۳) [فتاویٰ اللجنة الدائمة (۱۰/۳۹۱۱)]

(۵) [صحيح : صحيح ابو داود (۲۱۲۹) كتاب الصيام : باب في صوم العشر ، ابو داود (۲۴۳۷)]

(۶) [بخاری (۹۶۹) كتاب العيدين : باب فضل العمل في أيام التشريق ، أبو داود (۲۴۳۸) ترمذی (۷۵۷)]

روزوں سے زیادہ اجر ملے گا۔

عشرہ ذوالحجہ افضل ہے یا رمضان کا آخری عشرہ؟

(ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ) کسی نے سوال کیا کہ عشرہ ذوالحجہ اور ماہ رمضان کے آخری عشرے میں سے کون سا افضل ہے؟ تو شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ ”ذوالحجہ کے (ابتدائی) دس دن رمضان کے آخری دس دنوں سے افضل ہیں اور رمضان کی آخری دس راتیں ذوالحجہ کی (ابتدائی) دس راتوں سے افضل ہیں۔ (۱)

(ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ) اگر کوئی صاحب دانش اس جواب پر غور و فکر کرے گا تو اسے معلوم ہوگا کہ یہ جواب نہایت کافی و شافی ہے۔ کیونکہ عشرہ ذوالحجہ کے دنوں میں اللہ تعالیٰ کو جس قدر نیک عمل محبوب ہے اس قدر اور دنوں میں محبوب نہیں۔ اور اس عشرے میں یوم عرفہ، یوم نحر اور یوم ترویہ (یعنی ایام حج) بھی ہیں۔

اور رمضان کی آخری راتیں جاگنے کی راتیں ہیں جن میں مکمل طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جاگا کرتے تھے۔ اور اس عشرے کی راتوں میں ایک ایسی رات بھی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ لہذا جس نے بھی اس تفصیل کے بغیر جواب دیا اس کے لیے ممکن نہیں ہے کہ کسی صحیح دلیل کے ذریعے اسے ثابت کر سکے۔ (۲)

یوم عرفہ یعنی ذوالحجہ کی نو تاریخ کا روزہ

(۱) حضرت ابوقادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿صَوْمُ يَوْمِ عَرَفَةَ يُكَفِّرُ سِتِّينَ مَاضِيَةً وَ مُسْتَقْبِلَةً﴾ ”عرفہ کے دن (یعنی نوزوالحجہ) کا روزہ دو سال ایک گذشتہ اور ایک آئندہ کے گناہ مٹا دیتا ہے۔“ (۳)

(۲) سنن ابی داؤد کی ایک روایت میں یہ لفظ ہے ﴿كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَصُومُ تِسْعَ ذِي الْحِجَّةِ وَيَوْمَ عَاشُورَاءَ وَثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ﴾ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نوزوالحجہ، یوم عاشوراء اور ہر ماہ میں تین دن روزے رکھتے تھے۔“ (۴)

حاجیوں کے لیے نوزوالحجہ کا روزہ

میدان عرفات میں حاجیوں کے لیے نوزوالحجہ کا روزہ مکروہ ہے۔ (۵)

(۱) حضرت أم فضل بنت حارث رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ﴿أَنَّ نَاسًا تَمَارَوْا وَعِنْدَهَا يَوْمَ عَرَفَةَ فِي صَوْمِ

(۱) [مجموع الفتاوى (۲۸۷/۲۵)] (۲) [كما في الموسوعة الفقهية الميسرة (۲۵۶/۳)]

(۳) [أحمد (۲۹۶/۵) مسلم (۱۱۶۲) أبو داود (۲۳۲۵) ابن ماجه (۱۷۳۰) ترمذی (۷۴۶)]

(۴) [صحيح: صحيح أبو داود (۲۱۲۹) كتاب الصوم: باب في صوم العشر (۲۴۳۷)]

(۵) [نيل الأوطار (۲۱۹/۳)]

النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ بَعْضُهُمْ هُوَ صَائِمٌ وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَيْسَ بِصَائِمٍ فَأَرْسَلَتْ إِلَيْهِ بِقَدَحٍ لَبَنٍ وَهُوَ  
وَاقِفٌ عَلَى بَعِيرِهِ فَشَرِبَهُ ﴿﴾ ”ان کے ہاں کچھ لوگ عرفات کے دن نبی کریم ﷺ کے روزے کے بارے  
میں جھگڑ رہے تھے۔ بعض نے کہا کہ آپ ﷺ روزہ دار ہیں اور بعض نے کہا کہ آپ روزہ سے نہیں ہیں۔ اس پر  
حضرت اُمّ فضل رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کی خدمت میں دودھ بھیجا (تاکہ حقیقت ظاہر ہو جائے) آپ اپنے اونٹ  
پر سوار تھے آپ نے دودھ پی لیا۔“ (۱)

(2) حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ﴿﴾ أَنَّ النَّاسَ شَكَّوْا فِي صِيَامِ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ عَرَفَةَ  
فَأَرْسَلَتْ إِلَيْهِ بِحِلَابٍ وَهُوَ وَاقِفٌ فِي الْمَوْقِفِ فَشَرِبَ مِنْهُ وَالنَّاسُ يَنْظُرُونَ ﴿﴾ ”عرفہ کے دن  
کچھ لوگوں کو نبی کریم ﷺ کے روزے کے متعلق شک ہوا۔ اس لیے انہوں نے آپ کی خدمت میں دودھ بھیجا۔

آپ اس وقت عرفات میں توف فرماتے تھے۔ آپ نے وہ دودھ پی لیا اور سب لوگ دیکھ رہے تھے۔“ (۲)  
(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿﴾ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ بِعَرَفَاتٍ ﴿﴾  
”رسول اللہ ﷺ نے میدان عرفات میں عرفہ کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔“ (۳)

(جمہور) میدان عرفات میں حاجیوں کے لیے روزہ نہ رکھنا مستحب ہے۔

(ابن قدامہ رحمہ اللہ) اکثر اہل علم میدان عرفات میں عرفہ کے دن روزہ نہ رکھنا مستحب قرار دیتے ہیں۔ (۴)

(شوکانی رحمہ اللہ) یوم عرفہ کا روزہ حاجیوں کے لیے میدان عرفات میں مکروہ ہے۔ (۵)

اس کی علت و حکمت یہ بیان کی جاتی ہے کہ میدان عرفات میں روزہ رکھنے سے انسان کمزور ہو کر وہاں دعا  
ذکر اور دیگر حاجیوں کے افعال سرانجام دینے سے عاجز آ سکتا ہے۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ اگر انسان دعا وغیرہ  
سے کمزوری و عجز محسوس نہیں کرتا تو روزہ رکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (۶)

(۱) [بخاری (۱۹۸۸) کتاب الصوم: باب صوم یوم عرفہ، مسلم (۱۱۲۳) ابو داؤد (۲۴۴۱) ترمذی (۷۵۰)]

(۲) [بخاری (۱۹۸۹) کتاب الصوم: باب صوم یوم عرفہ، مسلم (۱۱۲۳) ابن حبان (۳۶۰۶)]

(۳) [أبو داؤد (۲۴۴۰) أحمد (۳۰۴۱۲) ابن ماجہ (۱۷۳۲) شرح معانی الآثار (۷۲/۲) مشکل  
الآثار (۱۱۲/۴) حاکم (۴۳۴۱۱) بیہقی (۲۸۴/۴)] شیخ حازم علی قاضی نے اسے حسن کہا ہے۔ [التعلیق  
علی سبیل السلام (۹۰۷/۲) امام حاکم نے اس روایت کو بخاری کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے اور امام ذہبی نے بھی  
ان کی موافقت کی ہے۔ تاہم شیخ البانی نے اسے ضعیف کہا ہے۔ الضعیفة (۴۰۴)]

(۴) [المعنی (۴۴۴/۴)]

(۵) [نیل الأوطار (۲۱۹/۳)]

(۶) [نیل الأوطار (۲۱۹/۳) المعنی (۴۴۴/۴)]

## ماہ محرم کے روزے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ﴿أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سُئِلَ أَيُّ الصِّيَامِ أَفْضَلُ بَعْدَ شَهْرِ رَمَضَانَ قَالَ: أَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ شَهْرِ رَمَضَانَ صِيَامُ شَهْرِ اللَّهِ الْمُحَرَّمِ﴾ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ رمضان کے بعد کون سے روزے افضل ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ماہ رمضان کے بعد افضل روزے اللہ تعالیٰ کے ماہ محرم کے روزے ہیں۔“ (۱)

معلوم ہوا کہ ماہ محرم کے روزے نہایت فضیلت والے ہیں لہذا اس ماہ میں کثرت سے روزے رکھنے چاہیں البتہ یوم عاشورا (دس محرم) کا روزہ ان میں سب سے زیادہ مؤکد ہے۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ﴿كَانَ يَوْمٌ عَاشُورَاءَ تَصُومُهُ قُرَيْشٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَصُومُهُ فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِينَةَ صَامَهُ وَأَمَرَ النَّاسَ بِصِيَامِهِ فَلَمَّا فُرِضَ رَمَضَانُ قَالَ: مَنْ شَاءَ صَامَهُ وَمَنْ شَاءَ تَرَكَهُ﴾ ”یوم عاشوراء ایسا دن ہے کہ جاہلیت میں قریش اس کا روزہ رکھتے تھے اور رسول اللہ ﷺ بھی یہ روزہ رکھا کرتے تھے۔ پھر جب آپ مدینہ تشریف لائے تو یہ روزہ خود بھی رکھا اور لوگوں کو بھی اس کا حکم دیا۔ پھر جب رمضان فرض کر دیا گیا تو آپ نے فرمایا: جو چاہے یہ روزہ رکھے اور جو چاہے چھوڑ دے۔“ (۲)

## یوم عاشوراء کا روزہ

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿وَصِيَامُ يَوْمِ عَاشُورَاءَ أَحْتَسِبُ عَلَى اللَّهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ﴾ ”اللہ تعالیٰ یوم عاشوراء (یعنی دس محرم) کے روزے کے عوض گذشتہ سال کے گناہ معاف فرمادیں گے۔“ (۳)

(ابن قدامہ رحمہ اللہ) یوم عاشوراء کا روزہ مستحب ہے۔ (۴)

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی، شیخ ابن باز رحمہ اللہ) انہوں نے یہی فتویٰ دیا ہے۔ (۵)

- (۱) [مسلم (۱۱۶۳) کتاب الصیام: باب فضل صوم المحرم، أبو داود (۲۴۲۹) ترمذی (۷۴۰) ابن ماجہ (۱۷۴۲)]  
 (۲) [أحمد (۲۹۱۶) بخاری (۱۰۹۲) کتاب الحج: باب قول الله تعالى: جعل الله الكعبة ..... مسلم (۱۱۲۵) أبو داود (۲۴۴۲) ترمذی (۷۵۳) ابن ماجہ (۱۷۳۳) موطا (۲۹۹/۱) حمیدی (۲۰۰)]  
 (۳) [مسلم (۱۱۶۲) کتاب الصیام: باب استحباب صیام ثلثة أيام من كل شهر..... أبو داود (۲۳۲۵) ابن ماجہ (۱۷۳۰) ترمذی (۷۴۶) عبد الرزاق (۸۷۲۶) بیہقی (۲۸۶/۴) احمد (۲۹۶/۵)]  
 (۴) [المغنی لابن قدامة (۴۴۰/۴)]  
 (۵) [فتاویٰ اللجنة الدائمة (۴۰۰/۱۰) فتاویٰ اسلامیة (۱۷۰/۲)]

## یوم عاشورا کے روزے کی ابتدا اور مقصد

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ﴿قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ الْمَدِينَةَ فَرَأَى الْيَهُودَ تَصُومُ يَوْمَ عَاشُورَاءَ فَقَالَ مَا هَذَا؟ قَالُوا هَذَا يَوْمٌ صَالِحٌ هَذَا يَوْمٌ نَجَّى اللَّهُ بَنِي إِسْرَائِيلَ مِنْ عَدُوِّهِمْ فَصَامَهُ مُوسَى قَالَ فَأَنَا أَحَقُّ بِمُوسَى مِنْكُمْ فَصَامَهُ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ﴾ ”نبی ﷺ مدینہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے یہود کو دس محرم کا روزہ رکھتے ہوئے دیکھا۔ پس آپ ﷺ نے ان سے اس کا سبب معلوم کیا تو انہوں نے کہا یہ ایک اچھا دن ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو ان کے دشمن سے نجات دی تھی اس لیے موسیٰ علیہ السلام نے یہ روزہ رکھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر موسیٰ علیہ السلام کے ہم تم سے زیادہ مستحق ہیں چنانچہ آپ ﷺ نے اس دن روزہ رکھا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی اس کا حکم دیا۔“ (۱)

## یوم عاشورا کا روزہ دس محرم کو یا تو کو؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے دس محرم کا روزہ رکھا اور اس دن روزہ رکھنے کا حکم بھی دیا تو لوگوں نے کہا یقیناً یہود و نصاریٰ اس دن کی تعظیم کرتے ہیں (اس لیے روزہ رکھتے ہیں)۔ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿فَإِذَا كَانَ الْعَامُ الْمُقْبِلُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ صُمْنَا الْيَوْمَ التَّاسِعَ قَالَ فَلَمْ يَأْتِ الْعَامُ الْمُقْبِلُ حَتَّى تُوَفَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ﴾ ”آئندہ سال انشاء اللہ ہم نو محرم کا روزہ رکھیں گے۔ لیکن آئندہ سال (اس دن) سے پہلے ہی آپ ﷺ وفات پا گئے۔“ (۲)

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ ﴿لَئِنْ بَقِيْتُ إِلَى قَابِلٍ لِأَصُومَنَّ التَّاسِعَ﴾ ”اگر میں آئندہ سال تک باقی رہا (یعنی زندہ رہا) تو ضرور نو محرم کا روزہ رکھوں گا۔“ (۳)

معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ دس محرم کا روزہ رکھتے تھے پھر آپ نے نو محرم کو یہ روزہ رکھنے کا ارادہ فرمایا۔ لہذا یوم عاشوراء سے مراد دس محرم ہی ہوا۔

(جمہور) یوم عاشوراء سے مراد دس محرم ہی ہے۔ حضرت سعید بن مسیب، حضرت حسن بصری، امام مالک، امام احمد، امام اسحاق رضی اللہ عنہم اور دیگر بیشتر علماء اسی کے قائل ہیں۔ (۴)

(ابن عباس رضی اللہ عنہما) یوم عاشوراء سے مراد نو محرم ہے۔ (۵)

(۱) [بخاری (۲۰۰۴) کتاب الصوم: باب صوم یوم عاشورا، مسلم (۱۱۳۰) أحمد (۲۹۱۱) أبو داود (۳۴۴۴) ابن ماجہ (۱۷۳۴) حمیدی (۵۱۵) عبد الرزاق (۷۸۴۳) بیہقی (۲۷۶۱/۴)]

(۲) [مسلم (۱۱۳۴) کتاب الصیام: باب آی یوم الصیام فی عاشورا، أبو داود (۲۴۴۵) ابن ماجہ (۵۸۰۹)]

(۳) [مسلم (۱۱۳۴) أيضا، ابن ماجہ (۱۷۳۶) عبد بن حمید (۶۷۱)]

(۴) [نیل الأوطار (۲۲۴/۳)] (۵) [مسلم (۱۱۳۳)]

ایک روایت میں ہے کہ ﴿صُومُوا النَّاسِعَ وَالْعَاشِرَ وَخَالِفُوا الْيَهُودَ﴾ ”نو اور دس محرم کا روزہ رکھو اور یہودی مخالفت کرو۔“ (۱) اس روایت کی وجہ سے امام شوکانی فرماتے ہیں کہ جو شخص دس محرم کا روزہ رکھنا چاہتا ہے اس کے لیے مناسب یہ ہے کہ وہ نو محرم کا بھی روزہ رکھ لے۔ (۲)

علاوہ ازیں جس روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا یوم عاشوراء کا روزہ رکھ کے یہودی مخالفت کرو ﴿وَصُومُوا قَبْلَهُ يَوْمًا أَوْ بَعْدَهُ يَوْمًا﴾ ”اور اس سے پہلے ایک دن (یعنی نو محرم) یا اس کے بعد ایک دن (یعنی گیارہ محرم) کا روزہ رکھو۔“ وہ ضعیف ہے۔ (۳)

(راجح) زیادہ احتیاط اسی میں ہے کہ نو اور دس محرم دونوں کا روزہ رکھا جائے جیسا کہ گذشتہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی صحیح موقوف روایت میں موجود ہے لیکن اگر کوئی صرف نو محرم کا روزہ رکھنا چاہے تو درست ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اسی خواہش کا اظہار کیا تھا۔

(ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ) بعض اہل علم کے بقول صحیح مسلم میں مروی حدیث ”کہ آئندہ سال میں زندہ رہا تو نو محرم کا روزہ ضرور رکھوں گا“ کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں: ایک تو یہ کہ آپ ﷺ کی مراد یہ تھی کہ یوم عاشوراء کے روزے کے لیے دس کی بجائے نو کا روزہ مقرر کر دیا جائے اور دوسرا یہ کہ آپ ﷺ دس کے ساتھ نو کا روزہ بھی مقرر فرمانا چاہتے تھے۔ مگر آپ ﷺ کسی صورت کو متعین کرنے سے پہلے وفات پا گئے۔ لہذا احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ نو اور دس دونوں کا روزہ رکھا جائے۔ (۴)

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) اگر کوئی صرف ایک دن یوم عاشوراء کا روزہ رکھ لے تو یہ جائز ہے لیکن افضل یہ ہے کہ اس سے پہلے ایک دن یا اس کے بعد ایک دن روزہ رکھا جائے۔ (۵)

یوم عاشوراء میں کھانے پکانا، خوشی کا اظہار کرنا یا ماتم وغیرہ کرنا کیسا ہے؟

(ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ) ان سے کسی نے یہ فتویٰ پوچھا تو انہوں نے جواب میں فرمایا ”اس کے متعلق کوئی صحیح حدیث نہ تو نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے اور نہ ہی صحابہ سے۔ اور نہ مسلمان ائمہ میں سے کسی نے اسے مستحب کہا ہے اور نہ ہی

(۱) [بیہقی فی معرفۃ السنن والآثار (۸۹۶۶) ۳۵۰/۶] الفتح الربانی (۱۸۹/۱) طحاوی (۷۸/۲) عبدالرزاق (۷۸۳۹) شیخ احمد عبدالرحمن البناء نے اس موقوف روایت کی سند کو صحیح کہا ہے۔

(۲) [السیل الحرار (۱۴۸/۲)]

(۳) [أحمد (۲۴۱/۱) ابن حزمہ (۲۰۹۵) الكامل (۹۵۶/۳) السنن الكبرى للبیہقی (۲۸۷/۴) اس کی سند میں ابن ابی لیلیٰ اور داؤد بن علی دونوں راوی ضعیف ہیں۔]

(۴) [فتاویٰ اللجنة الدائمة (۴۰۱/۱۰)]

(۵) [فتح الباری (۷۷۳/۴)]

ائمہ اربعہ وغیرہ نے۔ اور نہ قابل اعتماد اہل کتب نے اس کے متعلق کچھ روایت کیا ہے نہ نبی کریم ﷺ سے نہ صحابہ سے اور نہ ہی تابعین سے۔ نہ کوئی صحیح حدیث اور نہ ہی کوئی ضعیف حدیث۔ نہ صحیح کی کتب میں نہ سنن میں اور نہ ہی مسانید میں۔ ان باتوں میں سے کچھ بھی بہتر زمانوں میں موجود نہیں تھا۔ اور لوگوں نے نبی کریم ﷺ سے ایک جھوٹی اور من گھڑت روایت میں بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿مَنْ وَسَّعَ عَلٰی اَهْلِهِ يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَسَّعَ اللّٰهُ عَلَيْهِ سَائِرَ السَّنَةِ﴾ ”جس نے عاشوراء یعنی دس محرم کے روز اپنے گھر والوں پر فراخی کی اللہ تعالیٰ اس پر سارا سال فراخی کریں گے۔“ (۱)

### ماہ شعبان کے روزے

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿كَانَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَصُومُ حَتَّى نَقُولَ لَا يُفْطِرُ وَيُفْطِرُ حَتَّى نَقُولَ لَا يَصُومُ فَمَا رَأَيْتَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ اسْتَكْمَلَ صِيَامَ شَهْرِ الْاَرَمَاضِ وَمَا رَأَيْتُهُ فِي شَهْرٍ اَكْثَرَ صِيَامًا مِنْهُ فِي شَعْبَانَ﴾ ”رسول اللہ ﷺ نفل روزے رکھتے تھے تو ہم آپس میں کہتے کہ اب آپ ﷺ روزہ رکھنا چھوڑیں گے ہی نہیں۔ اور جب روزہ چھوڑ دیتے تو ہم کہتے کہ اب آپ روزہ رکھیں گے ہی نہیں۔ میں نے رمضان کو چھوڑ کر رسول اللہ ﷺ کو کبھی پورے مہینے کا نفل روزہ رکھتے نہیں دیکھا اور میں نے آپ ﷺ کو نہیں دیکھا کہ کسی مہینے میں آپ ﷺ نے شعبان سے زیادہ روزے رکھے ہوں۔“ (۲)

(۲) حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول! میں نے آپ کو کسی مہینے میں اتنے روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا جتنے آپ ماہ شعبان میں رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ذَاكَ شَهْرٌ تَعْفُلُ النَّاسُ فِيهِ عَنْهُ بَيْنَ رَجَبٍ وَرَمَضَانَ ، وَهُوَ شَهْرٌ تَرْفَعُ فِيهِ الْاَعْمَالُ اِلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ وَ اُحِبُّ اَنْ يُرْفَعَ عَمَلِي وَاَنَا صَائِمٌ﴾ ”یہ رجب اور رمضان کے درمیان والا مہینہ ایسا ہے کہ لوگ اس میں اس سے غافل ہیں حالانکہ اس مہینے میں اللہ تعالیٰ کی طرف اعمال اٹھائے جاتے ہیں اور میں پسند کرتا ہوں کہ میرا عمل اس حال میں اٹھایا جائے کہ میں روزہ دار ہوں۔“ (۳)

(۳) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ لَمْ يَكُنْ يَصُومُ مِنْ السَّنَةِ شَهْرًا تَامًا اِلَّا شَعْبَانَ يَصِلُ بِهِ رَمَضَانَ﴾ ”رسول اللہ ﷺ شعبان جس کے ساتھ رمضان متصل ہوتا ہے کے سوا سال کے کسی مہینے کے مکمل (دنوں میں) روزے نہیں رکھتے تھے۔“ (۴)

(۱) [مجموع الفتاویٰ (۲۰۹/۲۵۰)]

(۲) [بخاری (۱۹۶۹) کتاب الصیام: باب صوم شعبان، مسلم (۱۱۵۶) ابو داؤد (۲۴۳۴) ترمذی (۷۶۸)]

(۳) [صحیح: صحیح نسائی (۲۲۲۱) کتاب الصیام: باب صوم النبی ﷺ بابی ہو وامی، نسائی (۲۳۵۹)]

(۴) [صحیح: صحیح ابو داؤد (۲۰۴۸) ابو داؤد (۲۳۳۶) ترمذی (۷۳۶) ابن ماجہ (۱۶۴۸)]

◀ جس روایت میں ہے ”رمضان کے بعد سب سے افضل روزے شعبان کے ہیں۔“ وہ ضعیف ہے۔ (۱)

نصف شعبان کے بعد روزے رکھنا ممنوع ہے

جس شخص کی پہلے سے روزے رکھنے کی عادت نہیں ہے وہ نصف شعبان کے بعد روزے نہ رکھے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ﴿إِذَا أَنْتَصَفَ شَعْبَانَ فَلَا تَصُومُوا﴾ ”جب نصف شعبان ہو جائے تو روزے نہ رکھو۔“ (۲)

سوموار اور جمعرات کا روزہ

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَتَحَرَّى صِيَامَ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيسِ﴾ ”نبی ﷺ سوموار اور جمعرات کو روزہ رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔“ (۳)

(۲) حضرت أسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَصُومُ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيسِ وَسُئِلَ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ: إِنَّ أَعْمَالَ الْعِبَادِ تُعْرَضُ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيسِ﴾ ”نبی ﷺ سوموار اور جمعرات کو روزہ رکھا کرتے تھے۔ آپ ﷺ سے ان دنوں کے روزے کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: سوموار اور جمعرات کو بندوں کے اعمال (اللہ کے حضور) پیش کیے جاتے ہیں۔“ (۴)

(۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ ﴿تُعْرَضُ الْأَعْمَالُ كُلَّ اِثْنَيْنِ وَخَمِيسٍ فَأَحِبُّ أَنْ يُعْرَضَ عَمَلِي وَأَنَا صَائِمٌ﴾ ”ہر سوموار اور جمعرات کو اعمال پیش کیے جاتے ہیں اور میں پسند کرتا ہوں کہ میرا عمل پیش کیا جائے تو میں روزہ دار ہوں۔“ (۵)

(۴) حضرت ابوقحادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿سُئِلَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ؟ فَقَالَ: ذَلِكَ يَوْمٌ وُلِدْتُ فِيهِ وَأُنزِلَ عَلَيَّ فِيهِ﴾ ”نبی ﷺ سے سوموار کے روزے کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ ایسا دن ہے کہ جس میں میں پیدا ہوا اور جس میں مجھ پر نزول قرآن (شروع) ہوا۔“ (۶)

(۱) [ضعيف: ضعيف ترمذی (۱۰۴) كتاب الزكاة: باب ماجاء في فضل الصدقة، ترمذی (۶۶۳)]

(۲) [صحيح: صحيح أبو داود (۲۰۴۹) كتاب الصوم: باب في كراهية في ذلك، أبو داود (۲۳۳۷) ترمذی (۷۳۸)]

(۳) [صحيح: صحيح ابن ماجة (۱۴۱۴) ترمذی (۷۴۵) ابن حبان (۳۶۴۳) ابن خزيمة (۲۱۱۶)]

(۴) [صحيح: صحيح أبو داود (۲۱۲۸) كتاب الصوم: باب في صوم الإثنين والخميس، أبو داود (۲۴۳۶)]

(۵) [صحيح: صحيح ترمذی (۵۹۶) كتاب الصوم، ترمذی (۷۴۷) ابن ماجة (۱۷۴۰)]

(۶) [أحمد (۲۹۶/۵) مسلم (۱۱۶۲) كتاب الصيام: باب استحباب ثلاثة أيام من كل شهر..... أبو داود

(۲۴۲۶) نسائي (۲۰۷/۴) ابن خزيمة (۲۱۱۷) ابن حبان (۳۶۴۲) بيهقي (۲۸۶/۴)]



(5) سنن ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے سوموار اور جمعرات کے روزے کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ﴿إِنَّ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَالْاِحْتِمِسِ يَغْفِرُ اللّٰهُ فِيْهِمَا لِكُلِّ مُسْلِمٍ اِلَّا مَهْتَجِرًا يَقُوْلُ دَعْوَمًا حَتّٰى يَصْطَلِحَا﴾ ”بلاشبہ سوموار اور جمعرات کے دن اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو بخش دیتے ہیں مگر ان دو افراد کو نہیں بخشے جو کسی معاملے پر ایک دوسرے سے قطع تعلق ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیتے ہیں کہ انہیں چھوڑ دو حتیٰ کہ یہ صلح کر لیں۔“ (۱)

(شوکانی رحمۃ اللہ علیہ) باب کی احادیث سوموار اور جمعرات کے روزے کے مستحب ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ (۲)

### ایام بیض کے روزے

(1) حضرت ملحان قسبی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَأْمُرُنَا اَنْ نَّصُوْمَ الْبَيْضَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ وَاَرْبَعَ عَشْرَةَ وَخَمْسَ عَشْرَةَ قَالَ وَقَالَ هُنَّ كَهَيْئَةِ الدَّهْرِ﴾ ”رسول اللہ ﷺ ہمیں ایام بیض یعنی چاند کی تیرہ چودہ اور پندرہ تاریخ کو روزہ رکھنے کا حکم دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ ہمیشہ کے روزوں کی مانند ہیں۔“ (۳)

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ﴿كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا يُفْطِرُ اَيَّامَ الْبَيْضِ فِي حَضْرٍ وَلَا سَفَرٍ﴾ ”رسول اللہ ﷺ ایام بیض کے روزے نہ تو حضر میں چھوڑتے تھے اور نہ سفر میں۔“ (۴)

(3) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَصُوْمُ بِعِنِي مِنْ عُرَّةٍ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ﴾ ”رسول اللہ ﷺ ہر ماہ کے تین روشن ایام (یعنی چاند کی تیرہ چودہ اور پندرہ تاریخ) میں روزہ رکھا کرتے تھے۔“ (۵)

(4) حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿يَا اَبَا ذَرٍّ اِذَا صُمْتَ مِنَ الشَّهْرِ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ فَصُمْ ثَلَاثَ عَشْرَةَ وَاَرْبَعَ عَشْرَةَ وَخَمْسَ عَشْرَةَ﴾ ”اے ابو ذر! جب تو مہینے میں تین

(۱) [صحیح: صحیح ابن ماجہ (۱۴۱۵) کتاب الصیام: باب صیام یوم الاثنین والخمیس، ابن ماجہ (۱۷۴۰) حافظ بصری نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ [مصباح الزجاجة (۳۱/۲)]

(۲) [نبیل الأوطار (۲۲۹/۳)]

(۳) [صحیح: صحیح ابو داود (۲۱۳۹) کتاب الصوم: باب فی صوم الثلاث من کل شهر، ابو داود (۲۴۴۹) مسلم (۱۱۶۲) نسائی (۲۴۳۲) ابن ماجہ (۱۷۰۷)]

(۴) [حسن: الصحیحة (۵۸۰) ہدایة الرواة (۳۴۷/۲) نسائی (۲۳۴۷) کتاب الصوم: باب صوم النبی ﷺ، بابی ہو و أمی و ذکر اختلاف النافلین، طبرانی کبیر (۱۲۳۲۰) الضیاء المقدسی فی المختارة (۱۰۰)]

(۵) [حسن: صحیح ابو داود (۲۱۴۰) کتاب الصیام: باب فی صوم الثلاث من کل شهر، ابو داود (۴۴۵۰)]

نسائی (۲۰۴/۴) ترمذی (۷۴۲) وفی الشمائل (۳۰۴) احمد (۴۰۶/۱) ابن خزيمة (۲۱۲۹)]

روزے رکھے تو (چاند کی) تیرہ چودہ اور پندرہ (تاریخ کو) روزے رکھ۔“ (۱)

(5) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ﴿أَوْصَانِي خَلِيلِي بِثَلَاثٍ: صِيَامَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ، وَرَكَعَتَيِ الصُّحَىٰ وَأُوْتِرُو قَبْلَ أَنْ أَنْامَ﴾ ”میرے غلیل ﷺ نے مجھے تین وصیتیں فرمائی تھیں: کہ میں ہر ماہ تین دن کے روزے رکھ لیا کروں، نماز چاشت کی دو رکعتیں ادا کیا کروں اور سونے سے پہلے وتر پڑھ لیا کروں۔“ (۲)

(6) حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿مَنْ صَامَ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَذَلِكَ صِيَامُ الدَّهْرِ فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ تَصْدِيقَ ذَلِكَ فِي كِتَابِهِ ”مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَلِهَا“ [الأنعام: ۱۶۰] الْيَوْمَ بِعَشْرَةِ أَيَّامٍ﴾ ”جس نے ہر ماہ تین روزے رکھے تو یہ ہمیشہ کے روزوں کی مانند ہوں گے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق اپنی کتاب میں نازل فرمائی ہے کہ ”جو ایک نیکی لائے گا اس کے لیے اس کے دس گنا اجر ہوگا۔“ یعنی ایک دن دس دنوں کے برابر ہے۔“ (۳)

۳ ایام بیض کا معنی شارع علیہ السلام نے خود ہی متعین فرمادیا ہے یعنی ہر ماہ چاند کی تیرہ چودہ اور پندرہ تاریخ کے دن۔ (جمہور علما) اسی کے قائل ہیں۔ (۴)

(ابن قدامہ رحمہ اللہ) ایام بیض جن میں روزے رکھنے کی رسول اللہ ﷺ نے رغبت دلائی ہے وہ (چاند کی) تیرہ چودہ اور پندرہ تاریخ ہے۔ ہر ماہ تین دن روزے رکھنا مستحب ہے اور ہمیں اس میں کسی اختلاف کا علم نہیں۔ (۵)

ایک دن روزہ رکھنا اور ایک دن چھوڑنا

(1) حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تک میری یہ بات پہنچائی گئی کہ ﴿وَاللَّهُ لَأَصْوَمَنَّ النَّهَارَ وَلَا قَوْمَ مِنَ اللَّيْلِ مَا عَشْتُ﴾ ”اللہ کی قسم! زندگی بھر میں دن میں روزے رکھوں گا اور ساری رات عبادت کروں گا۔“ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں ہاں میں نے ایسا کہا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ لیکن تیرے اندر اس کی طاقت نہیں اس لیے روزہ رکھ بھی اور چھوڑ بھی اور قیام بھی کر اور سو بھی اور مہینے میں تین دن روزے رکھا کر۔ نیکیوں کا بدلہ دس گنا ملتا ہے اس طرح یہ ساری عمر کا روزہ ہو جائے گا۔ میں نے کہا کہ میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر ایک دن روزہ رکھ اور دو دن

(۱) [حسن صحیح: صحیح ترمذی (۶۰۸) کتاب الصوم: باب فی صوم ثلاثة من كل شهر ترمذی (۷۶۱)]

(۲) [بخاری (۱۹۸۱) کتاب الصوم، مسلم (۷۲۱) ابو داؤد (۱۴۳۲) ابن حبان (۲۵۳۶)]

(۳) [صحیح: صحیح ترمذی (۶۰۹) أيضا ترمذی (۷۶۲) أحمد (۱۴۵/۵) نسائی (۲۱۹/۴) ابن ماجہ (۱۷۰۸)]

(۴) [شرح مسلم للنووی (۳۰۸/۴) فتح الباری (۷۴۹/۴) نیل الأوطار (۲۳۵/۳)]

(۵) [المغنی لابن قدامة (۴۴۵/۴)]

روزہ چھوڑا کر۔ میں نے کہا میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿فَصُمْ يَوْمًا وَ أَقْطِرْ يَوْمًا فَذَلِكَ صِيَامٌ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهُوَ أَفْضَلُ الصِّيَامِ﴾ ”پھر ایک دن روزہ رکھا اور ایک دن چھوڑا یہ داود علیہ السلام کا روزہ ہے اور روزے کا سب سے افضل طریقہ یہی ہے۔“ میں نے پھر کہا کہ میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس سے افضل کوئی روزہ نہیں۔ (۱)

(ابن قدامہ رحمہ اللہ) سب سے افضل روزے یہ ہیں کہ تم ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن چھوڑ دو۔ (۲)

### راہِ جہاد میں روزہ رکھنا

(۱) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿مَنْ صَامَ يَوْمًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بَعَدَ اللَّهُ وَجْهَهُ عَنِ النَّارِ سَبْعِينَ خَرِيفًا﴾ ”جس شخص نے اللہ کی راہ میں ایک دن روزہ رکھا اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو ستر سال کے لیے جہنم کی آگ سے دور کر دیں گے۔“ (۳)

(۲) حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ﴿مَنْ صَامَ يَوْمًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ جَعَلَ اللَّهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّارِ خَنْدَقًا كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ﴾ ”جس نے اللہ کے راستے میں ایک دن روزہ رکھا اللہ تعالیٰ اس کے درمیان اور (جہنم کی) آگ کے درمیان خندق بنا دیں گے جیسے آسمان و زمین کے درمیان ہے۔“ (۴)

لفظ ”فی سبیل اللہ“ جب مطلقاً بولا جائے تو اس سے مراد راہِ جہاد ہی ہوتا ہے غالباً یہی وجہ ہے کہ امام بخاریؒ بھی اس حدیث کو ”کتاب الجہاد“ میں لائے ہیں۔

(شوکانی رحمہ اللہ) یہ (یعنی مندرجہ بالا) حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مجاہد کے لیے (نقلی) روزہ رکھنا مستحب ہے کیونکہ ”فی سبیل اللہ“ سے مراد جہاد ہے۔ (۵)

لہذا ثابت ہوا کہ دورانِ جہاد ایک روزہ رکھنے کا یہ ثواب ہے لیکن اگر روزہ رکھنے سے کمزوری آجائے اور جہاد میں نقصان کا اندیشہ ہو تو پھر روزہ نہ رکھنا افضل ہے۔

(نووی رحمہ اللہ) اسی کے قائل ہیں۔ (۶)

(۱) [بخاری (۱۹۷۶) کتاب الصوم: باب صوم الدھر، مسلم (۱۱۵۹) ابن خزیمہ (۲۱۰۶)]

(۲) [المغنی لابن قدامة (۴۴۵/۴)]

(۳) [بخاری (۲۸۴۰) کتاب الجہاد والسير: باب فضل الصوم فی سبیل اللہ، مسلم (۱۱۵۳)]

(۴) [صحیح: صحیح ترمذی، ترمذی (۱۶۲۴) کتاب فضائل الجہاد: باب ما جاء فی فضل الصوم فی سبیل اللہ]

(۵) [نبیل الأوطار (۲۳۹/۳)] (۶) [شرح مسلم للنووی (۲۷۹/۴)]

## ہفتے اور اتوار کا اکٹھا روزہ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہفتے اور اتوار کو اکثر اوقات روزہ رکھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ ﴿إِنَّهُمَا يَوْمًا مَّاعِيدٌ لِلْمُشْرِكِينَ فَآنَا أُرِيدُ أَنْ أَمْلَأَهُمُ﴾ "یہ دونوں دن مشرکوں کی عید کے دن ہیں اور میں ان کی مخالفت کرنا چاہتا ہوں۔" (۱)

نفل روزہ انسان جب چاہے افطار کر سکتا ہے

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے اور فرمایا، کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے؟ ہم نے کہا نہیں۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا ﴿فَأَسْنِي إِذَنْ صَائِمٌ﴾ "تب میں روزہ دار ہوں۔" پھر آپ ﷺ ایک دوسرے دن ہمارے پاس آئے تو ہم نے کہا اے اللہ کے رسول! ہمیں حلوہ بطور ہدیہ دیا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ﴿أَرَيْنِيهِ فَلَقَدْ أَصْبَحْتُ صَائِمًا فَأَكَلْتُ﴾ "مجھے بھی حلوہ دکھاؤ" بے شک میں نے روزے کی حالت میں صبح کی ہے، لیکن آپ نے (حلوہ) کھالیا۔" (۲)

(۲) حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ میں (ہجرت کے بعد) بھائی چارہ کرایا تھا۔ ایک مرتبہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے ملاقات کے لیے گئے تو ان کی بیوی حضرت ام ورداء کو بہت پھنے پرانے حال میں دیکھا۔ ان سے دریافت کیا کہ ایسی حالت کیوں بنا رکھی ہے؟ ام ورداء نے جواب دیا کہ تمہارے بھائی ابو درداء ایسے ہیں کہ انہیں دنیا میں کوئی حاجت ہی نہیں۔ پھر ابو درداء رضی اللہ عنہ بھی آگئے اور ان کے سامنے کھانا پیش کیا اور کہا کہ کھانا کھاؤ۔ انہوں نے کہا کہ میں تو روزہ دار ہوں۔ اس پر حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں بھی اس وقت تک کھانا نہیں کھاؤں گا جب تک تم خود بھی شریک نہ ہو گے۔ راوی نے بیان کیا کہ پھر وہ کھانے میں شریک ہو گئے (اور اپنا نفل روزہ توڑ دیا)۔ جب رات ہوئی تو حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ عبادت کے لیے بیدار ہوئے اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابھی سو جاؤ۔ پھر (کچھ دیر بعد) وہ قیام کرنے لگے تو سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابھی سو جاؤ۔ پھر جب رات کا آخری حصہ ہوا تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اچھا اب اٹھ جاؤ۔ چنانچہ دونوں نے نماز پڑھی۔ اس کے بعد حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

- (۱) [صحیح : نسائی فی الکبریٰ (۱۴۶/۲) (۲۷۷۵) ابن حزیمة (۲۱۶۷) ابن حبان (۳۶۱۶) أحمد (۳۲۳/۶) امام بیہقی نے اس کے رجال کو ثقہ کہا ہے۔ [المجمع (۱۹۸/۳)] امام حاکم نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے جب کہ امام ذہبی نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔ شیخ حازم علی قاضی نے اسے صحیح کہا ہے۔ [التعلیق علی سبیل السلام (۹۰۶/۲) شیخ صحیحی حلاق نے اسے حسن کہا ہے۔ [التعلیق علی سبیل السلام (۱۷۵/۴)]
- (۲) [مسلم (۱۱۵۴) کتاب الصیام : باب جواز صوم النافلة بنیة من النهار، أبو داود (۲۴۵۵) ترمذی (۷۳۴)]

تمہارے رب کا تم پر حق ہے، تمہاری جان کا تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے۔ لہذا ہر حق والے کو اس کا حق ادا کرو۔ جب حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے اس کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿صَدَقَ سَلْمَانَ﴾ ”سلمان نے سچ کہا ہے۔“ (۱)

(3) حضرت اُم ہانی رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھی تھی کہ آپ ﷺ کے سامنے کوئی پینے کی چیز پیش کی گئی، آپ ﷺ نے اس سے پیا اور پھر وہ برتن مجھے پکڑا دیا لہذا میں نے بھی اس سے پیا۔ پھر میں نے کہا کہ میں گناہ کر بیٹھی ہوں آپ میرے لیے استغفار کیجئے۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ کیا ہوا؟ انہوں نے کہا ﴿كُنْتُ صَائِمَةً فَأَفْطَرْتُ فَقَالَ أَمِنْ قَضَاءِ تَقْضِيهِ؟ قَالَتْ لَا، قَالَ: فَلَا يَضُرُّكَ﴾ ”میں روزہ دار تھی اور میں نے (آپ کا جو ٹھاپانی پینے کے لیے) روزہ توڑ دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم کسی روزے کی قضاء دے رہی تھی؟ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر کوئی حرج نہیں۔“

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ”اگر یہ نفل روزہ تھا تو کوئی حرج نہیں۔“ (۲)

(4) جامع ترمذی کی روایت میں یہ لفظ ہیں کہ ﴿الصَّائِمُ الْمُتَطَوُّعُ أَمِيرُ نَفْسِهِ إِنْ شَاءَ صَامَ وَإِنْ شَاءَ أَفْطَرَ﴾ ”نفلی روزہ رکھنے والا اپنے نفس کا مالک ہوتا ہے یعنی اگر چاہے تو روزہ مکمل کر لے اور اگر چاہے توڑ دے۔“ (۳)

(شوکانی رحمۃ اللہ علیہ) باب کی احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ جس نے نفلی روزہ رکھا ہو وہ روزہ توڑ سکتا ہے بالخصوص جب وہ کسی مسلمان کی کھانے کی دعوت میں ہو۔ (۴)

(عبدالرحمن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ) اسی کے قائل ہیں۔ (۵)

◀ نفلی روزہ توڑنے والے شخص پر اس روزے کی قضا دینا ضروری نہیں بلکہ اسے اختیار ہے اگر وہ پسند کرے تو قضا دے لے اور اگر نہ چاہے تو نہ دے، دونوں طرح درست ہے۔ نیز اس مسئلے کی مزید تفصیل گذشتہ ’روزوں کی قضا کے بیان‘ کے تحت گزر چکی ہے، تفصیل کا طالب اس کی طرف رجوع کر سکتا ہے۔

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) نفلی روزہ رکھنے والے کے لیے جائز ہے کہ وہ روزے کے درمیان میں روزہ چھوڑ دے اور اس پر کوئی قضا نہیں۔ (۶)

(۱) [بخاری (۱۹۶۸، ۶۱۳۹) کتاب الصوم: باب من أقسم على أخيه ليفطر في التطوع، ترمذی (۲۴۱۳)]

(۲) [صحیح: صحیح ابو داؤد (۲۱۴۵) کتاب الصیام: باب فی الرخصة فيه، ابو داؤد (۲۴۵۶) ترمذی (۷۳۱)]

(۳) [صحیح: صحیح ترمذی، ترمذی (۷۳۲) کتاب الصیام: باب ما جاء فی إفتطار الصائم المتطوع]

(۴) [نیل الأوطار (۲۴۲/۳)] (۵) [تحفة الأحوذی (۴۹۰/۳)]

(۶) [فتاوی اللحنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۳۸۸/۱۰)]

عورت کے لیے شوہر کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ رکھنا جائز نہیں

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿لَا يَجِلُّ لِلْمَرْأَةِ أَنْ تَصُومَ وَ زَوْجَهَا شَاهِدًا إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾ ”کسی عورت کے لیے حلال نہیں کہ وہ روزہ رکھے جبکہ اس کا خاندان گھر میں ہو الا کہ شوہر اس کی اجازت دے۔“

سنن ابی داؤد کی روایت میں یہ لفظ زائد ہیں ﴿فِي غَيْرِ رَمَضَانَ﴾ ”رمضان کے علاوہ اور دنوں میں۔“ (۱) (نووی رحمہ اللہ) اس حدیث میں مذکور روزے کو نفلی اور مستحب روزے پر محمول کیا جائے گا کہ جس کے لیے کوئی خاص وقت متعین نہیں۔ اور یہ ممانعت حرمت کے لیے ہے (یعنی عورت کے لیے شوہر کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ رکھنا حرام ہے جبکہ شوہر عورت کے پاس موجود ہو)۔ (۲)

(2) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نبی کریم ﷺ کے پاس آئی اور اس وقت ہم بھی آپ ﷺ کے پاس تھے وہ کہنے لگی اے اللہ کے رسول! میرا شوہر صفوان بن معطل جب میں نماز پڑھتی ہوں تو مجھے مارتا ہے، جب میں روزہ رکھتی ہوں تو میرا روزہ تڑوا دیتا ہے اور نماز فجر طلوع آفتاب کے بعد ادا کرتا ہے۔ راوی نے بیان کیا کہ صفوان بھی آپ ﷺ کے پاس موجود تھا۔ آپ ﷺ نے اس سے وہ باتیں پوچھیں جو اس عورت نے کہی تھیں۔ تو اس نے کہا اے اللہ کے رسول! اس کی یہ بات کہ جب میں نماز پڑھتی ہوں یہ مجھے مارتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ نماز میں دوسورتیں پڑھتی ہے (اور اتنی دیر مجھے چھوڑے رکھتی ہے) حالانکہ میں نے اسے دوسورتیں پڑھنے سے منع بھی کیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿لَوْ كَانَتْ سُورَةٌ وَاحِدَةً لَكَفَفَتِ النَّاسَ﴾ ”اگر ایک سورت پڑھ لی جائے تو وہ بھی لوگوں کو کافی ہو جاتی ہے۔“ صفوان نے کہا کہ اس کی یہ بات کہ یہ میرا روزہ تڑوا دیتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ روزے رکھنا شروع ہو جاتی ہے اور میں جوان آدمی ہوں مجھ سے صبر نہیں ہوتا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿لَا تَصُومُ الْمَرْأَةُ إِلَّا بِإِذْنِ زَوْجِهَا﴾ ”کوئی عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر (نفلی) روزہ نہ رکھے۔“ صفوان نے کہا اس کی یہ بات کہ میں طلوع آفتاب کے بعد نماز فجر ادا کرتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم اہل پیشہ لوگ ہیں اور ہماری یہ عادت بن چکی ہے (کہ رات کے آخری حصے میں سوتے ہیں) اس لیے صبح طلوع آفتاب تک نہیں اٹھ سکتے تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿فَإِذَا اسْتَيْقَظَتْ فَصَلِّ﴾ ”جب تم اٹھو اس وقت

(۱) [بخاری (۵۱۹۵) کتاب النکاح، أبو داؤد (۲۴۵۸) مسلم (۱۰۲۶) أحمد (۳۱۶۲)]

(۲) [شرح مسلم للنووی (۳۵۱/۴)]

نماز ادا کر لیا کرو۔“ (۱)

(ابن حجر ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ) شوہر حاضر ہو اور اس کی رضا مندی کے بغیر عورت کے لیے نفلی روزہ رکھنا کبیرہ گناہ ہے۔ (۲)  
حرام مہینوں اور ماہ رجب میں روزوں کے متعلق کچھ ثابت نہیں

حرام مہینوں کی تخصیص میں کچھ بھی ثابت نہیں۔ اور اس ضمن میں جو حدیث مروی ہے وہ ضعیف ہے (جیسا کہ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے)۔ (۳)

باقی صرف وہی روزے رہ جاتے ہیں جن کے متعلق نصوص موجود ہیں مثلاً سوموار اور جمعرات کا روزہ اور ایام بیض کے روزے وغیرہ۔ اسی طرح ماہ رجب کے روزوں کے متعلق بھی کوئی دلیل ثابت نہیں ہے اور نہ ہی کوئی خاص فضیلت ثابت ہے۔ (۴)

خرشہ بن حر رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ”میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا وہ ماہ رجب میں روزہ رکھنے والوں کے ہاتھوں پر مارتے تھے حتیٰ کہ وہ اپنے ہاتھ کھانے میں داخل کرتے (اور روزے توڑ دیتے) اور عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ ایسا مہینہ ہے جس کی جاہلیت کے لوگ تعظیم کیا کرتے تھے۔“ (۵)  
 ایک روایت میں ہے کہ ”حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب لوگوں اور رجب کے لیے ان کی تیار کردہ اشیاء دیکھتے تو ناپسند کرتے۔“ (۶)

(ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ) خاص طور پر ماہ رجب کے روزے کے متعلق تمام احادیث ضعیف ہیں بلکہ موضوع ذمّن گھرت ہیں۔ اہل علم ان میں سے کسی پر بھی اعتماؤ نہیں کرتے۔ (۷)  
 (ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ) صرف ماہ رجب کے ہی روزے رکھنا مکروہ ہے۔ (۸)  
 (سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) سوموار اور جمعرات کا روزہ ماہ رجب یا ماہ شعبان کے ساتھ خاص نہیں بلکہ یہ سال کے تمام مہینوں میں مستحب ہے۔ (۹)

(۱) [صحیح: صحیح ابو داؤد (۲۱۴۷) کتاب الصیام، ابو داؤد (۲۴۵۹) الصحیحہ (۷۵۲/۱)]

(۲) [الزواجر لابن حجر الہیثمی (۴۳۱/۱)]

(۳) [تمام المنۃ (ص/۴۱۳) ضعیف ابو داؤد (۵۲۶)]

(۴) [الموسوعۃ الفقہیۃ المیسرۃ (۲۶۲/۳)]

(۵) [صحیح: إرواء الغلیل (۹۵۷) رواہ ابن ابی شیبۃ]

(۶) [صحیح: إرواء الغلیل (۹۵۸) رواہ ابن ابی شیبۃ]

(۷) [مجموع الفتاوی (۲۹۰/۲۵)]

(۸) [فتاویٰ اللجنة الدائمة (۴۰۰/۱۰)]

(۹) [المغنی لابن قدامة (۴۲۹/۴)]

نفسلی روزے کی نیت طلوع فجر سے پہلے کرنا لازم نہیں

کیونکہ صحیح حدیث میں موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دن میں نفل روزے کی نیت کی اور روزہ رکھ لیا۔ اس لیے نفل روزے کے لیے زوال سے پہلے پہلے نیت کر لینے سے روزہ ہو جاتا ہے۔ اس مسئلے کی مزید تفصیل گزشتہ ”روزوں کے آداب کے بیان“ کے تحت گزر چکی ہے۔

کیا فرض روزوں کی قضا سے پہلے نفل روزے رکھے جاسکتے ہیں؟

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) جس نے اپنے اوپر فرض روزوں کی قضا سے پہلے نفل روزے رکھ لیے پھر فرض روزوں کی قضا کی تو اس کی قضا کفایت کر جائے گی لیکن مناسب یہ ہے کہ پہلے وہ فرض روزوں کی قضا سے پھر نفل روزے رکھے کیونکہ فرض زیادہ اہم ہے۔ (۱)





جن ایام کے روزے ممنوع ہیں

باب ایام المنہی عن صیامها

عیدین کا روزہ رکھنا حرام ہے

(1) حضرت ابو سعید بن عبد الرحمنؓ سے مروی ہے کہ ﴿نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الْفِطْرِ وَالنَّحْرِ﴾  
”رسول اللہ ﷺ نے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے روزے سے منع فرمایا ہے۔“ (۱)

(2) ابن ازہر کے غلام ابو عبید نے بیان کیا کہ میں عید کے دن حضرت عمر بن خطابؓ کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپؓ نے فرمایا ﴿هَذَا يَوْمَانِ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ صِيَامِهِمَا: يَوْمُ فِطْرِكُمْ مِنْ صِيَامِكُمْ وَالْيَوْمِ الْآخِرُ تَأْكُلُونَ فِيهِ مِنْ نُسُكِكُمْ﴾ ”یہ دو دن ایسے ہیں جن کے روزوں سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ (ماہ رمضان کے) روزوں کے بعد افطار کا دن (یعنی عید الفطر کا دن) اور دوسرا دن وہ جس میں تم اپنی قربانی کا گوشت کھاتے ہو (یعنی عید الاضحیٰ کا دن)۔“ (۲)

(3) حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ ﴿يُنْهَى عَنْ صِيَامَيْنِ: الْفِطْرِ وَالنَّحْرِ﴾ ”دو روزوں سے منع کیا گیا ہے: عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے روزے سے۔“ (۳)

(4) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿لَا صَوْمَ فِي يَوْمَيْنِ؛ الْفِطْرِ وَالْأَضْحَى﴾  
”عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دنوں میں روزہ رکھنا جائز نہیں۔“ (۴)

(نومیؓ) علماء نے اجماع کیا ہے کہ ہر حال میں ان دنوں دنوں کا روزہ حرام ہے، خواہ انسان ان دنوں میں نذر کا روزہ رکھے یا نقلی روزہ رکھے یا کفارے کا روزہ رکھے یا اس کے علاوہ کوئی اور روزہ رکھے۔ (۵)

(۱) ابن قدامہؓ اہل علم نے اجماع کیا ہے کہ عیدین کے دنوں دنوں میں روزہ رکھنا ممنوع و حرام ہے، خواہ نقلی روزہ ہو نذر کا ہو قضاء کا ہو یا کفارے کا ہو۔ (۶)

(۱) ابن حجر ہیثمیؓ عیدین کے دنوں میں روزہ رکھنا کبیرہ گناہ ہے۔ (۷)

(۱) [بخاری (۱۹۹۱) کتاب الصوم: باب صوم يوم الفطر، مسلم (۱۱۳۸) ابن ماجہ (۱۷۲۱)]

(۲) [بخاری (۱۹۹۰) کتاب الصوم: باب صوم يوم الفطر، مسلم (۱۱۳۷) ابو داؤد (۲۴۱۶) ترمذی (۷۷۱)]

(۳) [بخاری (۱۹۹۳) کتاب الصوم: باب الصوم يوم النحر، مسلم (۱۱۳۸) احمد (۵۱۱/۴) ابن حبان (۳۵۹۸)]

(۴) [بخاری (۱۹۹۵) کتاب الصوم: باب الصوم يوم النحر]

(۵) [شرح مسلم للنووی (۲۷۱/۴) نیل الأوطار (۲۴۶/۳)]

(۶) [المعنی لابن قدامہ (۴۲۴/۴)] (۷) [الزواجر لابن حجر الہیثمی (۴۳۲/۱)]

(جہور علما) عیدین کے دنوں میں روزے کی نذر منعقد نہیں ہوتی اور نہ ہی اس کی قضا لازم ہے۔ (۱)

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) عیدین کے دنوں دنوں میں روزہ رکھنا حرام ہے۔ (۲)

عیدین کے دوسرے یا تیسرے دن روزہ رکھنے کا حکم

یاد رہے کہ عید کے دوسرے روز شوال یا قضا کا روزہ رکھنا درست ہے کیونکہ عید کا صرف ایک دن ہے اور

لوگوں میں جو یہ معروف ہو چکا ہے کہ عید کے تین دن ہیں اس کے متعلق شریعت میں کوئی نص موجود نہیں لہذا دویا تین شوال کو روزہ رکھنا جائز ہے۔

ایام تشریق کا روزہ رکھنا حرام ہے

(۱) حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کہا ﴿كُلْ فَهَذِهِ الْأَيَّامُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَأْمُرُنَا بِإِفْطَارِهَا وَيَنْهَانَا عَنْ صِيَامِهَا ، قَالَ مَا لِكَ وَهِيَ أَيَّامُ التَّشْرِيقِ ﴾ ”کھاؤ ان دنوں میں رسول اللہ ﷺ ہمیں روزہ چھوڑنے کا حکم دیا کرتے تھے اور روزہ رکھنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ ان دنوں سے مراد ایام تشریق (یعنی گیارہ بارہ اور تیرہ ذوالحجہ کے دن) ہیں۔“ (۳)

(۲) پیشہ ہڈلی کی روایت میں یہ لفظ ہیں کہ ﴿أَيَّامُ التَّشْرِيقِ أَيَّامُ أَكْلِ وَشُرْبِ ﴾ ”ایام تشریق کھانے پینے کے دن ہیں۔“ (۴)

(۳) صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ اعلان کروایا ﴿أَنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا مُؤْمِنٌ وَ أَيَّامٌ مَنَى أَيَّامُ أَكْلِ وَشُرْبِ ﴾ ”بلاشبہ جنت میں صرف مومن ہی داخل ہوگا اور ایام منی (یعنی 11، 12، 13 ذوالحجہ کے دن) کھانے پینے کے دن ہیں۔“ (۵)

(ابن حزم، ابن قدامہ، ابن حجر بیہقی رحمہم اللہ) ایام تشریق میں روزے ممنوع اور کبیرہ گناہ ہے۔ (۶)

حج تمتع کرنے والے کے لیے ایام تشریق میں روزوں کا حکم

(۱) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ﴿لَمْ يَرَّحْصْ فِي أَيَّامِ التَّشْرِيقِ إِلَّا لِمَنْ لَمْ يَجِدِ الْهَدْيَ ﴾

(۱) [المغنی (۳۹۸/۴) الحاوی (۴۵۰/۳) الأم (۱۴۴/۲) المبسوط (۹۵/۳) نیل الأوطار (۲۴۶/۳)]

(۲) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والإفتاء (۴۰۵/۱۰)]

(۳) [صحیح: صحیح أبو داود (۲۱۱۳) کتاب الصیام: باب صیام ایام التشریق؛ أبو داود (۲۴۱۸)]

(۴) [مسلم (۱۱۴۱) کتاب الصیام: باب تحریم صوم ایام التشریق؛ أبو داود (۲۸۱۳) نسائی (۱۷۰/۷)]

(۵) [مسلم (۱۱۴۲) کتاب الصیام: باب تحریم صوم ایام التشریق؛ احمد (۴۶۰/۳)]

(۶) [المحلی بالآثار (۴۵۱/۴) المغنی لابن قدامة (۴۲۵/۴) الزواجر لابن حجر الہیثمی (۴۳۲/۱)]

”کسی کو ایام تشریق میں روزہ رکھنے کی اجازت نہیں مگر اس کے لیے جسے قربانی کی طاقت نہ ہو۔“ (۱)

(۲) حضرت عمروہ بیان کرتے ہیں کہ ﴿كَانَتْ عَائِشَةُ تَصُومُ أَيَّامَ مِنِّي وَكَانَ أَبُوهُ يَصُومُهَا﴾  
 ”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایام منی (یعنی ایام تشریق) کے روزے رکھتی تھیں اور ہشام کے والد عمروہ بھی روزہ رکھتے تھے۔“ (۲)

(۳) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ﴿الصِّيَامُ لِمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ إِلَى يَوْمِ عَرَفَةَ، فَإِنْ لَمْ يَجِدْ هَذَا وَلَمْ يَصُمْ صَامَ أَيَّامَ مِنِّي﴾ ”جو حاجی حج اور عمرہ کے درمیان تمتع کرے اسی کو یوم عرفہ تک روزہ رکھنے کی اجازت ہے لیکن اگر قربانی کی طاقت نہ ہو اور نہ اس نے روزہ رکھا تو ایام منی (ایام تشریق) میں بھی روزہ رکھ لے۔“ (۳)

ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ حج تمتع کرنے والا شخص اگر قربانی کی طاقت نہ رکھتا ہو تو وہ منی میں رہنے کے دنوں میں روزے رکھ سکتا ہے۔ اس کے علاوہ کسی اور کے لیے ان ایام میں روزے رکھنے کی اجازت نہیں۔ امام بخاری رضی اللہ عنہ بھی اسی کے قائل ہیں یہی وجہ ہے کہ انہوں نے صرف جواز کی احادیث ہی نقل فرمائی ہیں اور جن احادیث میں ممانعت ہے وہ ذکر نہیں کیں۔

(ابن حجر، شوکانی رضی اللہ عنہما) انہوں نے بھی اسی موقف کو ترجیح دی ہے۔ (۴)

(مالک رضی اللہ عنہ) وہ حج تمتع کرنے والا جو قربانی کی طاقت نہ رکھتا ہو ایام تشریق میں روزے رکھ سکتا ہے (امام شافعی رضی اللہ عنہ کا قدیم قول یہی ہے)۔ (۵)

استقبالِ رمضان کے لیے ایک یا دو دن پہلے روزے رکھنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿لَا يَتَقَدَّمَنَّ أَحَدُكُمْ رَمَضَانَ بِصَوْمِ يَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ رَجُلٌ كَانَ يَصُومُ صَوْمًا فَلْيَصُمْ ذَلِكَ الْيَوْمَ﴾ ”تم میں سے کوئی شخص رمضان سے پہلے (شعبان کی آخری تاریخوں میں) ایک یا دو دن کے روزے نہ رکھے البتہ اگر کسی کو ان میں

(۱) [بخاری (۱۹۹۷، ۱۹۹۸) کتاب الصوم : باب صیام ایام التشریق]

(۲) [بخاری (۱۹۹۶) کتاب الصیام : باب صیام ایام التشریق]

(۳) [بخاری (۱۹۹۹) کتاب الصوم : باب صیام ایام التشریق]

(۴) [فتح الباری (۷۶۸/۴) نیل الأوطار (۲۴۹/۳)]

(۵) [المعنی لابن قدامة (۱۶۹/۳) کشاف الفناع (۳۴۲/۲) الإنصاف فی معرفة الراجح من الخلاف (۳۵۱/۳)]

الأم للشافعی (۱۰۴/۲) مغنی المحتاج (۴۳/۱) المہذب (۱۸۹/۱) المدونة الكبرى (۳۸۹/۱)]

روزے رکھنے کی عادت ہو تو اس دن بھی روزہ رکھ سکتا ہے۔“ (۱)

بغیر عادت کے نصف شعبان کے بعد روزے رکھنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إِذَا أَنْتَصَفَ شَعْبَانَ فَلَا تَصُومُوا﴾ ”جب شعبان نصف ہو جائے تو تم روزے نہ رکھو۔“ (۲)

واضح رہے کہ حدیث میں مذکور ممانعت ایسے شخص کے لیے ہے جو عادتاً روزے نہ رکھتا ہو اور جس کی عادت ہو وہ نصف شعبان کے بعد بھی روزے رکھ سکتا ہے جیسا کہ گذشتہ حدیث سے بھی یہی بات واضح ہوتی ہے۔

خاوند کی اجازت کے بغیر بیوی نفلی روزہ نہ رکھے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”کسی عورت کے لیے حلال نہیں کہ وہ روزے رکھے جبکہ اس کا شوہر گھر میں ہو الا کہ شوہر اس کی اجازت دے۔“

سنن ابی داؤد کی روایت میں یہ لفظ زائد ہیں ”رمضان کے علاوہ اور دنوں میں۔“ (۳)  
(نوی ﷺ) یہ ممانعت حرمت کے لیے ہے۔ (۴)

اس مسئلے کی مزید تفصیل کے لیے گزشتہ ”نفلی روزے کا بیان“ ملاحظہ کیجیے۔

ہمیشہ روزہ رکھنا ممنوع ہے

(۱) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا ﴿إِنَّكَ لَتَصُومُ الدَّهْرَ وَتَصُومُ اللَّيْلَ فَقُلْتَ نَعَمْ ، قَالَ : إِنَّكَ إِذَا فَعَلْتَ ذَلِكَ هَجَمْتَ لَهُ الْعَيْنُ وَنَفَهَتْ لَهُ النَّفْسُ ، لَا صَامَ مَنْ صَامَ الدَّهْرَ ، صَوْمٌ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ صَوْمُ الدَّهْرِ كُلِّهِ ، قُلْتُ : فَإِنِّي أُطِيقُ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ ، قَالَ : فَصُمْ صَوْمَ دَاوُدَ كَانَ يَصُومُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا وَلَا يَفِرُّ إِذَا لَاقَى ﴾ ”کیا تو مسلسل روزے رکھتا ہے اور رات بھر عبادت کرتا ہے؟ میں نے کہا ہاں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تو ایسے ہی کرتا رہا تو آنکھیں دھنس جائیں گی اور تو بہت کمزور ہو جائے گا۔ یہ کوئی روزہ نہیں کہ کوئی زندگی بھر (بغیر ناغے کے روزانہ) روزہ رکھے۔ (ہر ماہ) تین دن کا روزہ پوری زندگی کے روزے کے برابر ہے۔ اس پر میں نے کہا

(۱) [بخاری (۱۹۱۴) کتاب الصوم: باب لا يتقصد من رمضان بصوم يوم ولا يومين، مسلم (۱۰۸۲)]

(۲) [صحيح: صحيح أبو داود (۲۰۴۹) كتاب الصوم: باب في كراهية ذلك، ترمذی (۷۳۸) ابن ماجه (۱۶۱۰)]

(۳) [بخاری (۵۱۹۵) كتاب النكاح، أبو داود (۲۴۵۸) مسلم (۱۰۲۶) أحمد (۳۱۶۲) بیہقی (۱۹۲/۴)]

(۴) [شرح مسلم للنووی (۳۵۱/۴)]

- میں اس سے بھی زیادہ طاقت رکھتا ہوں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: پھر داؤد علیہ السلام کا روزہ رکھ لو۔ وہ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن روزہ چھوڑتے تھے اور جب دشمن کا سامنا ہوتا تو پیٹھ نہیں دکھلاتے تھے۔“ (۱)
- (۲) حضرت عبداللہ بن شحیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ مَنْ صَامَ الْاَبَدَ فَلَا صَامَ وَلَا اَفْطَرَ ﴾ ”جس نے ہمیشہ روزہ رکھا اس نے گویا نہ تو روزہ رکھا اور نہ ہی افطار کیا۔“ (۲)
- (۳) تین آدمیوں نے نبی ﷺ کی عبادت کو اپنے لیے کم سمجھا۔ ان میں سے ایک نے کہا ﴿ اَنَا اَصُومُ الدَّهْرَ وَلَا اَفْطِرُ ﴾ ”میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا“ کبھی نہیں چھوڑوں گا.....“ آپ ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا: ﴿ لَكِنِّي اَصُومُ وَاَفْطِرُ ... فَمَنْ رَعِبَ عَن سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي ﴾ ”لیکن میں روزہ رکھتا بھی ہوں اور چھوڑتا بھی ہوں..... جس نے میری سنت سے بے رغبتی اختیار کی وہ مجھ سے نہیں۔“ (۳)

### جمعہ کا الگ روزہ رکھنا ممنوع ہے

- (۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لَا يَصُومُ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِلَّا يَوْمًا قَبْلَهُ أَوْ بَعْدَهُ ﴾ ”تم میں سے کوئی بھی بروز جمعہ روزہ نہ رکھے سوائے اس کے کہ اس سے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد بھی روزہ رکھے۔“ (۴)
- (۲) حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ﴿ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلَيْهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَهِيَ صَائِمَةٌ فَقَالَ: اَصُمْتِ بِالْاُمْسِ؟ قَالَتْ: لَا، قَالَ: اَتَرِي دِينَ اَنْ تَصُومِيْنَ عَدَا؟ قَالَتْ: لَا، قَالَ فَاَفْطِرِي ﴾ ”نبی کریم ﷺ ان کے ہاں جمعہ کے روز تشریف لے گئے اور وہ روزہ دار تھیں۔ آپ نے دریافت کیا کہ کل کے دن بھی تم نے روزہ رکھا تھا؟ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ کیا آئندہ کل روزہ رکھنے کا ارادہ ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: پھر روزہ توڑ دو۔“ (۵)
- (۳) ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لَا تَخْصُوا يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِصِيَامٍ مِنْ بَيْنِ الْاَيَّامِ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ فِي يَوْمٍ بِصَوْمِهِ أَحَدُكُمْ ﴾ ”دوسرے دنوں میں جمعہ کا دن روزے کے لیے خاص نہ کرو الا کہ

(۱) [بخاری (۱۹۷۹) کتاب الصوم: باب صوم داود، مسلم (۱۱۵۹) احمد (۱۶۴/۲) نسائی (۲۰۶/۴)]

(۲) [صحيح: صحيح ابن ماجه (۱۳۸۴) كتاب الصيام: باب ماجاء في صيام الدهر، ابن ماجه (۱۷۰۵)]

(۳) [بخاری (۵۰۶۳) کتاب النکاح: باب الترغيب في النکاح، مسلم (۱۴۰۱)]

(۴) [بخاری (۱۹۷۵) کتاب الصوم: باب صوم يوم الجمعة، مسلم (۱۱۴۴) بیہقی (۳۰۲/۴)]

(۵) [بخاری (۱۹۸۶) کتاب الصوم: باب صوم يوم الجمعة، ابو داود (۲۴۲۲) احمد (۳۲۴/۶) (۴۳۰)]

جمعہ کا دن ایسے دن میں آجائے کہ اس میں تم میں سے کوئی (پہلے سے ہی) روزہ رکھتا ہو۔“ (۱)  
 (ترمذی رحمۃ اللہ علیہ) اہل علم کا اسی پر عمل ہے وہ ناپسند کرتے ہیں کہ آدمی جمعہ کے دن کو روزہ کے لیے خاص کر لے اور  
 نہ اس سے پہلے روزہ رکھے اور نہ اس کے بعد۔ نیز امام احمد اور امام اسحاقؒ بھی اسی کے قائل ہیں۔ (۲)  
 (ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ) اکیلے جمعہ کے دن روزہ رکھنا مکروہ ہے ہاں اگر یہ دن کسی کے اُن دنوں میں آجائے جن  
 میں وہ پہلے سے روزے رکھتا چلا آ رہا ہے مثلاً وہ ایک دن روزہ رکھتا ہے اور ایک دن روزہ چھوڑتا ہے وغیرہ تو  
 پھر درست ہے۔ (۳)

(جمہور) ان احادیث میں بروز جمعہ روزے کی ممانعت تحریمی نہیں بلکہ تنزیہی ہے۔ (۴)  
 بعض لوگوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ جمعہ کا دن روزے کے لیے مختص کرنا اس لیے ممنوع ہے کیونکہ جمعہ کے دن کو عید  
 کہا گیا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ﴿يَوْمُ الْجُمُعَةِ يَوْمٌ عِيدُكُمْ﴾ ”جمعہ کا دن تمہاری عید کا دن ہے۔“ (۵)  
 ایک اور روایت میں قیس بن سکن بیان کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے کچھ لوگ  
 حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے اور وہ روزہ دار تھے۔ تو حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ﴿أَقْسَمْتُ  
 عَلَيْكُمْ لَتَنْفَطِرَنَّ فَإِنَّهُ يَوْمٌ عِيدٌ﴾ ”میں تم پر قسم ڈالتا ہوں ضرور روزہ توڑ دو کیونکہ یہ عید کا دن ہے۔“ (۶)  
 اور عید کے دن روزہ رکھنا بالافتقار ناجائز ہے۔ تاہم جمعہ اور عید میں اتنا فرق ضرور ہے کہ عید کے دن  
 بہر صورت روزہ رکھنا ممنوع ہے جبکہ جمعہ کے دن کے ساتھ ایک دن پہلے یا بعد میں روزہ رکھنے سے اس دن روزہ  
 رکھنا جائز ہو جاتا ہے۔

فرض روزے کے علاوہ صرف ہفتے کا روزہ رکھنا ممنوع ہے

حضرت سماء بنت بصرہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿لَا تَصُومُوا يَوْمَ السَّبْتِ إِلَّا  
 فِيمَا افْتَرَضَ عَلَيْكُمْ وَ إِنْ لَمْ يَجِدْ أَحَدُكُمْ إِلَّا لِحَاءً عَنِيَّةً أَوْ عُوْدَ شَجَرَةٍ فَلْيَمْضُغْهُ﴾ ”ہفتے کے  
 دن روزہ نہ رکھو سوائے فرض روزے کے۔ پس اگر تم میں سے کوئی انگور کا چھلکا یا کسی درخت کا تنکا پائے تو چاہیے

(۱) [مسلم (۱۱۴۳) کتاب الصیام: باب کرامة صیام یوم الجمعة منفرداً، بیہقی (۳۰۲/۴)]

(۲) [جامع ترمذی (۱۱۹/۳)]

(۳) [المغنی لابن قدامة (۴۲۶/۴)]

(۴) [المجموع (۴۳۸/۶ - ۴۳۹)]

(۵) [أحمد (۵۳۲/۲)]

(۶) [صحیح: إرواء الغلیل (۹۵۹) رواہ ابن ابی شیبہ]

کہ (ہفتے کا روزہ توڑنے کے لیے) اسی کو کھالے۔“ (۱)

(ابن قدامہ رحمہ اللہ) اکیلا ہفتے کا روزہ رکھنا مکروہ ہے۔ (۲)

واضح رہے کہ ممانعت صرف اس صورت میں ہے کہ جب اکیلا ہفتے کا روزہ رکھا جائے لیکن جب اس کے ساتھ ایک اور روزہ ملا لیا جائے تو جائز ہے۔ (۳)

### مشکوٰۃ دن کا روزہ رکھنا

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿مَنْ صَامَ الْيَوْمَ الَّذِي يُشَكُّ فِيهِ فَقَدْ عَصَىٰ أَبَا الْقَاسِمِ﴾ ”جس نے مشکوٰۃ دن میں روزہ رکھا اس نے ابوالقاسم رضی اللہ عنہ کی نافرمانی کی۔“ (۴)

معلوم ہوا کہ ماہ شعبان کی اتیس (29) تاریخ کو اگر یہ شک ہو جائے کہ آیا چاند نظر آیا ہے یا نہیں تو اس دن روزہ رکھنا ممنوع ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی ہے۔

### روزے میں وصال کرنا

حرام ہے اور اس کی تفصیل گزشتہ ”روزہ دار کے لیے حرام افعال کا بیان“ کے تحت گزر چکی ہے۔



(۱) [صحیح: صحیح أبو داود (۲۱۱۶) کتاب الصوم: باب النهی أن یخص یوم السبت بصوم، إرواء الغلیل

(۹۶۰) تمام المنة (ص ۵۰/۴) ترمذی (۷۴۴) کتاب الصوم: باب ما جاء فی صوم یوم السبت، ابن

ماجة (۷۲۶) کتاب الصیام: باب ما جاء فی صیام یوم السبت، دارمی (۱۹/۲) شرح معانی الآثار

(۸۰/۲) ابن خزيمة (۲۱۶۲) حاکم (۴۳۵/۱) بیہقی (۳۰۲/۴) شرح السنة (۱۸۰۶)]

(۲) [المغنی لابن قدامة (۴۲۸/۴)]

(۳) [ابن خزيمة (۲۱۶۷) أحمد (۳۲۳/۱)]

(۴) [بخاری تعلیقاً (قبل الحدیث/۱۹۰۶) کتاب الصوم: باب إذا رأیتم الهلال..... أبو داود (۱۳۳۴) ترمذی

(۶۸۶) نسائی (۱۵۳/۴) ابن ماجة (۱۶۴۵) دارمی (۲/۲) دارقطنی (۱۵۷/۲) حاکم (۴۲۳/۱)

بیہقی (۲۰۸/۴)]

## نماز تراویح کا بیان

## باب صلاة التراویح

## نماز تراویح کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُرْعَبُ فِي قِيَامِ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَأْمُرَهُمْ بِعَزِيمَةٍ وَيَقُولُ: مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ﴾<sup>(۱)</sup> ”رسول اللہ ﷺ بالجزم حکم تو نہیں دیتے تھے البتہ قیام رمضان کی ترغیب دلایا کرتے تھے اور فرماتے تھے: جس نے حالت ایمان میں اور اجر و ثواب کی عرض سے قیام رمضان میں شرکت کی اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔“ (۱)

(نووی رحمہ اللہ) اس حدیث میں قیام رمضان سے مراد نماز تراویح ہے اور اس کے استحباب پر علما کا اتفاق ہے۔ (۲)

(شوکانی رحمہ اللہ) یہ حدیث قیام رمضان یعنی نماز تراویح کی فضیلت و استحباب پر دلالت کرتی ہے۔ (۳)

## نماز تراویح گھر میں افضل ہے یا مسجد میں جماعت کے ساتھ

بلاشبہ نماز تراویح مسجد میں باجماعت ہی افضل ہے کیونکہ سنت نبوی سے یہی عمل ثابت ہے۔ بعد ازاں آپ ﷺ نے فرض ہو جانے کے اندیشے سے اسے ترک کر دیا تھا لیکن آپ ﷺ کی وفات کے بعد جب یہ اندیشہ ندر ہا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ایک امام کے پیچھے جمع کر دیا۔ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک رات مسجد میں نماز پڑھائی۔ صحابہ نے بھی آپ کے ساتھ یہ نماز ادا کی۔ دوسری رات آپ نے یہ نماز پڑھائی تو نمازیوں کی تعداد بہت زیادہ بڑھ گئی۔ تیسری یا چوتھی رات تو یہ تعداد ایک بڑے اجتماع کی صورت اختیار کر گئی لیکن نبی ﷺ اس رات نماز پڑھانے کے لیے تشریف نہ لائے۔ صبح کے وقت آپ نے فرمایا ﴿فَإِنَّهُ لَمْ يَحْخَفْ عَلَيَّ مَكَانَكُمْ وَ لَكِنِّي خَشِيتُ أَنْ تُفْتَرَضَ عَلَيْكُمْ فَتَعْجزُوا عَنْهَا - فَتَوَقَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَالْأَمْرُ عَلَيَّ ذَالِكَ﴾ ”جتنی بڑی تعداد میں تم لوگ جمع

(۱) [ترمذی (۸۰۸) کتاب الصوم: باب الترغیب فی قیام رمضان وما جاء فیہ من الفضل، بخاری (۲۰۰۹)]

مسلم (۷۵۹) أبو داود (۱۳۷۱) نسائی (۲۲۰۶) ابن ماجہ (۱۳۲۶) أحمد (۲۸۱/۲) دارمی (۲۶۱/۲)

(۲) [شرح مسلم (۲۹۸/۳)]

(۳) [نیل الأوطار (۲۶۵/۲)]



ہو گئے تھے۔ میں نے اسے دیکھا، لیکن یہ خدشہ میرے باہر آنے کے لیے رکاوٹ بنا رہا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ کر دی جائے اور پھر تم اس کی ادائیگی سے عاجز آ جاؤ۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ کی وفات ہوئی تو یہی کیفیت تھی۔“ (۱)

(2) حضرت عبدالرحمن بن عبدالقاریؓ فرماتے ہیں کہ میں رمضان کی ایک رات حضرت عمرؓ کے ساتھ مسجد میں گیا، سب لوگ متفرق اور منتشر تھے۔ کوئی اکیلا نماز پڑھ رہا تھا اور کوئی کسی کے پیچھے کھڑا تھا۔ یہ دیکھ کر حضرت عمرؓ نے فرمایا ﴿ اِنِّیْ اَرٰی لَوْ جَمَعْتُ هٰؤُلَاءِ عَلٰی قَارِیْ وَاَجِدُ لَکَانَ اَمْتَلًا ، ثُمَّ عَزَمَ فَجَمَعَهُمْ عَلٰی اُبٰی بِنِ کَعْبٍ ﴾ ”میرا خیال ہے کہ اگر میں تمام لوگوں کو ایک قاری کے پیچھے جمع کر دوں تو زیادہ مناسب ہوگا۔ چنانچہ انہوں نے اسی عزم و ارادے کے ساتھ حضرت اُبی بن کعبؓ کو ان کا امام مقرر کر دیا۔“ (حضرت عبدالرحمنؓ کہتے ہیں کہ) پھر ایک رات جب میں حضرت عمرؓ کے ساتھ نکلا تو دیکھا کہ لوگ اپنے امام کے پیچھے نماز (تراویح) پڑھ رہے ہیں تو حضرت عمرؓ نے فرمایا ﴿ نِعْمَ الْبِدْعَةُ هٰذِهِ ... ﴾ ”یہ نیا طریقہ بہتر اور مناسب ہے۔ اور رات کا وہ حصہ جس میں یہ لوگ سو جاتے ہیں اُس حصے سے بہتر ہے جس میں یہ نماز پڑھ رہے ہیں۔ آپؓ کی مراد رات کے آخری حصے کی فضیلت سے تھی کیونکہ لوگ یہ نماز رات کے شروع میں ہی پڑھ لیتے تھے۔“ (۲)

(3) حضرت سائب بن یزیدؓ سے روایت ہے کہ ﴿ اَمْرَ عُمَرُ بِنِ الْخَطَّابِ اُبٰی بِنِ کَعْبٍ وَ تَمِيْمًا الدَّارِیْ اَنْ یَّقُوْمَا لِلنَّاسِ فِیْ رَمَضَانَ بِاِحْدٰی عَشْرَةِ رَكْعَةٍ فَكَانَ الْقَارِیْ یَقْرَأُ بِالْمَثِيْنِ حَتّٰی کُنَّا نَعْتَمِدُ عَلٰی الْعَصَا مِنْ طُوْلِ الْقِيَامِ ، فَمَا کُنَّا نَنْصَرِفُ اِلَّا فِیْ فُرُوْعِ الْفَجْرِ ﴾ ”حضرت عمر بن خطابؓ نے حضرت اُبی بن کعبؓ اور حضرت تمیم داریؓ کو حکم دیا کہ وہ دونوں رمضان میں لوگوں کو گیارہ رکعت قیام کرائیں۔ چنانچہ امام ایک رکعت میں مئین سورتوں (جن کی آیات ایک سو سے زیادہ ہیں) میں سے کوئی ایک سورت تلاوت کرتا تھی کہ ہم طویل قیام کی وجہ سے لائٹھیوں کا سہارا لیتے تھے اور ہم صبح صادق کے آغاز میں کہیں واپس لوٹتے تھے۔“ (۳)

مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ قیام رمضان باجماعت مشروع ہے اور رسول اللہ ﷺ نے محض اس اندیشے کی وجہ سے چوتھی رات جماعت سے گریز کیا تھا کہ یہ نماز مسلمانوں پر فرض نہ کر دی جائے۔ بعد ازاں جب رسول اللہ ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے، وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا تو جس چیز سے رسول اللہ ﷺ خائف تھے اس

(۱) [بخاری (۱۱۲۹/۲۰۱۲) کتاب الجمعة: باب تحریض النبی علی صلاة اللیل، مسلم (۷۶۱)]

(۲) [بخاری (۲۰۱۰) کتاب صلاة التراویح: باب فضل من قام رمضان، موطا (۱۱۴/۱)]

(۳) [صحیح: هداية الرواة (۶۹/۲) موطا (۹۲)]

سے امن ہو گیا کیونکہ کسی بھی کام کی علت اپنے وجود یا عدم میں معلول کے تابع ہوتی ہے لہذا جب عارض زائل ہو گیا تو باجماعت (نماز تراویح) کی سنت باقی رہ گئی۔

پس جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عہد خلافت آیا تو انہوں نے اسی سنت کو زندہ کرتے ہوئے کہ جسے رسول اللہ ﷺ نے اپنایا تھا اس نماز کو باجماعت ادا کرنے کا حکم دے دیا۔ یاد رہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس فعل کو بدعت سے اس لیے موسوم کیا تھا کہ ان کے زمانے میں پہلے اس طرح یہ نماز نہیں پڑھی جاتی تھی اس لیے ان کے زمانے میں یقیناً یہ نیا کام تھا۔ لیکن فی الحقیقت یہ کام رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں کیا جا چکا تھا۔ اسے بدعت کہنے کی وجہ یہ ہرگز نہیں تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بدعت کی تقسیم سے مطلع کرنا چاہتے تھے کہ بدعت کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ ایک بدعت حسنا اور ایک سیرہ؛ جیسا کہ آج بعض حضرات یہ موقف رکھتے ہیں۔ بلکہ ہر بدعت گمراہی ہے۔ (ابن تیمیہ رحمہ اللہ) اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بدعت کو اچھا کہا ہے۔ زیادہ سے زیادہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اس سے مراد لغوی بدعت ہے شرعی نہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ لغت میں بدعت ہر ایسے کام کو کہا جاتا ہے جس کی ابتداء پہلی مرتبہ کی گئی ہو۔ شرعی بدعت یہ ہے کہ ہر ایسا کام جس کی کوئی شرعی دلیل موجود نہ ہو۔ (۱)

عورتیں بھی مسجد میں حاضر ہو کر باجماعت تراویح میں شرکت کر سکتی ہیں

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ روزے رکھے۔ آپ نے ہمیں نماز تراویح نہیں پڑھائی حتیٰ کہ ماہ رمضان کے صرف سات دن باقی رہ گئے۔ پھر آپ نے ایک تہائی رات گزر جانے کے بعد (تیسویں رات) کو تراویح پڑھائی، پھر چوبیسویں رات کو آپ نے تراویح نہیں پڑھائی اور پچیسویں رات جب نصف گزر گئی تو آپ نے ہمیں تراویح پڑھائی۔ ہم نے کہا اے اللہ کے رسول! اگر آپ ہمیں اس رات کے باقی حصے میں بھی تراویح پڑھائیں تو بہتر ہے۔ آپ نے فرمایا:

﴿ إِنَّهُ مَنْ قَامَ مَعَ الْإِمَامِ حَتَّى يَنْصَرِفَ كُتِبَ لَهُ قِيَامٌ لَيْلَةٍ ، ثُمَّ لَمْ يُصَلِّ بِنَا حَتَّى يَبْقَى ثَلَاثٌ مِنَ الشَّهْرِ وَصَلَّى بِنَا فِي الثَّالِثَةِ ، وَدَعَا أَهْلَهُ وَنِسَاءَهُ ، فَقَامَ بِنَا حَتَّى نَخَوْفُنَا الْفَلَاحَ ، قُلْتُ لَهُ وَمَا الْفَلَاحُ ؟ قَالَ : السُّحُورُ ﴾ ” جس نے امام کے ساتھ اس کے فارغ ہونے تک نماز تراویح ادا کی (یعنی باجماعت نماز تراویح کا اہتمام کیا) اس کے لیے ساری رات کے قیام کا اجر لکھا جائے گا۔ پھر آپ ﷺ نے ہمیں تراویح نہیں پڑھائی حتیٰ کہ ماہ رمضان کے صرف تین دن باقی رہ گئے۔

(۱) [اقتضاء الصراط المستقیم (ص ۲۷۶)]

پھر آپ ﷺ نے ہمیں ستائیسویں رات کو تراویح پڑھائی ”اور اس میں اپنے گھر والوں اور اپنی بیویوں کو بھی شریک کیا۔“ آپ ﷺ نے ہمیں اتنی دیر قیام کرایا کہ ہمیں فلاح کے ختم ہو جانے کا خوف لاحق ہو گیا۔ میں (یعنی جبیر بن نفیر) نے کہا کہ یہ فلاح کیا ہے؟ تو حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ اس سے مراد سحری ہے۔“ (۱)

اس حدیث میں محل شاہد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب تیسری مرتبہ نماز تراویح پڑھائی تو اپنی بیویوں کو بھی تراویح کی جماعت میں شریک کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر عورتیں مسجد میں جا کر باجماعت نماز تراویح پڑھنا چاہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

### نماز تراویح کا وقت

نماز تراویح کا وقت عشاء کے بعد سے لے کر طلوع فجر تک ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ﴿كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي فِيمَا بَيْنَ أَنْ يَفْرُغَ مِنْ صَلَاةِ الْعِشَاءِ إِلَى الْفَجْرِ أَحَدِي عَشْرَةَ رَكْعَةً يُسَلِّمُ بَيْنَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ وَيُؤْتِرُ بِوَاحِدَةٍ﴾ ”رسول اللہ ﷺ نماز عشاء سے فارغ ہونے کے بعد فجر تک گیارہ رکعت نماز ادا فرماتے۔ ہر دو رکعتوں کے بعد سلام پھیرتے اور پھر آخر میں ایک رکعت وتر ادا فرماتے۔“ (۲)

تاہم افضل وقت رات کا آخری حصہ ہے جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿فَإِنَّ صَلَاةَ آخِرِ اللَّيْلِ مَشْهُودَةٌ وَذَلِكَ أَفْضَلُ﴾ ”بلاشبہ رات کے آخری حصے کی نماز میں (فرشتوں کو) حاضر کیا جاتا ہے اور وہی افضل ہے۔“ (۳)

(ابن حزم) اسی کے قائل ہیں۔ (۴)

- (۱) [صحیح: صحیح ترمذی (۶۴۶) کتاب الصوم: باب ما جاء في قيام شهر رمضان، ترمذی (۸۰۶) ابو داؤد (۱۳۷۵) نسائی (۱۳۶۴) ابن ماجہ (۱۳۲۷) احمد (۱۵۹/۵) ابن خزیمہ (۲۲۰۶)]
- (۲) [مسلم (۷۳۶) کتاب صلاة المسافرين وقصرها: باب صلاة الليل وعدد ركعات النبي ﷺ في الليل وأن الوتر ركعة، بخاری (۶۲۶) ابو داؤد (۱۳۳۶) ترمذی (۱۳۳۷) (۴۴۰) نسائی (۶۸۴)]
- (۳) [مسلم (۷۵۵) کتاب صلاة المسافرين وقصرها: باب من خاف أن لا يقوم من آخر الليل فليوتر أوله، أحمد (۳۱۵/۳) (۱۴۶۳۰) ترمذی (۱۵۱۸۱) (۴۵۵) ابن ماجہ (۱۱۸۷) ابن خزیمہ (۱۰۸۶) ابن ابی شیبہ (۲۸۲/۲)]
- (۴) [المحلی بالآثار (۹۱/۲)]

## نماز تراویح کی رکعتوں کی تعداد

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿مَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَزِيدُ فِي رَمَضَانَ وَلَا فِي غَيْرِهِ عَلَى إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً﴾ ”رمضان اور غیر رمضان میں نبی ﷺ (رات کی نماز) گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔“ (۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تہجد، قیام اللیل، قیام رمضان اور نماز تراویح ایک ہی نماز کے مختلف نام ہیں۔

(2) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ ﴿أَنْ يَقُومَا لِلنَّاسِ فِي رَمَضَانَ بِإِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً﴾ ”وہ دونوں رمضان میں لوگوں کو گیارہ رکعت قیام کرائیں۔“ (۲)

معلوم ہوا کہ نماز تراویح کی رکعتوں کی تعداد گیارہ ہے (جن میں تین رکعت وتر بھی شامل ہیں)۔

(شوکانی، عبدالرحمن مبارکپوری رضی اللہ عنہما) انہوں نے اسی کو ترجیح دی ہے۔ (۳)

(امیر صنعانی رضی اللہ عنہ) انہوں نے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ حدیث کو ہی مقدم رکھا ہے۔ (۴)

یہاں یہ یاد رہے کہ کچھ حضرات بیس رکعات تراویح کے بھی قائل ہیں۔ انہوں نے جن روایات کو پیش نظر رکھا ہے وہ تمام ضعیف ہے۔

ان میں سے چند ایک ملاحظہ فرمائیے:

(1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ﴿كَانَ يُصَلِّي فِي رَمَضَانَ عِشْرِينَ رَكْعَةً وَالْوَيْتْرَ﴾ ”رسول اللہ ﷺ رمضان میں بیس رکعت نماز اور وتر پڑھا کرتے تھے۔“ (۵)

(2) حضرت یزید بن رومان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ”حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں لوگ رمضان میں تیس

(۱) [بخاری (۱۱۴۷) کتاب الجمعة: باب قیام النبی باللیل فر رمضان وغیرہ، مسلم (۷۳۸) أبو داود

(۱۳۴۱) ترمذی (۴۳۹) نسائی (۲۳۴۱۳) موطا (۱۲۰۱)]

(۲) [صحیح: هداية الرواة (۶۹/۲) موطا (۹۲)]

(۳) [نبيل الأوطار (۲۶۹/۲) تحفة الأحوذی (۶۰۸/۳)]

(۴) [سبل السلام (۵۳۳/۲)]

(۵) [ابن أسی شیبہ (۳۹۳/۲) بیہقی (۴۹۶/۲) ابن عدی (۲۴۱/۱) عبد بن حمید (۶۵۳) طبرانی کبیر

(۱۶۱۰۶) طبرانی (وسط (۷۹۸)] حافظ ابن حجر نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔ [فتح الباری (۲۵۴/۴)] ﴿جاری ہے﴾

- (23) رکعات قیام کرتے تھے۔“ (۱)
- (3) سنن بیہقی کی ایک روایت میں ہے کہ ”حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت اُبی بنی اللہ اور تمیم داری رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعات (تراویح) پڑھائیں۔“ (۲)
- (4) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعت نماز پڑھائیں۔ (۳)
- یاد رہے کہ بیس رکعت تراویح کے اثبات میں پیش کی جانے والی تمام روایات ضعیف ہیں۔ (۴)
- (ابن حجر بیہقی رحمۃ اللہ علیہ) یہ بات صحیح نہیں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز تراویح میں رکعات ادا کی تھیں اور اس ضمن میں جو حدیث پیش کی جاتی ہے وہ شدید قسم کی ضعیف ہے۔ (۵)
- نماز تراویح دو دو رکعت پڑھنی چاہیے

- (1) جیسا کہ صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ ﴿يُسَلَّمُ بَيْنَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ﴾ ”آپ صلی اللہ علیہ وسلم قیام اللیل کرتے ہوئے ہر دو رکعتوں میں سلام پھیرتے تھے۔“ (۶)
- (2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿صَلَاةُ اللَّيْلِ مَثْنَى مَثْنَى﴾ ”رات کی نماز دو دو رکعت کی صورت میں پڑھی جائے۔“ (۷)
- قیام رمضان میں قرآن سے دیکھ کر قراءت

- صحیح بخاری میں ہے کہ ﴿وَكَانَتْ عَائِشَةُ يَوْمَئِذٍ يُؤْمِئُهَا عَبْدُهَا ذَكْوَانٌ مِنَ الْمُصْحَفِ﴾ ”حضرت
- ؓ گزشتہ سے پیوستہ امام زیلعی نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔ [نصب الرایة (۱۵۳/۲)] امام سیوطی نے اس حدیث کو بہت زیادہ ضعیف اور ناقابلِ حجت قرار دیا ہے۔ [الحاوی للفتاویٰ (۳۴۷/۱) المصابیح فی صلاة التراويح (ص ۲۰۱)] عبدالرحمن مبارکپوری نے اس حدیث کو بہت زیادہ ضعیف کہا ہے۔ [تحفة الأحوذی (۶۱۳/۳) شیخ محمد صفحی حسن حلاق نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔ [التعلیق علی السبل الحرار (۶۶۳/۱)] اس کی سند میں ابوشیبہ (ابراہیم بن عثمان) راوی ہے جسے امام احمد، امام ابن معین، امام بخاری، امام مسلم، امام بو داؤد، امام ترمذی، امام نسائی، رحمہم اللہ، جمعین اور دیگر علماء نے ضعیف کہا ہے۔ [سبل السلام (۵۳۲/۲) تحفة الأحوذی (۶۱۵/۳) التاريخ الكبير (۳۱۰/۱) المحروحين (۱۰۴/۱) الجرح والتعديل (۱۱۵/۲) میزان الاعتدال (۴۷۳/۱) تقریب التہذیب (۳۹/۱)]
- (۱) [موطا (۱۱۵/۱)] (۲) [بیہقی (۴۹۶/۲)]
- (۳) [اس کی سند میں ابوالحنا، راوی جمہول ہے۔ تقریب التہذیب (۴۱۲/۲) الإكمال (۴۷۵/۲) میزان الاعتدال (۳۵۶/۷)]
- (۴) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: تحفة الأحوذی (۶۱۲/۳-۶۱۶)]
- (۵) [الموسوعة الفقهية (۱۴۲/۲۷-۱۴۵)]
- (۶) [مسلم (۷۳۶) کتاب صلاة المسافرين وقصرها: باب صلاة اللیل، بخاری (۶۲۶)]
- (۷) [بخاری (۹۹۰) کتاب الجمعة: باب ما جاء فی الترتل، مسلم (۷۴۹) أبو داؤد (۱۳۲۶) ترمذی (۴۳۷)]

عائشہ رضی اللہ عنہا کا غلام ذکوان مصحف (یعنی قرآن) سے دیکھ کر ان کی امامت کرایا کرتا تھا۔ (۱)  
 (شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ) قیام رمضان میں قرآن سے دیکھ کر قراءت کرنے میں کوئی حرج نہیں جیسا کہ صحیح بخاری میں  
 مذکور ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا غلام ذکوان مصحف سے دیکھ کر پڑھتا (یعنی امامت کراتا) تھا۔ (۲)  
 تین راتوں سے کم میں قرآن ختم کرنا درست نہیں

- (۱) جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ﴿لَا يَفْضُقُهُ مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فِي أَقَلِّ مِنْ ثَلَاثٍ﴾ ”ایسا شخص سجھدا نہیں ہے جس نے تین راتوں سے کم میں مکمل قرآن پڑھا۔“ (۳)  
 (۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ﴿لَا أَعْلَمُ نَبِيَّ اللَّهِ ﷺ قَرَأَ الْقُرْآنَ كُلَّهُ حَتَّى الصَّبَاحِ﴾ ”میرے علم میں نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی صبح تک سارا قرآن ختم کیا ہو۔“ (۴)  
 اس مسئلے کی مزید تفصیل کے لیے ”محلی ابن حزم“ کا مطالعہ مفید ہے۔ (۵)  
نماز تراویح میں مکمل قرآن ختم کرنا کیسا ہے؟

(شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ) اماموں کے لیے مشروع ہے کہ وہ اگر استطاعت رکھتے ہوں تو قیام رمضان میں مقتدی  
 حضرات کو سارا قرآن سنائیں۔ امام ہر رات وہ آیات اور سورتیں تلاوت کرے جو پچھلی رات پڑھی گئی آیات  
 و سورتوں کے بعد والی ہیں یہاں تک کہ امام کے پیچھے والے نمازی اپنے رب تعالیٰ کی کتاب مسلسل اسی ترتیب سے  
 سن لیں جو مصحف میں ہے۔ (۶)

یہاں یہ یاد رہے کہ نماز تراویح میں مکمل قرآن ختم کرنا فرض نہیں کیونکہ اس کا کوئی شرعی ثبوت موجود  
 نہیں۔ لہذا اگر کوئی مکمل قرآن سے کم بھی پڑھتا ہے تو اس پر کوئی حرج نہیں۔ (واللہ اعلم)  
مسجد کے ساتھ ملحق گھر میں امام کی اقتداء میں نماز تراویح پڑھنا کیسا ہے؟

گھر میں مسجد کے امام کی اقتداء کرتے ہوئے نماز ادا کرنا صحیح نہیں۔ مقتدی کی نماز امام کے ساتھ اس  
 وقت صحیح ہوگی جب وہ مسجد میں ہو اور صفیں بھی ایک دوسرے کے ساتھ ملی ہوئی ہوں یا پھر مسجد سے باہر ہو اور

(۱) [بخاری (قبل الحدیث ۶۹۲) کتاب الأذان: باب إمامة العبد والمولى]

(۲) [فتاویٰ اسلامیة (۳۳۷/۱)]

(۳) [صحیح: صحیح أبو داود (۱۲۳۹) کتاب الصلاة: باب فی کم یقرأ القرآن، أبو داود (۱۳۹۰، ۱۳۹۴)]

(۴) [صحیح: صحیح ابن ماجہ (۱۱۰۸) کتاب إقامة الصلاة والسنة فيها: باب فی کم یستحب یحتم القرآن

ابن ماجہ (۱۳۴۸) نسائی (۱۶۴۰) کتاب قیام اللیل: باب الاختلاف علی عائشة فی إحياء اللیل]

(۵) [فتاویٰ اسلامیة (۱۰۸/۲)]

(۶) [المحلی بالآثار (۹۶۲-۹۷۰)]

صفیں مسجد سے باہر تک ایک دوسرے سے ملی ہوئی ہوں تو پھر امام کے پیچھے نماز صحیح ہوگی۔ مثلاً اگر مسجد اندر سے بھر جائے اور بعض لوگ اندر جگہ نہ ہونے کی وجہ سے مسجد کے باہر نماز ادا کریں تو درست ہے لیکن اس کے علاوہ کسی بھی صورت میں صحیح نہیں۔ جیسا کہ اگر مسجد کے اندر ابھی جگہ باقی ہو اور کوئی جان بوجھ کر مسجد کے باہر نماز ادا کرے تو اس کی نماز صحیح نہیں ہوگی۔

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) کسی نے دریافت کیا کہ جو شخص اپنے گھر میں پیکروں کے ذریعے مسجد کے امام کی اقتداء میں نماز ادا کرے اور امام اور مقتدی کے مابین کسی بھی واسطہ سے اتصال نہ ہو تو اس نماز کا کیا حکم ہوگا؟ جیسا کہ مکہ اور مدینہ میں موسم رمضان اور حج میں ہوتا ہے۔

اس سوال کے جواب میں مستقل فتویٰ کمیٹی نے کہا کہ: اس طریقے سے ادا کی گئی نماز صحیح نہیں ہوگی۔ شوافع اور امام احمدؒ کا یہی مسلک ہے۔ لیکن اگر صفیں اس کے گھر کے ساتھ ملی ہوئی ہوں اور امام کو دیکھ کر اور اس کی آوازیں کر اس کی اقتداء کرنا ممکن ہو تو پھر صحیح ہے جس طرح اس کے گھر تک ملی ہوئی صفوں کی نماز صحیح ہے اس کی بھی صحیح ہو گی۔ لیکن اگر مذکورہ شرط نہیں تو پھر نماز صحیح نہیں ہوگی۔ (۱)

### چند ضروری مسائل

- نماز تراویح کی ثابت رکعات سے تجاوز درست نہیں۔
  - وتر پڑھنا سنت موکدہ ہے۔
  - نوسات پانچ تین اور ایک رکعت وتر پڑھنا رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔
  - وتر نماز عشاء کے بعد سے نماز فجر تک پڑھا جاسکتا ہے۔
  - جو شخص وتر کے وقت سویا رہ جائے جب صبح ہو تو وہ وتر پڑھ لے۔
  - وتر کی پہلی رکعت میں ”سبح اسم ربك الاعلیٰ“ اور دوسری میں ”قل یا ایہا الکفرون“ اور تیسری میں ”قل هو اللہ احد“ پڑھنا مستنون ہے۔
  - قنوت وتر رسول اللہ ﷺ سے صرف رکوع سے پہلے ثابت ہے۔
  - وتر کے بعد دو رکعتیں پڑھنا رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔
- مندرجہ بالا تمام مسائل کی تفصیل کے لیے راقم الحروف کی کتاب ”فقہ الحدیث: کتاب الصلاة: باب صلاة التطوع“ یا ”نماز کی کتاب: نقل نماز کا بیان“ کا مطالعہ کیجئے۔

(۱) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والإفتاء (۲۲/۸)]

## اعتکاف کا بیان

## باب الاعتکاف

لغوی وضاحت: لفظ اعتکاف باب اَعْتَكَفَ يَعْتَكِفُ (افتعال) سے مصدر ہے۔ اس کا معنی ”بندرہنا“ رکے رہنا اور کسی چیز کو لازم پکڑ لینا، ”مستعمل ہے جیسا کہ قرآن میں ہے کہ ﴿مَا هَذِهِ الشَّمَائِيلُ الَّتِي أَنْتُمْ لَهَا عَاكِفُونَ﴾ [الأنبياء: ۵۶] ”یہ صورتیاں جن کے تم مجاور بنے بیٹھے ہو، کیا ہیں؟“ ایک اور آیت میں ہے کہ ﴿يَعْكُفُونَ عَلَىٰ أَصْنَامِهِمُ لَهُمْ﴾ [الأعراف: ۱۳۸] ”وہ لوگ اپنے چند بتوں کے پاس بیٹھے تھے۔“ (۱)

شرعی تعریف: ایک خاص کیفیت سے کسی شخص کا خود کو مسجد میں روک لینا (اعتکاف ہے)۔ (۲)

## اعتکاف کے لیے نیت

ہر عبادت کے لیے نیت ضروری ہے اور چونکہ اعتکاف بھی عبادت ہے لہذا اس کے لیے بھی نیت لازمی ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَّا نَوَىٰ﴾ ”عملوں کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔ اور ہر آدمی کو وہی ملے گا جس کی اس نے نیت کی۔“ (۳)

یاد رہے کہ نیت دل کا فعل ہے زبان کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں لہذا ایسے تمام الفاظ جو اعتکاف کی نیت کے لیے بتلائے جاتے ہیں بدعت ہیں مثلاً ”نَوَيْتُ سُنَّةَ الْإِعْتِكَافِ“ وغیرہ۔

## اعتکاف کا حکم

اعتکاف سنت ہے لیکن اگر کوئی شخص اسے نذر کے ذریعے اپنے اوپر لازم کر لے تو اسے بجالانا واجب ہوگا۔ اعتکاف کے سنت ہونے کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس کو بطور عمل اپنایا اور پھر اس پر مداومت اختیار کی۔ آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی ازواج مطہرات اعتکاف کرتی رہیں۔

(ابن حجر رحمہ اللہ) اعتکاف بالاجماع واجب نہیں ہے الا کہ جو اس کی نذر مان لے اس پر واجب ہے۔ (۴)  
(عبدالرحمن مبارکپوری رحمہ اللہ) اسی کے قائل ہیں۔ (۵)

(شوکانی رحمہ اللہ) جان لو کہ اعتکاف کے واجب نہ ہونے میں کوئی اختلاف نہیں الا کہ کوئی جب اس کی نذر مان لے

(۱) [القاموس المحيط (ص ۷۵۵) المنجد (ص ۵۷۵)] (۲) [سبل السلام (۹۰۹/۲)]

(۳) [بخاری (۱) کتاب بدء الوحي، مسلم (۱۹۰۷) ابو داود (۲۲۰۱) ترمذی (۱۶۴۷) ابن ماجہ (۴۲۲۷)]

(۴) [فتح الباری (۲۷۱/۴)] (۵) [تحفة الأحوذی (۵۸۳/۳)]



(توبہ واجب ہو جاتا ہے)۔ (۱)

(ابن قدامہ رحمہ اللہ) اعتکاف سنت ہے الا کہ اس کی نذر مانی گئی ہو تو پھر اسے پورا کرنا لازم ہوگا۔ (۲)

(ابن منذر رحمہ اللہ) علماء نے کا اجماع کیا ہے کہ اعتکاف لوگوں پر واجب نہیں ہے الا کہ آدمی اسے اپنے نفس پر

خود (نذر کے ذریعے) واجب کر لے تو واجب ہو جاتا ہے۔ (۳)

(نووی رحمہ اللہ) مسلمانوں کا اجماع ہے کہ اعتکاف مستحب ہے واجب نہیں ہے۔ (۴)

(قرطبی رحمہ اللہ) علماء نے اجماع کیا ہے کہ اعتکاف واجب نہیں ہے بلکہ یہ قربتوں میں سے ایک قربت اور نوافل

میں سے ایک نفل ہے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے صحابہ اور آپ کی بیویوں نے عمل کیا ہے۔ اور یہ اس وقت

لازم ہو جاتا ہے جب انسان اسے خود اپنے اوپر (نذر کے ذریعے) لازم کر لے۔ (۵)

(شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ) رمضان میں اعتکاف کرنا سنت ہے۔ (۶)

نذر پوری کرنے کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿يُؤْفُونَ بِالنَّذْرِ﴾ [الدھر: ۷] ”وہ (مومنین)

نذر کو پورا کرتے ہیں۔“

ایک اور آیت میں یہ لفظ ہیں کہ ﴿وَلْيُؤْفُوا نَّذْرَهُمْ﴾ [الحج: ۲۹] ”انہیں چاہیے کہ اپنی

نذریں پوری کریں۔“

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿مَنْ نَذَرَ أَنْ يُطِيعَ اللَّهَ فَلْيُطِعهُ وَ

مَنْ نَذَرَ أَنْ يَعْصِيَهُ فَلَا يَعْصِيَهُ﴾ ”جو شخص اللہ کی اطاعت میں نذر مانتا ہے تو اسے چاہیے کہ اسے پورا کرے

اور جو معصیت کی نذر مانتا ہے وہ نافرمانی نہ کرے۔“ (۷)

لہذا معلوم ہوا کہ اگر اعتکاف کی نذر مان لی جائے تو اسے پورا کرنا واجب ہے۔

ماہ رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف زیادہ موکد ہے

کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مداومت کے لیے ان ایام کو اختیار کیا تھا۔

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَّلَ وَالْآخِرَ مِنْ

رَمَضَانَ حَتَّى تَوْفَاهُ اللَّهُ ثُمَّ اعْتَكَفَ أَرْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ﴾ ”نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرے کا

(۱) [نبیل الأوطار (۲۰۰/۳)] (۲) [المعنی لابن قدامة (۴/۴۵۶)]

(۳) [الجماع لابن المنذر (ص ۴۷)] (۴) [شرح مسلم للنووی (۴/۳۲۴)]

(۵) [تفسیر قرطبی (۳۳۱/۲)] (۶) [فتاویٰ اسلامیة (۱۶۳/۲)]

(۷) [بخاری (۶۶۹۶) کتاب الأیمان والنذور: باب النذر فی الطاعة، موطا (۴۷۶/۲) احمد (۳۶/۶) ابو

داود (۳۲۸۹) ترمذی (۱۵۲۶) نسائی (۱۷/۷) ابن ماجہ (۲۱۲۶) بیہقی (۶۸/۱۰)]

- اعتکاف کرتے حتیٰ کہ آپ ﷺ وفات پا گئے پھر آپ ﷺ کی بیویاں اعتکاف کرتیں۔“ (۱)
- (۲) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ﴿كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَّلَ وَالْآخِرَ مِنْ رَمَضَانَ﴾ ”رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف کیا کرتے تھے۔“ (۲)
- (۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَّلَ وَالْآخِرَ مِنْ رَمَضَانَ ، فَلَمْ يَعْتَكِفْ عَامًا فَلَمَّا كَانَ فِي الْعَامِ الْمُقْبِلِ اعْتَكَفَ عِشْرِينَ﴾ ”نبی کریم ﷺ رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف کرتے تھے۔ ایک سال آپ ﷺ اعتکاف نہ کر سکے تو اگلے سال آپ نے بیس دنوں کا اعتکاف کیا۔“ (۳)

(نووی رحمہ اللہ) مسلمانوں کا اجماع ہے کہ اعتکاف ماہ رمضان کے آخری عشرے میں زیادہ مؤکد ہے۔ (۴)

اعتکاف مساجد میں کسی بھی وقت درست ہے

کیونکہ شارع ﷺ نے اسے کسی معین وقت کے ساتھ خاص نہیں کیا اور ایک حدیث میں ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿أَنَّ عُمَرَ سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ كُنْتُ نَذَرْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَنْ اعْتَكِفَ لَيْلَةً فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ قَالَ : أَوْفِ بِنَذْرِكَ﴾ ”حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے دریافت کرنے کی غرض سے کہا کہ میں نے جاہلیت میں نظر مانی تھی کہ میں مسجد حرام میں ایک رات اعتکاف کروں گا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم اپنی نذر پوری کرو۔“ (۵)

ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے ماہ شوال میں اعتکاف کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ﴿... فَتَرَكَ الْإِعْتِكَافَ ذَلِكَ الشَّهْرَ ثُمَّ اعْتَكَفَ عَشْرًا مِنْ شَوَّالٍ﴾ ”آپ ﷺ نے اس ماہ (یعنی رمضان) کا اعتکاف چھوڑ دیا اور شوال کے عشرے کا اعتکاف کیا۔“ (۶)

(البانی رحمہ اللہ) اعتکاف رمضان میں اور اس کے علاوہ سال کے تمام ایام میں مسنون ہے۔ (۷)

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) اعتکاف کسی بھی وقت جائز ہے لیکن رمضان کے آخری عشرے میں افضل ہے۔ (۸)

(۱) [بخاری (۲۰۲۶) کتاب الاعتکاف: باب الاعتکاف فی العشر الأواخر، مسلم (۱۱۷۲)]

(۲) [بخاری (۲۰۲۵) کتاب الاعتکاف: باب الاعتکاف فی العشر الأواخر، مسلم (۱۱۷۱)]

(۳) [صحیح: هداية الرواة (۳۵۹/۲) ابو داود (۲۴۶۳) كتاب الصوم: باب الاعتکاف، ترمذی (۸۰۳)]

(۴) [شرح مسلم للنووی (۳۲۴/۴)]

(۵) [بخاری (۲۰۳۲) کتاب الاعتکاف: باب الاعتکاف لیلًا، مسلم (۱۶۵۶) ترمذی (۱۵۳۹) (۷۶۱/۱۰)]

(۶) [بخاری (۲۰۳۳) کتاب الاعتکاف: باب اعتکاف النساء، مسلم (۱۱۷۳) ابو داود (۲۴۶۴) (۳۲۲/۴)]

(۷) [قیام رمضان (ص ۳۴۱)] (۸) [فتاویٰ اللجنة الدائمة (۴۱۰/۱۰)]

## اعتکاف کے لیے روزہ شرط نہیں

جیسا کہ گزشتہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث اس پر شاہد ہے کیونکہ رات کو روزہ نہیں رکھا جاتا۔

(شافعی، احمد، ابن قدامہ) اسی کے قائل ہیں۔

اگرچہ کچھ علماء اعتکاف کے لیے روزے کو شرط قرار دیتے ہیں لیکن قابل ترجیح رائے یہی ہے کہ روزے کے بغیر اعتکاف جائز ہے لیکن روزے کے ساتھ افضل ہے۔ (۳)

(شوکانی رحمۃ اللہ علیہ) انہوں نے بھی اسی رائے کو ترجیح دی ہے۔ (۴)

(صدیق حسن خان رحمۃ اللہ علیہ) اسی کے قائل ہیں۔ (۵)

(سید سابق رحمۃ اللہ علیہ) اعتکاف کرنے والا اگر روزہ رکھ لے تو اس کے لیے بہتر ہے لیکن اگر روزہ نہ رکھے تو اس پر کوئی گناہ نہیں (مراد یہ ہے کہ اعتکاف کے لیے روزہ ضروری نہیں لیکن اگر رمضان میں اعتکاف کیا ہے تو پھر لازماً فرض روزے رکھنے ہی پڑیں گے)۔ (۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی جس روایت میں یہ لفظ ہے ﴿وَلَا اعْتِكَافَ إِلَّا بِصَوْمٍ﴾ ”روزے کے بغیر کوئی اعتکاف نہیں“ (۷) علماء کے نزدیک زیادہ مناسب بات یہ ہے کہ یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر موقوف ہے۔ (۸)

اعتکاف صرف مساجد میں ہی کیا جاسکتا ہے

(۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ﴾ [البقرة: ۱۸۷] ”اور تم مساجد میں اعتکاف کرنے والے ہو۔“ اس آیت میں اعتکاف کے لیے صرف مساجد کا ہی ذکر کیا گیا ہے۔

(۲) نبی کریم ﷺ کا بھی یہی معمول تھا جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿أَنهَا كَانَتْ تَرْجُلُ النَّبِيَّ ﷺ وَهِيَ حَائِضٌ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ فِي الْمَسْجِدِ﴾ ”وہ ایام ماہواری میں رسول اللہ ﷺ کی ماگ نکالا کرتی تھیں اور آپ ﷺ مسجد میں اعتکاف بیٹھے ہوتے۔“ (۹)

(۳) حضرت نافع بیان کرتے ہیں کہ ﴿وَقَدْ أَرَانِي عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ الْمَكَانَ الَّذِي كَانَ رَسُولُ

(۱) [الأم (۱۴۸/۲) الحاوی (۴۸۶/۳) الهدایة (۱۳۲/۱) المبسوط (۱۱۰/۳) کما فی نیل الأوطار (۲۰۰/۳)]

(۳) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: الباب فی علوم الكتاب ”تفسیر القرآن“ (۳۱۹/۳)]

(۴) [نیل الأوطار (۲۰۰/۳)] (۵) [الروضة الندية (۰۷۳/۱)] (۶) [فقه السنة (۴۱۸/۱)]

(۷) [حسن صحیح: صحیح أبو داود (۲۱۶۰) کتاب الصیام: باب المعتکف یعود المریض، أبو داود (۲۴۷۳)]

(۸) [الروضة الندية (۰۷۲/۱)]

(۹) [بخاری (۲۰۲۹، ۴۶) کتاب الاعتکاف: باب المعتکف یدخل رأسه البیت للغسل، مسلم (۲۹۷)

ابو داود (۲۴۶۸) ابن ماجہ (۱۷۷۶) أحمد (۸۱/۶) ابن خزيمة (۲۲۳۱) ابن حبان (۳۶۶۹)]

اللَّهُ ﷻ يَعْتَكِفُ فِيهِ فِي الْمَسْجِدِ ﴿﴾ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے مجھے مسجد کی وہ جگہ دکھائی جہاں رسول اللہ ﷺ اعتکاف کرتے تھے۔“ (۱)

(قرطبی رحمہ اللہ) علمائے اجماع کیا ہے کہ اعتکاف صرف مسجد میں ہی ہوتا ہے۔ (۲)  
کیا اعتکاف کے لیے کسی مسجد کی تخصیص ہے یا تمام مساجد میں درست ہے؟

اس مسئلے میں اہل علم کے مابین اختلاف ہے:

(امام زہری رحمہ اللہ) اعتکاف جامع مسجد میں جائز ہے۔ (۳)

(ابو حنیفہ رحمہ اللہ) صرف اُس مسجد میں اعتکاف جائز ہے جہاں امام اور مؤذن مقرر ہو۔ علاوہ ازیں خواتین گھر میں نماز کی جگہ بھی اعتکاف کر سکتی ہیں۔

(شافعی، احمد رحمہ اللہ) اعتکاف تمام مساجد میں جائز ہے لیکن جامع مسجد میں افضل ہے۔

(ابن قدامہ رحمہ اللہ) مردوں کے لیے اعتکاف صرف اس مسجد میں درست ہے جس میں جماعت ہوتی ہو کیونکہ ان پر باجماعت نماز ادا کرنا فرض ہے جبکہ عورتوں پر کسی بھی مسجد میں درست ہے کیونکہ ان پر باجماعت نماز فرض نہیں۔

(ابن حجر رحمہ اللہ) علماء کا اتفاق ہے کہ اعتکاف کے لیے مسجد شرط ہے (سوائے محمد بن عمر بن لہبابہ مالکی کے، اس نے ہر جگہ اعتکاف جائز قرار دیا ہے)۔

(جمہور) اعتکاف تمام مساجد میں جائز ہے۔ (۴)

(راجح) جمہور کا موقف راجح ہے۔

(بخاری) تمام مساجد میں اعتکاف درست ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿وَلَا تَبْأَشِرُوا هُنَّ وَأَنْتُمْ

غُكْفُونَ فِي الْمَسْجِدِ﴾ [البقرة: ۱۸۷] ”عورتوں سے اس وقت مباشرت مت کرو جبکہ تم مسجدوں

میں اعتکاف میں ہو۔“ (۵)

خواتین بھی اعتکاف بیٹھ سکتی ہیں

جیسا کہ صحیح احادیث سے یہ بات ثابت ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ

(۱) [صحیح: صحیح أبو داود (۲۱۵۴) کتاب الصوم: باب أين يكون الاعتكاف، أبو داود (۲۴۶۵) ابن ماجہ (۱۷۷۳) أحمد (۶۲/۳)]

(۲) [تفسیر الرازی (۱۹۷/۵)] (۳) [أيضا]

(۴) [نیل الأوطار (۲۵۵/۳) فتح الباری (۸۰۶/۴) اللباب فی علوم (۳۱۹/۳) المغنی لابن قدامة (۴۶۱/۴)]

(۵) [بخاری (قبل الحدیث ۲۰۲۵) کتاب الاعتکاف: باب الاعتکاف فی العشر الأواخر]

كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَّلَ مِنْ رَمَضَانَ حَتَّى تَوَفَّاهُ اللَّهُ ثُمَّ اعْتَكَفَ أَزْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ ﴿”نبی کریم ﷺ رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف کرتے تھے حتیٰ کہ آپ ﷺ وفات پا گئے پھر آپ ﷺ کی بیویاں اعتکاف کرتیں۔“ (۱)

(ابن قدامہ رحمہ اللہ) خواتین کا اعتکاف بیٹھنا درست ہے۔ (۲)

خواتین بھی مساجد میں ہی اعتکاف کریں گی

کیونکہ ان کے لیے اعتکاف کے متعلق کوئی الگ حکم شریعت میں موجود نہیں۔ اور کسی حدیث سے ثابت نہیں کہ عہد رسالت میں عورتوں نے گھروں میں اعتکاف کیا ہو۔  
(شافعی، احمد رحمہما اللہ) یہی موقف رکھتے ہیں۔

(ابو حنیفہ، ثوری رحمہما اللہ) عورت اپنے گھر کی نماز کے لیے مخصوص جگہ میں اعتکاف کرے یہی اس کے لیے افضل ہے کیونکہ عورت کی نماز گھر میں ہی افضل ہے (نیز امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے کہا جماعت والی مسجد میں عورت کے لیے اعتکاف کرنا صحیح نہیں)۔ (۳)

(راجح) پہلا موقف ہی زیادہ راجح ہے کیونکہ قرآن میں اعتکاف کے لیے مساجد کا ہی ذکر کیا گیا ہے۔  
(ابن قدامہ رحمہ اللہ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔ (۴)

خواتین کے لیے شوہر کی اجازت کے بغیر اعتکاف کا حکم

(ابن قدامہ رحمہ اللہ) بیوی کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر اعتکاف بیٹھے اور نہ ہی کسی غلام کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے مالک کی اجازت کے بغیر اعتکاف بیٹھے۔ (۵)  
آخری عشرے میں عبادات کے لیے زیادہ محنت کرنی چاہیے

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا دَخَلَ الْعَشْرَ (أَيَّ الْعَشْرِ الْأَخِيرَةِ مِنْ رَمَضَانَ) شَدَّ مِئْزَرَهُ وَ أَحْيَا لَيْلَهُ وَ أَيْقَطَ أَهْلَهُ﴾ ”جب رمضان کا آخری دہاکہ شروع ہو جاتا تو رسول اللہ ﷺ اپنی کمر کس لیتے رات بھر جاگتے رہتے اور اپنی بیویوں کو بھی جاگاتے۔“ (۶)

(۱) [بخاری (۲۰۲۶) کتاب الاعتکاف: باب الاعتکاف فی العشر الأواخر، مسلم (۱۱۷۲) أبو داود

(۲) [ترمذی (۷۹۰) أحمد (۹۲/۶) عبد الرزاق (۷۶۸۲) ابن خزيمة (۲۲۲۳) ابن حبان (۳۶۶۵)]

(۳) [المغنی (۴۶۴/۴)] (۴) [المغنی (۴۶۴/۴)]

(۴) [أيضاً] (۵) [المغنی لابن قدامة (۴۸۵/۴)]

(۶) [بخاری (۲۰۲۴) کتاب فضل لیلۃ القدر: باب العمل فی العشر الأواخر من رمضان، مسلم (۱۱۷۴)

أبو داود (۱۳۷۶) نسائی (۲۱۷/۳) ابن ماجہ (۱۷۶۸) أحمد (۴۰۶) حمیدی (۱۸۷)]

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَجْتَهِدُ فِي الْعَشْرِ الْوَاخِرِ مَا لَا يَجْتَهِدُ فِي غَيْرِهِ﴾ ”نبی ﷺ آخری عشرے میں اتنی محنت کرتے کہ جتنی دوسرے دنوں میں نہ کرتے۔“ (۱)

اعتکاف کرنے والا معتکف میں کب داخل ہو؟

بیس (20) رمضان المبارک کی شام کو اعتکاف کرنے والا مسجد میں پہنچ جائے اور اگلے روز صبح فجر کے بعد اعتکاف کی جگہ میں داخل ہو جائے۔ جمہور علماء اور ائمہ اربعہ اسی کے قائل ہیں۔ (۲)

اور اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

- (1) رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف کرتے۔ (۳)
- (2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَتَعْتَكِفَ صَلَّى الْفَجْرَ ثُمَّ دَخَلَ مُعْتَكِفَهُ﴾ ”نبی ﷺ جب اعتکاف کا ارادہ فرماتے تو نماز فجر ادا فرما کر اپنی اعتکاف کی جگہ میں داخل ہو جاتے۔“ (۴)

اعتکاف بیٹھنے والا کسی سخت حاجت کے وقت ہی باہر نکل سکتا ہے

- (1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کے متعلق بیان کرتی ہیں کہ ﴿كَانَ لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ إِلَّا لِحَاجَةٍ إِذَا كَانَ مُعْتَكِفًا﴾ ”آپ ﷺ جب اعتکاف میں بیٹھے ہوتے تو کسی (سخت) حاجت کے بغیر گھر میں داخل نہ ہوتے۔“ (۵)

- (2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اعتکاف کرنے والے پر یہ سنت ہے کہ ﴿لَا يَخْرُجُ لِحَاجَةٍ إِلَّا لِمَا لَا بُدَّ لَهُ مِنْهُ﴾ ”سوائے کسی ضروری حاجت کے مسجد سے نہ نکلے۔“ (۶)

- (3) حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ﴿أَنَّهَا جَاءَتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ تَوَزُّرُهُ فِي اعْتِكَافِهِ فِي الْمَسْجِدِ... إِنَّ الشَّيْطَانَ يَسْلُغُ مِنَ الْإِنْسَانِ مَبْلَغَ الدَّمِّ...﴾ ”وہ رمضان کے آخری عشرے میں جب رسول اللہ ﷺ اعتکاف میں بیٹھے ہوئے تھے آپ ﷺ سے ملنے کے لیے مسجد میں آئیں۔ کچھ دیر تک آپ ﷺ

(۱) [صحیح: صحیح ابن ماجہ (۱۴۳۰) کتاب الصوم، الصحیحہ (۲۱۲۳) ابن ماجہ (۱۷۶۷)]

(۲) [تحفة الأحوذی (۵۸۴۱۳) فیض القدیر (۹۶/۱۵) فتح الباری (۳۲۳/۴)]

(۳) [بخاری (۴۹۹۸) کتاب فضائل القرآن: باب کان جبرئیل یرعرض القرآن علی النبی، ترمذی (۷۹۰)]

(۴) [ترمذی (۷۹۱) کتاب الصوم: باب ماجاء فی الاعتکاف، بخاری (۲۰۳۳) مسلم (۱۱۷۲)]

(۵) [بخاری (۲۰۲۹) کتاب الاعتکاف: باب لا یدخل البیت إلا لحاجة، مسلم (۲۹۷) أبو داود (۲۴۶۸)]

(۶) [حسن صحیح: صحیح أبو داود (۲۱۶۰) کتاب الصوم، أبو داود (۲۴۷۳) بیہقی (۳۲۱/۴)]

سے باتیں کیں پھر واپس جانے کے لیے کھڑی ہوئیں۔ نبی کریم ﷺ بھی انہیں (گھر) چھوڑنے کے لیے کھڑے ہوئے۔ جب وہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے دروازے کے قریب والے مسجد کے دروازے پر پہنچیں تو دو انصاری آدمی ادھر سے گزرے اور نبی کریم ﷺ کو سلام کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کچھ سوچنے کی ضرورت نہیں یہ میری بیوی صفیہ بنت جحی ہیں۔ انہوں نے کہا سبحان اللہ! اے اللہ کے رسول! (گویا) ان پر آپ ﷺ کا یہ جملہ نہایت گراں گزرا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: شیطان خون کی مانند جسم میں دوڑتا ہے۔ مجھے یہ خوف لاحق ہوا کہ کہیں تمہارے دلوں میں وہ کوئی بدگمانی نہ ڈال جائے۔“ (۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اعتکاف بیٹھنے والا کسی ضروری کام کے لیے اعتکاف کی جگہ سے نکل سکتا ہے اور اسی طرح اگر کوئی بند و بست نہ ہو سکے تو انسان اپنی استعمال کی ضروری اشیاء بھی گھر سے لاسکتا ہے۔  
(قرطبی رحمہ اللہ) اعتکاف کرنے والے کے لیے جائز نہیں کہ وہ اعتکاف کی جگہ سے باہر نکلے۔ ہاں اگر کوئی سخت ضرورت ہو تو نکل سکتا ہے۔ (۲)

(ابن منذر رحمہ اللہ) اعتکاف کرنے والا اعتکاف کی جگہ سے کسی سخت حاجت کی وجہ سے ہی نکل سکتا ہے اور وہ حاجت وہ ہے جس کے لیے رسول اللہ ﷺ نکلے تھے (یعنی اپنی بیوی صفیہ رضی اللہ عنہا کو گھر چھوڑنے کے لیے)۔ (۳)  
(ابن کثیر رحمہ اللہ) اگر کوئی اعتکاف بیٹھنے والا کسی سخت حاجت کے لیے اپنے گھر جائے تو وہاں صرف اتنی دیر ہی ٹھہرے جتنی دیر اسے وہاں وہ سخت کام ہے۔ (۴)

(ابن قدامہ رحمہ اللہ) اعتکاف کرنے والے کے لیے مسجد سے نکلنا جائز نہیں الا کہ کوئی اس قدر سخت ضرورت پیش آجائے جس کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو۔ (۵)

### اعتکاف کی کم از کم مدت

اعتکاف کی کم از کم کوئی مدت متعین نہیں۔ (۶) امام شوکانی رحمہ اللہ اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔ (۷) جبکہ کچھ ائمہ کی یہ رائے ہے کہ اعتکاف کی کم از کم مدت ایک دن اور ایک رات ہے۔ (۸)

اعتکاف کی جگہ میں چار پائی اولاد بستر بھی رکھا جاسکتا ہے

جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ﴿أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا اعْتَكَفَ طَرِحَ لَهُ فِرَاشُهُ

(۱) [بخاری (۲۰۳۸'۲۰۳۵) کتاب الاعتکاف: باب هل يخرج المعتكف لحواحجه إلى باب المسجد مسلم (۲۱۷۵)]

(۲) [تفسیر قرطبی (۳۳۳/۲)] (۳) [أيضاً] (۴) [تفسیر ابن کثیر (۴۵۹/۱)]

(۵) [المغنی لابن قدامة (۴۶۵/۴)] (۶) [اللباب فی علوم الكتاب (۳۲۰/۳)]

(۷) [السبل الحرار (۱۳۶/۲)] (۸) [تفسیر قرطبی (۳۳۱/۲)]

أَوْ يُوَضَّعُ لَهُ سَرِيرُهُ وَرَاءَ أُسْطُوَانَةِ التَّوْبَةِ ﴿نبی کریم ﷺ جب اعتکاف کرتے تو آپ ﷺ کے لیے اسطوانہ توبہ کے پیچھے آپ کا بستر بچھا دیا جاتا یا (راوی کو شک ہے کہ انہوں نے یہ کہا کہ) آپ ﷺ کے لیے وہاں آپ کی چارپائی رکھ دی جاتی۔“ (۱)

(شوکانی رحمۃ اللہ علیہ) اس حدیث میں یہ ثبوت موجود ہے کہ مسجد میں اعتکاف کی جگہ میں چارپائی اور بستر رکھنا جائز ہے۔ (۲)

دوران اعتکاف معتکف کے لیے کیا مستحب ہے؟

اعتکاف کے دوران اعتکاف بیٹھنے والے کو چاہیے کہ نفل و نوافل میں مشغول رہے، قرآن کی تلاوت کرنے اللہ کا ذکر کرے اور اسی طرح کی دیگر عبادات سرانجام دے۔ عبث و فضول گفتگو اور لالچنی کاموں سے اجتناب کرے اور زیادہ باتیں نہ کرے۔ حدیث نبوی میں ہے کہ ﴿مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ﴾ ”آدمی کے اسلام کی خوبی سے ہے کہ وہ فضول و لالچنی کاموں کو چھوڑ دے۔“ (۳)

نیز اسے چاہیے کہ لڑائی، جھگڑے اور فحش کاموں سے بچے کیونکہ یہ کام تو عام حالت میں بھی مناسب نہیں چر جائیکہ انہیں دوران اعتکاف اختیار کیا جائے۔

(ابن قدامہ) اعتکاف کرنے والے کے لیے مستحب ہے کہ وہ نماز، تلاوت قرآن اور ذکر الہی میں مشغول رہے۔ مزید فرماتے ہیں کہ قرآن پڑھانا، علم سکھانا، فقہاء سے مناظرہ کرنا، ان کی مجلس اختیار کرنا، حدیث لکھنا اور اس جیسے دیگر ایسے کام جن کا نفع دوسروں تک پہنچتا ہو (دوران اعتکاف) ہمارے اکثر اصحاب کے نزدیک مستحب نہیں ہیں۔ اور یہی امام احمد کے کلام کا ظاہر ہے۔ (۴)

بیوی کا مسجد میں آنا، شوہر کے سر میں کنگھی کرنا

اور اس کا سر دھونا درست ہے جیسا کہ دلائل حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی زیارت کے لیے مسجد میں تشریف لائیں۔ (۵)

(۱) [ابن ماجہ (۱۷۷۴) کتاب الصیام: باب فی المعتکف یلزم مکانا من المسجد، ابن خزیمہ (۲۳۳۶)]

حافظ بصری نے اسے صحیح کہا ہے۔ [السروائد (۲۴۳/۲) امام شوکانی فرماتے ہیں کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔] نیسل

الأوطار (۲۵۲/۳) شیخ البانی نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابن ماجہ (۳۹۲)]

(۲) [نیل الأوطار (۲۵۲/۳)]

(۳) [صحیح: صحیح ترمذی (۱۸۸۶) شرح العقیدة الواسطیة (۲۶۸)، (۳۴۵)]

(۴) [المغنی (۴۷۹/۴-۴۸۰)]

(۵) [بخاری (۲۰۳۸) کتاب الاعتکاف: باب زیارة المرأة زوجها فی اعتکافہ]



(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ﴿وَإِنْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِيَدْخُلَ عَلَيَّ رَأْسَهُ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَأَرْجُلُهُ﴾ ”رسول اللہ ﷺ (دوران اعتکاف) مسجد سے اپنا سر میری طرف حجرے کے اندر رکھ دیتے۔ اور میں اس میں کنگھی کر دیتی۔“ (۱)

(3) ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں ﴿وَكَانَ يَخْرُجُ رَأْسَهُ مِنَ الْمَسْجِدِ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ فَأَغْسَلَهُ وَأَنَا حَائِضٌ﴾ ”آپ ﷺ اعتکاف کی حالت میں اپنا سر مسجد سے نکالتے اور میں اسے دھوتی حالانکہ میں حائضہ ہوتی۔“ (۲)

اعتکاف کرنے والا بغیر شہوت کے بیوی کو چھوس سکتا ہے

جیسا کہ گذشتہ احادیث اس کا واضح ثبوت ہیں۔

اعتکاف کرنے والے کے لیے مسجد میں کھانا جائز ہے

کیونکہ اس سے ممانعت کی کوئی دلیل موجود نہیں اور اس کے بغیر اس کے لیے کوئی چارہ نہیں۔

(ابن قدامہ رحمہ اللہ) اعتکاف بیٹھنے والے کے لیے مسجد میں کھانے میں کوئی قباحت نہیں۔ (۳)

(سید سابق رحمہ اللہ) اعتکاف کرنے والے کے لیے مسجد میں کھانا پینا اور سونا جائز ہے۔ (۴)

کیا استحاضہ کی بیماری میں مبتلا خواتین اعتکاف بیٹھ سکتی ہے؟

ایسی عورت کے لیے اعتکاف بیٹھنا درست ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿اعْتَكَفْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ امْرَأَةً مِنْ أَزْوَاجِهِ مُسْتَحَاضَةً فَكَانَتْ تَرَى الْحُمْرَةَ وَالصُّفْرَةَ قَرِيبًا وَضَعْنَا الطُّسْتُ تَحْتَهَا وَهِيَ تَصَلِّي﴾ ”رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کی بیویوں میں سے ایک خاتون (حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا) نے ’جو کہ مستحاضہ تھیں‘ اعتکاف کیا۔ وہ سرخی اور زردی (یعنی استحاضہ کا خون) دیکھتی تھیں۔ اکثر ہم کوئی برتن ان کے نیچے رکھ دیتے اور وہ نماز پڑھتی رہتیں۔“ (۵)

(ابن قدامہ رحمہ اللہ) استحاضہ کی بیماری اعتکاف کو نہیں روک سکتی کیونکہ یہ نہ تو نماز کو روکتی ہے اور نہ ہی طواف کو (یعنی استحاضہ والی عورت نماز بھی پڑھ سکتی ہے اور طواف بھی کر سکتی ہے لہذا اس کے لیے اعتکاف بیٹھنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ (۶)

(۱) [بخاری (۲۰۲۹) کتاب الاعتکاف: باب يدخل البيت لإلحاجة مسلم (۲۹۷) ابو داود (۲۴۶۸)]

(۲) [بخاری (۲۰۳۱) کتاب الاعتکاف: باب غسل المعتكف] (۳) [المغنی لابن قدامة (۴۸۳/۴)]

(۴) [فقه السنة (۴۲۱/۱)] (۵) [بخاری (۲۰۳۷) کتاب الاعتکاف]

(۶) [المغنی لابن قدامة (۴۸۸/۴)]

اعتکاف کے لیے مسجد میں خیمہ لگانا درست ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ﴿كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَغْتَكِفُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَّلِ مِنْ رَمَضَانَ فَكُنْتُ أَضْرِبُ لَهُ خِيَاءَ فَيُصَلِّي الصُّبْحَ ثُمَّ يَدْخُلُهُ﴾ ”نبی کریم ﷺ رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف کیا کرتے تھے۔ میں آپ کے لیے (مسجد میں) ایک خیمہ لگا دیتی۔ اور آپ ﷺ صبح کی نماز ادا کر کے اس میں داخل ہو جاتے تھے۔“ (۱)

دوران اعتکاف ممنوع افعال

① کباہت کا ارتکاب:

(قرطبی رحمہ اللہ) اگر اعتکاف کرنے والا کسی کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرے گا تو اس کا اعتکاف باطل ہو جائے گا کیونکہ کبیرہ گناہ عبادت کی ضد ہے جیسا کہ حدیث طہارت اور نماز کی ضد ہے۔ (۲)

② جماع و ہم بستری کرنا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَلَا تَبَاسِطِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ عَلَيْهِنَّ فِي الْمَسْجِدِ﴾ [البقرہ: ۱۸۷] ”تم ایسی حالت میں مباشرت نہ کرو کہ تم مسجدوں میں اعتکاف کرنے والے ہو۔“

(قرطبی رحمہ اللہ) علماء نے اجماع کیا ہے کہ جس نے اعتکاف کی جگہ میں جان بوجھ کر اپنی بیوی سے اس کی شرمگاہ میں جماع و ہم بستری کی اس کا اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔

مزید فرماتے ہیں کہ ابو عمر نے کہا ”علماء کا اس پر بھی اجماع ہے کہ اعتکاف کرنے والا نہ تو مباشرت کر سکتا ہے اور نہ ہی بوسہ لے سکتا ہے۔“ (۳)

(ابن کثیر رحمہ اللہ) یہ امر علماء کے ہاں متفق علیہ ہے کہ جب تک اعتکاف بیٹھے والا مقام اعتکاف میں ہے اس پر عورتیں حرام ہیں (یعنی عورتوں سے ہم بستری یا ان کا بوسہ لینا وغیرہ)۔ (۴)

(ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ) دوران اعتکاف جماع کرنا کبیرہ گناہ ہے۔ (۵)

③ بغیر ضرورت کے مسجد سے باہر نکلنا:

جیسا کہ گذشتہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں ہے کہ ﴿وَلَا يَخْرُجُ لِحَاجَةٍ إِلَّا لِمَا لَا بُدَّ مِنْهُ﴾ ”اعتکاف کرنے والا کسی ضرورت کے لیے (مسجد سے) باہر نہ نکلے الا کہ جس کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو۔“ (۶)

(۱) [بخاری (۲۰۳۳) کتاب الاعتکاف: باب اعتکاف النساء، مسلم (۱۱۷۳) ابو داؤد (۲۴۶۴)]

(۲) [تفسیر قرطبی (۲۲۴/۲)] (۳) [تفسیر قرطبی (۳۳۰/۲)]

(۴) [تفسیر ابن کثیر (۴۵۹/۱)]

(۵) [الزواجر لابن حجر الہیثمی (۴۳۷/۱)] (۶) [ابو داؤد (۲۴۷۳)]

(ابن قدامہ رحمہ اللہ) اگر جان بوجھ کر بغیر کسی سخت ضرورت کے مسجد سے باہر نکلے گا تو اعتکاف باطل ہو جائے گا الا کہ اس نے شرط لگائی ہو یا بھول جائے۔ (۱)

④ مریض کی عیادت، جنازے میں شرکت اور بیوی سے مباشرت:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ﴿السُّنَّةُ عَلَى الْمُعْتَكِفِ: أَلَّا يُعَوِّدَ مَرِيضًا وَلَا يَشْهَدَ جَنَازَةً وَلَا يَمَسَّ امْرَأَةً وَلَا يُبَاشِرُهَا﴾ ”اعتکاف کرنے والے کے لیے سنت ہے کہ وہ نہ کسی مریض کی عیادت کرے نہ جنازے میں شرکت کرے نہ عورت کو چھوئے اور نہ ہی اس سے مباشرت کرے۔“ (۲)

(ابن کثیر رحمہ اللہ) اعتکاف بیٹھنے والا مریض کی عیادت کے لیے نہ نکلے لیکن راہ گزارتے ہوئے اسے پوچھ سکتا ہے۔ (۳)

⑤ عورت کا ایام ماہواری میں اعتکاف:

کیونکہ حائضہ عورت کے لیے مسجد میں ٹھہرنا جائز نہیں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿إِنِّي لَا أُحِلُّ الْمَسْجِدَ لِحَائِضٍ وَلَا جُنُبٍ﴾ ”بیٹھک میں حائضہ اور جنبی کے لیے مسجد حلال نہیں کرتا۔“ (۴)

(ابن قدامہ رحمہ اللہ) اس لیے عورت کو ایام ماہواری کی ابتداء ہوتے ہی مسجد سے نکل جانا چاہیے۔ (۵)

⑥ شوہر کی اجازت کے بغیر اعتکاف:

(ابن قدامہ رحمہ اللہ) عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر اعتکاف نہ کرے اور نہ ہی کوئی مملوک (غلام لوٹڈی وغیرہ) اپنے مالک کی اجازت کے بغیر اعتکاف کرے۔ (۶)

اعتکاف باطل کر دینے والے افعال

① دین اسلام سے مرتد ہو جانا:

کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿لَإِنَّ أَشْرَكَتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ﴾ [الزمر: ۶۵] ”(اے محمد!) اگر تم بھی شرک کرو گے تو ضرور تمہارے اعمال برباد ہو جائیں گے۔“

(۱) [المغنی (۴/۴۷۲)]

(۲) [حسن صحیح: صحیح أبو داود (۲۱۶۰) کتاب الصوم: باب المعتكف يعود المريض، أبو داود (۲۴۷۳)]

(۳) [تفسیر ابن کثیر (۴/۴۵۹)]

(۴) [ضعیف: ضعیف أبو داود (۴۰) کتاب الطہارۃ: باب فی الحنب یدخل المسجد، إرواء الغلیل (۱۹۳) أبو داود (۲۳۲) بیہقی (۴۴۲/۲)]

[شیخ حازم علی قاضی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ [التعلیق علی سبل السلام (۲۰۱/۱) امام ابن خزیمہ نے بھی اسے صحیح کہا ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر نے نقل فرمایا ہے۔ [بلوغ المرام (۱۱۱)]]

(۵) [المغنی لابن قدامة (۴/۴۸۷)]

(۶) [المغنی لابن قدامة (۴/۴۸۵)]

(ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ) اگر اعتکاف بیٹھنے والا مرتد ہو جائے تو اس کا اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ (۱)

② کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرنا:

جیسا کہ ابھی پیچھے امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کی اس ضمن میں وضاحت گزری ہے۔

③ مباشرت وہم بستری کرنا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ”تم ایسی حالت میں مباشرت نہ کرو کہ تم مسجدوں میں اعتکاف کرنے والے ہو۔“

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ

﴿ إِذَا جَامَعَ الْمُعْتَكِفُ بَطَلًا اِعْتِكَافُهُ وَاسْتَأْنَفَ ﴾ ”جب اعتکاف بیٹھنے والا ہم بستری کر بیٹھے تو

اس کا اعتکاف باطل ہو گیا اور وہ دوبارہ اعتکاف بیٹھے۔“ (۲)

لیکن ایسے شخص پر کوئی کفارہ نہیں ہے کیونکہ اس کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے کچھ مروی نہیں۔

(ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ) جس نے ہم بستری کر لی اس کا اعتکاف فاسد ہو گیا۔ (۳)

④ بغیر ضرورت کے مسجد سے باہر جانا:

(ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ) اگر اعتکاف بیٹھنے والا کسی ایسے کام کے لیے مسجد سے باہر نکلا جس کے بغیر گزارہ ممکن تھا تو اس

کا اعتکاف باطل ہو جائے گا خواہ وہ کچھ ہی دیر کے لیے نکلے۔

(ابو حنیفہ، مالک، شافعی رحمۃ اللہ علیہم) اسی کے قائل ہیں۔ (۴)

(سید سابق رحمۃ اللہ علیہ) بغیر ضرورت کے عدا مسجد سے باہر نکلنے سے اعتکاف باطل ہو جاتا ہے اگرچہ کوئی کچھ

دیر کے لیے ہی مسجد سے نکلے۔ کیونکہ اس طرح مسجد میں ٹھہراؤ ختم ہو جاتا ہے اور یہ اعتکاف کے ارکان میں

سے ایک رکن ہے۔ (۵)

□ امام ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

اعتکاف بیٹھنے والے کے لیے مسجد کی چھت پر چڑھنا جائز ہے کیونکہ وہ مسجد کا ہی حصہ ہے۔

(ابو حنیفہ، شافعی، مالک رحمۃ اللہ علیہم) اسی کے قائل ہیں۔ (۶)

(۱) [المغنی لابن قدامة (۴/۴۷۶)]

(۲) [صحیح: قیام رمضان (ص ۴۱/ص) ابن ابی شیبہ (۳/۹۲)]

(۳) [المغنی لابن قدامة (۴/۴۷۳)]

(۴) [المغنی لابن قدامة (۴/۴۶۹)]

(۵) [فقہ السنة (۱/۴۲۱)]

(۶) [المغنی لابن قدامة (۴/۴۷۲)]

## شب قدر کا بیان

## باب ليلة القدر

## شب قدر کی فضیلت

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ۚ تَنزِيلُ الْمَلَكِ وَ الرُّوحِ فِيهَا يُأْتِيَنَّ رَجُلًا مِّنْ كُلِّ أُمَّةٍ ۚ سَلَّمَ هِيَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝﴾ [القدر: ۳-۵] ”شب قدر کی عبادت ایک ہزار مہینوں (کی عبادت) سے بہتر ہے۔ اس (میں ہر کام) سرانجام دینے کو اپنے رب کے حکم سے فرشتے اور روح (جبرئیل علیہ السلام) اترتے ہیں۔ یہ رات سراسر سلامتی کی ہوتی ہے اور فجر طلوع ہونے تک رہتی ہے۔“

(ابن کثیر) اس رات کی بہت زیادہ برکت کی وجہ سے اس میں کثرت سے فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ فرشتے برکت و رحمت کے نزول کے ساتھ اترتے ہیں جیسا کہ تلاوت قرآن کریم کے وقت اترتے ہیں، مجلس ذکر کو گھیر لیتے ہیں اور سچے طالب علم کی تعظیم کے لیے اپنے پر بچھا دیتے ہیں۔ (۱)

(2) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رمضان کا مہینہ آیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إِنَّ هَذَا الشَّهْرَ قَدْ حَضَرَكُمْ وَفِيهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ مِّنْ حَرْمَهَا فَقَدْ حُرِّمَ الْخَيْرُ كُلُّهُ وَلَا يُحْرَمُ خَيْرُهَا إِلَّا مَحْرُومٌ﴾ ”بلاشبہ یہ (بارکت) مہینہ تمہارے پاس آیا ہے (اسے غنیمت سمجھو)۔ اس میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ جو شخص اس رات کی خیر و برکت سے محروم رہا وہ ہر طرح کی خیر و برکت سے محروم رہا اور اس کی خیر و برکت سے صرف وہی محروم رہتا ہے جو (ہر قسم کی خیر سے) محروم ہو۔“ (۲)

قدر کی راتوں میں نوافل پڑھنا مستحب ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ﴿مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَ احْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ﴾ ”جو شخص ایمان اور ثواب کی نیت سے شب قدر کا قیام کرتا ہے۔ اس کے پہلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔“ (۳)

قدر کی رات کونسی ہے؟

اس میں بے حد اختلاف ہے یہی وجہ ہے کہ اس کے متعلق حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے چالیس (40) اور امام

(۱) [تفسیر ابن کثیر (تحت سورة القدر)]

(۲) [حسن صحیح: صحیح ابن ماجہ (۱۳۳۳) کتاب الصیام: باب ما جاء في فضل شهر رمضان، ابن ماجہ (۱۶۴۴)]

(۳) [بخاری (۲۰۱۴) کتاب فضل ليلة القدر: باب فضل ليلة القدر، مسلم (۷۶۰) ترمذی (۸۰۸) ابن ماجہ (۱۳۲۶)]

شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے پینتالیس (45) اقوال نقل فرمائے ہیں۔ (۱)

ان سب میں رائج اور قوی تر قول یہ ہے کہ شب قدر آخری عشرے کی طاق راتوں میں سے ایک ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿تَحْرَوُ وَاللَّيْلَةَ الْقَدْرَ فِي الْوَتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ﴾ ”شب قدر رمضان کے آخری دھا کے کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔“ (۲)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے درمیانی عشرے میں اعتکاف کیا کرتے تھے۔ بیس راتیں گزر جانے کے بعد جب اکیسویں رات آتی تو شام کو آپ گھر واپس آ جاتے۔ جو لوگ اعتکاف میں ہوتے وہ بھی اپنے گھروں کو واپس آ جاتے۔ ایک رمضان میں جب آپ اعتکاف میں تھے تو اُس رات میں بھی (مسجد میں ہی) مقیم رہے جس میں آپ کی گھر جانے کی عادت تھی۔ پھر آپ نے لوگوں کو خطبہ دیا اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے چاہا آپ نے لوگوں کو حکم دیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس دوسرے عشرے میں اعتکاف کیا کرتا تھا۔ لیکن مجھ پر یہ ظاہر ہوا ہے کہ مجھے اب اس آخری عشرے میں اعتکاف کرنا چاہیے۔ اس لیے جس نے میرے ساتھ اعتکاف کیا ہے وہ اپنے مقام اعتکاف میں ہی ٹھہرا ہے۔ مجھے یہ رات (یعنی شب قدر) دکھائی گئی لیکن پھر بھلا دی گئی ﴿فَابْتَغُوا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ وَابْتَغُوا فِي كُلِّ وَتْرٍ﴾ ”اس لیے تم اسے آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔“ میں نے خود کو (خواب میں) دیکھا کہ میں اس رات کچھڑ میں سجدہ کر رہا ہوں۔ پھر اس رات آسمان پر ابر ہوا اور بارش برسی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھنے کی جگہ (چھت سے) پانی ٹپکنے لگا۔ یہ اکیسویں رات کا ذکر ہے۔ میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز کے بعد واپس آ رہے تھے اور آپ کے چہرہ مبارک پر کچھڑ لگا ہوا تھا۔ (۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿الْتَمِسُوَهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي تَاسِعَةٍ تَبْقَى فِي سَابِعَةٍ تَبْقَى فِي خَامِسَةٍ تَبْقَى﴾ ”شب قدر کو رمضان کے آخری عشرے میں تلاش کرو۔ جب نو راتیں باقی رہ جائیں یا سات راتیں باقی رہ جائیں یا جب پانچ باقی رہ جائیں۔“ (۴)

(ابن حجر، شوکانی رحمۃ اللہ علیہما) انہوں نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ (۵)

(۱) [فتح الباری (۷۹۹-۷۹۴/۴) نیل الأوطار (۲۶۳/۳-۲۶۶)]

(۲) [بخاری (۲۰۱۷) کتاب فضل لیلۃ القدر: باب تحری لیلۃ القدر فی الوتر من العشر الأواخر، مسلم (۱۱۲۹)]

(۳) [بخاری (۲۰۱۸) کتاب لیلۃ القدر: باب تحری لیلۃ القدر فی الوتر من العشر الأواخر، مسلم (۱۱۶۷)]

(۴) [بخاری (۲۰۲۱) کتاب لیلۃ القدر: باب تحری لیلۃ القدر فی الوتر من العشر الأواخر، ابو داؤد (۱۳۸۱)]

(۵) [فتح الباری (۷۹۵/۴) نیل الأوطار (۲۷۱/۳)]

لیکن جمہور کے نزدیک شب قدر ستائیسویں رات ہے۔ (۱)

ان کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے شب قدر کے متعلق فرمایا ﴿لَيْلَةُ سَبْعٍ وَ عَشْرِينَ﴾ ”یہ ستائیس کی رات ہے۔“ (۲)

یاد رہے کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس بات کو ترجیح دی ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے۔ (۳)

علاوہ ازیں ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿فَمَنْ كَانَ مُتَحَرِّبَهَا فَلْيَتَحَرَّهَا فِي السَّبْعِ الْأَوَّخِرِ﴾ ”جو اسے تلاش کرنے کا خواہش مند ہو وہ اسے آخری سات (راتوں) میں تلاش کرے۔“ (۴)

یہ اور اس طرح کی دیگر تمام احادیث میں شب قدر کے تعیین کا ذکر اس لیے ہے کیونکہ اس سال وہ رات شب قدر تھی لہذا وہی رات بتلا دی گئی۔ ایسا ہرگز نہیں ہے کہ ہمیشہ وہی رات شب قدر ہوگی۔

(ابن تیمیہ رحمہ اللہ) شب قدر ماہ رمضان کے آخری عشرے میں ہے۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ سے صحیح ثابت ہے ..... اور یہ اس عشرے کی طاق راتوں میں ہے۔ (۵)

(صدیق حسن خان رحمہ اللہ) مسوئی میں ہے کہ قدر کی رات کون سی ہے اس میں اختلاف ہے اور قوی ترین قول یہ ہے کہ (رمضان کے) آخری عشرے کی طاق راتوں میں ہے۔ (۶)

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) شب قدر کو رمضان کی کسی رات کے ساتھ خاص کرنے والی بات دلیل کی محتاج ہے جو اس کی تعیین کرتی ہو اس کے علاوہ ہم ایسا کچھ نہیں کہہ سکتے۔ تاہم آخری عشرے کی طاق راتیں اس رات کے لیے زیادہ مناسب ہیں اور ان راتوں میں بھی ستائیسویں رات زیادہ مناسب ہے۔ (۷)

شب قدر نامعلوم ہونے کا سبب

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ لِيُخْبِرَنَا بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ فَتَلَا حَى رَجُلَانِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَقَالَ: خَرَجْتُ لِأُخْبِرْكُمْ بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ فَتَلَا حَى فَلَانٌ وَفَلَانٌ فَرُفِعَتْ

(۱) [سبل السلام (۹۱۵/۲)]

(۲) [صحیح: صحیح أبو داود (۱۲۳۶) کتاب الصلاة: باب من قال: سبع وعشرون، أبو داود (۱۳۸۶)]

(۳) [بلوغ المرام (۵۷۶)]

(۴) [بخاری (۲۰۱۵) کتاب فضل لیلۃ القدر: باب التماس لیلۃ القدر فی السبع الأواخر، مسلم (۱۱۶۵) موطا

(۳۲۱/۱) أحمد (۱۷/۲) عبد الرزاق (۷۶۸۸) ابن خزيمة (۲۱۸۲) بیہقی (۳۱۰/۴) ابن حبان (۳۶۷۵)]

(۵) [مجموع الفتاوی (۲۸۴/۲۵)]

(۶) [الروضة الندية (۵۷۶/۱)]

(۷) [فتاوی اللحنۃ الدائمۃ للبحوث العلمیۃ والإفتاء (۴۱۵/۱۰)]

وَعَسَى أَنْ يَكُونَ خَيْرًا لَّكُمْ ﴿ رسول اللہ ﷺ ہمیں شب قدر کی خبر دینے کے لیے تشریف لارہے تھے کہ دو مسلمان آپس میں جھگڑا کرنے لگے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: میں آیا تھا کہ تمہیں شب قدر بتا دوں لیکن فلاں اور فلاں نے آپس میں جھگڑا کر لیا پس اس کا علم اٹھالیا گیا۔ اور امید ہے کہ تمہارے حق میں یہی بہتر ہوگا۔ (۱)

شب قدر کی علامات

- (۱) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ تَصْبِحُ الشَّمْسُ صَبِيحَةَ تِلْكَ اللَّيْلَةِ وَمِثْلَ الطُّسْتِ لَيْسَ لَهَا شِعَاعٌ حَتَّى تَرْتَفِعَ ﴾ ”شب قدر کی صبح کو سورج کے بلند ہونے تک اس کی شعاع نہیں ہوتی۔ وہ ایسے ہوتا ہے جیسے تھالی۔“ (۲)
- (۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے پاس شب قدر کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ أَيُّكُمْ يَذْكُرُ حِينَ طَلَعَ الْقَمَرُ وَهُوَ مِثْلُ شِقِّ جَفْنَةٍ ﴾ ”تم میں سے کون اسے (یعنی شب قدر کو) یاد رکھتا ہے (اس میں) جب چاند نکلتا ہے تو ایسے ہوتا ہے جیسے بڑے تھال کا کنارہ۔“ (۳)
- (۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لَيْلَةُ الْقَدْرِ طَلِقَةٌ ، لَا حَارَّةٌ وَلَا بَارِدَةٌ ، تَصْبِحُ الشَّمْسُ يَوْمَهَا حَمْرًا ضَعِيفَةً ﴾ ”شب قدر آسان اور معتدل رات ہے جس میں نہ گرمی ہوتی ہے اور نہ سردی۔ اس صبح کا سورج اس طرح طلوع ہوتا ہے کہ اس کی سرخی مدہم ہوتی ہے۔“ (۴)

(۴) اسی معنی کی حدیث مسند احمد میں بھی موجود ہے۔ (۵)

### شب قدر کی مخصوص دعا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

- (۱) [بخاری (۲۰۲۳) کتاب فضل لیلۃ القدر : باب رفع معرفۃ لیلۃ القدر لتلاحی الناس]
- (۲) [ابو داؤد (۱۳۷۸) کتاب الصلاة : باب فی لیلۃ القدر ، مسلم (۷۶۲) کتاب صلاة المسافرين وقصرها : باب الترغیب فی قیام رمضان وهو التراویح ، ترمذی (۳۳۵۱) نسائی (۷۹۳) وفی السنن الکبری (۱۱۶۹۰/۱۶) تحفة الأشراف (۱۸)]
- (۳) [مسلم (۱۱۷۰) کتاب الصیام : باب فضل لیلۃ القدر والحث علی طلبها وبيان محلها وإرجاء أوقات طلبها ، تحفة الأشراف (۱۳۴۵۱)]
- (۴) [حسن : مسند بزار (۴۸۶/۶) - فی کشف الاستار مسند طیب السی (۳۴۹) ابن خزیمہ (۲۳۱/۳) شیخ سلیم بلالی نے اسے حسن کہا ہے۔] صفة صوم النبی (ص ۹۰۱)]
- (۵) [احمد (۳۲۴/۵) امام ثقینی نے اس کے راویوں کو ثقہ کہا ہے۔] مجمع الزوائد (۱۷۸/۳) مزید دیکھیے: عبد اللہ بن احمد فی زوالده (۹۸/۵) طبرانی کبیر (۱۹۶۲) بزار (۱۰۳۱) ابن ابی شیبہ (۹۵۳۸) ابن خزیمہ (۲۱۹۰)]



﴿ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَرَأَيْتَ إِنْ عَلِمْتُ أَيْ لَيْلَةَ لَيْلَةِ الْقَدْرِ مَا أَقُولُ فِيهَا ، قَالَ : قَوْلِي فِيهَا : اللَّهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنَّا ﴾

”میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا: اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ یہ شب قدر ہے تو میں کیا پڑھوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ دعا پڑھو ”اللَّهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنَّا“ یعنی اے اللہ تعالیٰ! تو بہت معاف کرنے والا ہے معاف کرنا تجھے پسند ہے۔ پس تو مجھے معاف فرما دے۔“ (۱)

قدر کی رات زمین میں فرشتوں کی کثرت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ﴿ إِنَّ الْمَلَائِكَةَ تِلْكَ اللَّيْلَةَ فِي الْأَرْضِ أَكْثَرُ مِنْ عَدَدِ الْحَصَى ﴾ ”بلاشبہ اس (قدر کی رات) زمین میں فرشتوں کی تعداد کنگریوں کی تعداد سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔“ (۲)



- (۱) [صحیح: صحیح ابن ماجہ (۳۱۰۵) کتاب الدعاء: باب الدعاء بالعفو والعافية، ترمذی (۳۵۱۳) کتاب الدعوات: باب فی فضل سؤال العافية والمعافاة، ابن ماجہ (۳۸۵۰) نسائی فی الکبریٰ (۲۱۸/۶) أحمد (۱۷۱/۶) المشکاة (۲۰۹۱)]
- (۲) [حسن: الصحیحہ (۲۲۰۵) رواہ احمد والطیالسی وابن خزيمة]

## فضائل قرآن کا بیان

## باب فضائل القرآن

## قرآن کے ایک حرف کے بدلے دس نیکیوں کا اجر

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِنْ كِتَابِ اللَّهِ فَلَهُ بِهِ حَسَنَةٌ وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا لَا أَقُولُ الْم حَرْفٌ وَلَكِنْ أَلِفٌ حَرْفٌ وَوَاوٌ حَرْفٌ وَمِيمٌ حَرْفٌ﴾ ”جس نے قرآن کے ایک حرف کی تلاوت کی اسے اس کے بدلے میں ایک نیکی ملے گی اور ایک نیکی کا ثواب دس گنا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ”الم“ ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف لام دوسرا حرف اور میم تیسرا حرف ہے۔“ (۱)

## قرآن اپنے پڑھنے والوں کی روز قیامت سفارش کرے گا

(۱) حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿اَقْرَأُوا الْقُرْآنَ فَإِنَّهُ يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ شَفِيعًا لِأَصْحَابِهِ﴾ ”قرآن پڑھا کرو کیونکہ قرآن روز قیامت ان لوگوں کی سفارش کرے گا جو اس کی تلاوت کرتے رہے۔“ (۲)

(۲) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿الصِّيَامُ وَالْقُرْآنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ ، يَقُولُ الصِّيَامُ أُنِي رَبِّ ! إِنِّي مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّهَوَاتِ بِالنَّهَارِ فَشَفَعْنِي فِيهِ وَيَقُولُ الْقُرْآنُ مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّيْلِ فَشَفَعْنِي فِيهِ ، فَيُشَفَّعَانِ﴾ ”روزہ اور قرآن مومن بندے کی سفارش کریں گے۔ روزہ کہے گا اے میرے پروردگار! میں نے اس کو دن بھر کھانے پینے اور شہوت رانی سے روک رکھا اس لیے اس کے بارے میں میری سفارش قبول فرما۔ اور قرآن کہے گا کہ رات کو میں نے اسے نیند سے روک رکھا اس لیے اس کے بارے میں میری سفارش قبول فرما۔ پھر دونوں کی سفارش قبول کر لی جائے گی۔“ (۳)

## تلاوت قرآن سننے کے لیے آسمان سے فرشتے نازل ہوتے ہیں

حضرت اُسید بن حمیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ وہ رات کے وقت سورہ بقرہ کی تلاوت کر رہے تھے

(۱) [صحیح: الصحیحہ (۶۶۰) صحیح ترمذی، ترمذی (۲۹۱۰) کتاب فضائل القرآن: باب ما جاء فيمن قرأ حرفاً من القرآن ما له من الأجر]

(۲) [مسلم (۸۰۴) کتاب صلاة المسافرين وقصرها: باب فضل قراءة القرآن]

(۳) [حسن صحیح: صحیح الترغیب (۹۸۴) کتاب الصوم: باب الترغيب في الصوم مطلقاً وما جاء في فضله وفضل دعاء الصائم، هداية الرواة (۳۱۳/۲) تمام المنة (ص ۳۹۴) احمد (۱۷۴/۲)]

اور ان کا گھوڑا ان کے قریب بندھا ہوا تھا۔ اچانک گھوڑا کودنے لگا۔ جب وہ خاموش ہو گئے تو گھوڑا بھی رک گیا۔ پھر انہوں نے تلاوت شروع کی تو دوبارہ گھوڑا کودنے لگا۔ جب وہ خاموش ہو گئے تو گھوڑا بھی رک گیا۔ پھر انہوں نے تلاوت شروع کی تو گھوڑا کودنے لگا چنانچہ حضرت اُسید بنی اللہ، نفل نماز سے فارغ ہوئے اور ان کا بیٹا بچی گھوڑے کے قریب تھا۔ وہ خوفزدہ ہو گیا کہ (گھوڑے کے کودنے کی وجہ سے) بچے کو کوئی تکلیف نہ پہنچ جائے۔ جب انہوں نے بچے کو گھوڑے سے دور ہٹا دیا تو انہوں نے آسمان کی طرف اپنا سراٹھایا تو وہاں سا بان سا نظر آیا جس میں چراغ سے دکھائی دے رہے تھے۔ جب صبح ہوئی تو انہوں نے یہ واقعہ نبی کریم ﷺ کو سنایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے خیر! تم پڑھتے رہتے۔ اس نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں گھوڑا بچی کو نہ روند ڈالے اور وہ بالکل اس کے قریب تھا۔ چنانچہ میں اس کی طرف گیا اور میں نے آسمان کی جانب سراٹھایا تو وہاں سا بان سا نظر آیا جس میں روشنیاں سی دکھائی دے رہی تھیں۔ جب میں گھر سے باہر نکلا تو پھر مجھے وہ روشنیاں نظر نہ آئیں۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا، تجھے معلوم ہے یہ روشنیاں کیا تھیں؟ انہوں نے کہا نہیں۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿ تِلْكَ الْمَلَائِكَةُ دَنَتْ لِصَوْتِكَ وَ لَوْ قَرَأْتَ لِأَصْبَحْتَ يَنْظُرُ النَّاسُ إِلَيْهَا لَا تَتَوَارَى مِنْهُمْ ﴾ ”وہ فرشتے تھے جو تیری تلاوت سننے کے لیے اترے تھے اور اگر تم اپنی تلاوت جاری رکھتے تو صبح ہونے پر لوگ بھی انہیں دیکھتے اور وہ لوگوں سے کچھ نہ چھپتے۔“ (۱)

صاحب قرآن کے حق میں رشک جائز ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لَا حَسَدَ إِلَّا عَلَى اثْنَيْنِ : رَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ الْقُرْآنَ فَهُوَ يَقُومُ بِهِ آتَاءَ اللَّيْلِ وَ آتَاءَ النَّهَارِ ، وَ رَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ مَالًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ آتَاءَ اللَّيْلِ وَ آتَاءَ النَّهَارِ ﴾ ”رشک صرف دو انسانوں کے حق میں جائز ہے۔ ایک وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کی دولت سے نوازا ہے اور وہ رات اور دن کے اوقات میں قیام میں اس کی تلاوت کرتا رہتا ہے۔ اور دوسرا وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے مال عطا کیا ہے اور وہ اس سے دن اور رات کے اوقات میں خرچ کرتا رہتا ہے۔“ (۲)

قرآن کا حافظ و ماہر معزز فرشتوں کے ساتھ ہوگا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ﴿ السَّاهِرُ بِالْقُرْآنِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَّةِ وَ الَّذِي يَقْرَأُ

(۱) [بخاری (۵۰۱۸) کتاب فضائل القرآن: باب نزول السكينة والملائكة عند قراءة القرآن]

(۲) [بخاری (۷۵۲۹) کتاب التوحيد: باب قول النبي ﷺ رجُل آتاهُ اللهُ القرآنُ، مسلم (۸۱۵) ترمذی

(۱۹۳۶) نسائی فی السنن الکبری (۸۰۷۲)]

الْقُرْآنَ وَ يَتَّعْتَعُ فِيهِ وَهُوَ عَلَيْهِ شَاقٌ لَهُ أَجْرَانِ ﴿﴾ ”قرآن پاک کا ماہر شخص معزز لکھنے والے اطاعت گزار فرشتوں کے ساتھ ہوگا۔ اور جو شخص قرآن پاک الٹ الٹ کر پڑھتا ہے اور اس پر تلاوت کرنا مشکل ہوتا ہے تو اس کے لیے دُہرا اجر ہے۔“

صحیح بخاری کی روایت میں ہے کہ ﴿ مَثَلُ الَّذِي يَفْرَأُ الْقُرْآنَ وَهُوَ حَافِظٌ لَهُ ... ﴾ ”اس شخص کی مثال جو قرآن کی تلاوت کرتا ہے اور وہ اس کا حافظ ہے (آگے حدیث اسی طرح ہے جیسے اوپر ہے)۔“ (۱)

حافظ قرآن جنت میں بلند درجے پر فائز ہوگا

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ يُقَالُ لِصَاحِبِ الْقُرْآنِ : اِقْرَأْ أَوْ ارْتَقِ وَ رَتَّلْ كَمَا كُنْتَ تَرْتَلُ فِي الدُّنْيَا فَإِنَّ الدُّنْيَا فَإِنَّ مَنْزِلَكَ عِنْدَ آخِرِ آيَةٍ تَقْرَأُهَا ﴾ ”صاحب قرآن سے کہا جائے گا کہ تم قرآن کی تلاوت کرتے جاؤ اور جنت کے درجات میں بلند ہوتے جاؤ۔ اور اس طرح آہستہ آہستہ قرآن کریم کی تلاوت کرتے جاؤ جیسے آہستہ آہستہ دنیا میں کیا کرتے تھے۔ تمہارا مقام وہ ہے جہاں تم اپنی آخری آیت کی تلاوت کرو گے۔“ (۲)

قرآن سیکھنے اور سکھانے والا شخص سب سے بہتر ہے

حضرت عثمان رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَ عَلَّمَهُ ﴾ ”تم میں وہ شخص سب سے بہتر ہے جو قرآن سیکھتا اور سکھاتا ہے۔“ (۳)

قرآن قوموں کے عروج و زوال کا ذریعہ ہے

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ إِنَّ السَّلَةَ يَرْفَعُ بِهَذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهِ الْآخَرِينَ ﴾ ”بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کتاب (قرآن) کے ذریعے کچھ لوگوں کو بلند فرماتا ہے اور کچھ لوگوں کو اس کے ذریعے ذلیل کر دیتا ہے۔“ (۴)

(۱) [مسلم (۷۹۸) کتاب صلاة المسافرين وقصرها : باب فضل الماهر في القرآن والذي يتتبع فيه

بخاری (۴۹۳۷) کتاب تفسير القرآن : باب سورة عبس 'ترمذی (۲۹۰۴)]

(۲) [حسن : الصحيحة (۲۲۴۰) هداية الرواة (۳۷۲/۲) ابو داود (۱۴۶۴) كتاب الصلاة : باب استحباب

الترتيل في القراءة 'ترمذی (۲۹۱۴) نسائي في السنن الكبرى (۸۰۵۶)]

(۳) بخاری (۵۰۲۷) كتاب فضائل القرآن : باب خيركم من تعلم القرآن وعلمه 'ابو داود (۱۴۵۲) ترمذی

(۲۹۰۷) نسائي في السنن الكبرى (۸۰۳۷) دارمی (۴۳۷/۲) ابن ماجه (۲۱۲) عبد الرزاق (۵۹۹۵)]

(۴) [مسلم (۸۱۷) كتاب صلاة المسافرين وقصرها : باب فضل من يقوم بالقرآن ويعلمه وفضل من تعلم حكمة

ابن ماجه (۲۱۸)]

## قرآن کی مختلف سورتوں اور آیات کی فضیلت

- (1) سورۃ فاتحہ قرآن کی سب سے عظیم سورت ہے۔ (۱)
- (2) ایک حدیث میں سورۃ فاتحہ کو ایسا نور کہا گیا ہے جو پہلے کسی نبی کو نہیں عطا کیا گیا۔ (۲)
- (3) جس گھر میں سورۃ بقرہ تلاوت کی جاتی ہے شیطان اس گھر سے بھاگ جاتا ہے۔ (۳)
- (4) جو ہر نماز کے بعد آیت الکرسی کی تلاوت کرتا ہے اسے جنت میں داخلے سے صرف موت نے روک رکھا ہے۔ (۴)
- (5) سوتے وقت آیت الکرسی کی تلاوت کرنے والے پر ساری رات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک محافظ مقرر رہتا ہے اور ساری رات شیطان اس کے قریب نہیں آ سکتا۔ (۵)
- (6) ایک حدیث میں آیت الکرسی کو قرآن کی سب سے عظیم آیت قرار دیا گیا ہے۔ (۶)
- (7) جو شخص رات کے وقت سورۃ بقرہ کی آخری دو آیات تلاوت کرے گا تو یہ اسے (ہر قسم کے نقصان، شیطان اور تمام آفات سے بچاؤ کے لیے) کافی ہو جائیں گی۔ (۷)

- (۱) [بخاری (۴۴۷۴) کتاب تفسیر القرآن: باب وسمیت أم الكتاب، ابو داود (۱۴۵۸) نسائی (۱۳۹/۲) ابن ماجہ (۳۷۸۵)]
- (۲) [مسلم (۸۰۶) کتاب صلاة المسافرين وقصرها: باب فضل الفاتحة وخواتيم سورة البقرة، نسائی فی السنن الكبرى (۸۰۱۴/۵) وفی عمل اليوم والليلة (۷۲۷) طبرانی کبیر (۱۲۲۵۵) ابن حبان (۷۷۸) بغوی فی شرح السنة (۱۲۰۰)]
- (۳) [مسلم (۷۸۰) کتاب صلاة المسافرين وقصرها: باب استحباب صلاة النافلة فی بيته وجوازها فی المسجد، ترمذی (۲۸۷۷) نسائی فی السنن الكبرى (۸۰۱۵/۵) وفی عمل اليوم والليلة (۹۷۱) ابن حبان (۸۷۳) شرح السنة للبخاری (۱۱۹۲)]
- (۴) [صحیح: الصحیحة (۹۷۲) نسائی (۶۹۷/۲) نسائی (۳۰/۶) طبرانی کبیر (۱۳۴/۸) مجمع الزوائد (۱۴۸/۲)]
- (۵) [بخاری (۳۲۷۵) کتاب بدء الخلق: باب صفة إبليس وجنوده، نسائی فی السنن الكبرى (۱۰۷۹۵)]
- (۶) [مسلم (۸۱۰) کتاب صلاة المسافرين وقصرها: باب فضل سورة الكهف وآية الكرسي، ابو داود (۱۴۶۰) تحفة الأشراف (۳۸)]
- (۷) [مسلم (۸۰۷) کتاب صلاة المسافرين وقصرها: باب فضل الفاتحة وخواتيم سورة البقرة والحث علی قراءة الآيتين من آخر البقرة، بخاری (۴۰۰۸) ابو داود (۱۳۹۷) ترمذی (۲۸۸۱) نسائی فی السنن الكبرى (۸۰۰۳/۵) ابن ماجہ (۱۳۶۸) دارمی (۱۳۶۹) ابن حبان (۷۸۱) شرح السنة للبخاری (۱۱۹۹) احمد (۱۷۰۶۷)]

- (8) جو سورہ کہف کی ابتدائی دس آیات حفظ کرے گا وہ دجال کے فتنہ سے بچا لیا جائے گا۔ (۱)
- (9) جو شخص سورہ الملک کی تلاوت کرتا رہا تو یہ سورت اس کے حق میں سفارش کرے گی حتیٰ کہ اسے بخش دیا جائے گا۔ (۲)
- (10) سورہ الاخلاص اجر و ثواب میں ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔ (۳)
- (11) ایک آدمی کو سورہ الاخلاص سے بہت محبت تھی اور اس محبت کی وجہ سے وہ اس سورت کو ہر نماز کی قراءت کے اختتام پر پڑھتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی اس سورت سے محبت کی وجہ سے اسے جنت میں داخل کر دیا۔ (۴)
- (12) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (شیطان سے پناہ مانگنے کے لیے) سورہ القلق اور سورہ الناس جیسی قرآن میں اور کوئی آیات نہیں۔ (۵)
- رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ آپ ماہ رمضان میں کثرت کے ساتھ قرآن مجید کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ لہذا ہمیں بھی مندرجہ بالا فضائل کو پیش نظر رکھتے ہوئے چاہیے کہ ہم اس مہینے میں کم از کم ایک مرتبہ ضرور مکمل قرآن کی تلاوت کریں، جس قدر ہو سکے قرآنی آیات اور سورتوں کو حفظ کرنے کی کوشش کریں نیز اس کے معانی و مفاہیم کو سمجھنے کے لیے بھی وقت نکالیں تاکہ نزول قرآن کا مقصد بھی پورا ہو سکے۔



- (۱) [مسلم (۸۰۹) کتاب صلاة المسافرين وقصرها: باب فضل سورة الكهف وآية الكرسي 'ابو داود (۴۳۲۳) ترمذی (۲۸۸۶) نسائی فی السنن الكبرى (۸۰۲۵) وفی عمل اليوم والليلة (۹۵۵) ابن حبان (۷۸۵) شرح السنة (۱۲۰۴)]
- (۲) [حسن: هداية الرواة (۳۸۰/۲) ابو داود (۱۴۰۰) کتاب الصلاة: باب فی عدد الآی 'ترمذی (۲۸۹۱) نسائی (۷۱۰) ابن ماجة (۳۷۸۶) حاکم (۴۹۸/۴) ابن حبان (۱۷۶۶) امام ابن حبان، امام حاکم اور امام ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔]
- (۳) [مسلم (۸۱۱) کتاب صلاة المسافرين وقصرها: باب فضل قراءة قل هو الله أحد 'نسائی فی السنن الكبرى (۱۰۴۳۷/۶) وفی عمل اليوم والليلة (۷۰۶) دارمی (۳۴۳۱)]
- (۴) [بخاری تعلیقا (۷۷۴) کتاب الأذان: باب الجهر بقراءة صلاة الفجر 'ترمذی (۲۹۰۱) نسائی فی السنن الكبرى (۱۰۶۵/۱) ابن حبان (۷۹۳)]
- (۵) [مسلم (۸۱۴) کتاب صلاة المسافرين وقصرها: باب فضل قراءة المعوذتين 'ترمذی (۲۹۰۲) نسائی (۹۵۳) وفی السنن الكبرى (۸۰۳/۵) بیہقی (۳۹۴/۲) دارمی (۳۴۴۱)]

## متفرق مسائل کا بیان

## باب المسائل المتفرقة

## صدقۃ الفطر کے مسائل

- صدقۃ فطر سے مراد ماہ رمضان کے اختتام پر نماز عید سے پہلے فطرانہ ادا کرنا ہے۔
- اس صدقے کو رسول اللہ ﷺ نے فرض قرار دیا ہے۔
- صدقۃ فطر کا مقصد خود کو دوران روزہ کیے ہوئے گناہوں سے پاک کرنا ہے۔
- صدقۃ فطر صرف مسلمانوں کی طرف سے ادا کیا جائے گا۔
- صدقۃ فطر کی مقدار ایک صاع ہے اور جدید وزن کے مطابق ایک صاع اڑھائی کلوگرام کے قریب ہوتا ہے۔
- صدقۃ فطر میں افضل یہ ہے کہ گندم، چاول، جو، کھجور، مٹی، پیڑیا جو اجناس بھی بطور خوراک زیر استعمال ہوں ان سے صدقۃ ادا کیا جائے۔
- کسی عذر کی وجہ سے مذکورہ اجناس کی قیمت بھی دی جاسکتی ہے۔
- گھر کے سرپرست کو چاہیے کہ اپنے تمام اہل و عیال اور غلاموں کی طرف سے صدقۃ ادا کرے۔
- صدقۃ فطر کی قبولیت کے لیے ضروری ہے کہ اسے نماز عید سے پہلے ادا کر کیا جائے۔
- عید سے ایک دو روز قبل بھی صدقۃ فطر ادا کیا جاسکتا ہے۔
- جس کے پاس ایک دن و رات کے لیے اپنی خوراک سے زیادہ اناج نہ ہو اس پر صدقۃ فطر واجب نہیں۔
- صدقۃ فطر کے مستحق صرف مساکین ہیں۔

مندرجہ بالا تمام مسائل کی تفصیل کے لیے راقم الحروف کی کتاب ”فقہ الحدیث : کتاب الزکاة : باب صدقۃ الفطر“ یا ”مسائل زکوٰۃ کی کتاب“ کا مطالعہ کیجیے۔

## عیدین کے مسائل

- عید کے دن غسل کرنا مستحب ہے۔
- عیدین کے لیے عمدہ لباس پہننا چاہیے۔
- نماز عید الفطر سے پہلے کچھ کھانا اور نماز عید الاضحیٰ سے پہلے کچھ نہ کھانا مستحب ہے۔
- نماز عید کے لیے پیدل چل کر جانا چاہیے۔
- نماز عیدین ہر مکلف شخص پر واجب ہے۔

- نماز عیدین کے لیے عورتوں کو بھی عید گاہ لے جانا چاہیے خواہ وہ ایام ماہواری میں ہی کیوں نہ ہوں۔
- خواتین کو چاہیے کہ عید گاہ کی طرف باپردہ ہو کر نکلیں اور خوشبو مت لگائیں۔
- بچوں کو بھی عید گاہ لے جانا درست ہے۔
- عید گاہ کی طرف جاتے ہوئے بلند آواز سے تکبیریں کہنی چاہئیں۔
- عید الفطر میں شوال کا چاند دیکھنے کے بعد سے نماز عید الفطر کی ادائیگی تک تکبیریں کہنی چاہئیں اور عید الاضحیٰ میں 9 ذوالحجہ سے لے کر 13 ذوالحجہ کی شام تک تکبیریں کہنی چاہئیں۔
- خواتین بھی مردوں کے ساتھ تکبیرات کہنے میں شریک ہو سکتی ہیں۔
- نماز عیدین مسجد میں نہیں بلکہ علاقے سے باہر کھلے میدان میں ادا کرنی چاہیے۔
- کسی عذر کی وجہ سے مسجد میں بھی نماز عید کی ادائیگی درست ہے۔
- نماز عیدین کا وقت طلوع آفتاب سے لے کر آفتاب ڈھلنے تک ہے۔
- اگر زوال آفتاب کے بعد عید کا علم ہو تو نماز عید کے لیے اگلے روز عید گاہ جانا چاہیے۔
- نماز عید الاضحیٰ قدرے جلد اور نماز عید الفطر کچھ دیر سے ادا کرنا مسنون ہے۔
- نماز عیدین کے لیے نواذان کہی جائے اور نہ اقامت۔
- نماز عید سے پہلے یا بعد میں کوئی نفل نماز نہیں۔
- عید گاہ سے فارغ ہونے کے بعد گھر جا کر دو رکعتیں پڑھی جاسکتی ہیں۔
- عید گاہ میں امام کے سامنے سترہ رکھنا مسنون ہے۔
- نماز عید کی دو رکعتیں ہیں۔
- نبی کریم ﷺ عیدین میں ”سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى“ اور ”هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْعَاشِيَةِ“ کی قراءت کرتے تھے۔
- پہلی رکعت میں قراءت سے پہلے سات اور دوسری میں قراءت سے پہلے پانچ تکبیریں کہی جائیں گی۔
- عیدین کی تکبیروں میں رفع الیدین کرنا کسی صحیح حدیث و اثر سے ثابت نہیں۔
- امام پہلے نماز عید پڑھائے اور پھر خطبہ دے۔
- نماز عید کا صرف ایک خطبہ ہے۔
- خطبہ عید کے لیے منبر مشروع نہیں۔
- اگر ایک شخص نماز عید پڑھائے اور دوسرا خطبہ دے تو یہ بھی کفایت کر جاتا ہے۔



- صحابہ کرام عید کے دن جب ملتے تو ایک دوسرے کو یہ کلمات کہتے ”تَقَبَّلَ اللَّهُ مِنَّا وَمِنَكَ“۔
- عید گاہ سے واپسی پر راستہ تبدیل کرنا مسنون ہے۔
- عید اگر جمعہ کے روز آ جائے تو نماز عید تو معمول کے مطابق ہی ادا کی جائے گی البتہ جمعہ میں اختیار ہوگا یعنی اگر کوئی چاہے تو مسجد میں حاضر ہو کر جمعہ پڑھ لے اور اگر چاہے تو نہ پڑھے لیکن یہ یاد رہے کہ جمعہ نہ پڑھنے والے پر نماز ظہر کی اکیلے یا باجماعت ادا ہوگی بہر صورت ضروری ہے۔
- عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن اور ایام تشریق میں روزہ رکھنا حرام ہے۔
- مندرجہ بالا تمام مسائل عیدین کی تفصیل کے لیے راقم الحروف کی کتاب ”فقہ الحدیث : کتاب الصلاة : باب صلاة العیدین“ یا ”پانچ اہم دینی مسائل“ کا مطالعہ کیجیے۔

### قربانی کے مسائل

- نماز عید الاضحیٰ کے بعد ہر صاحب استطاعت مسلمان پر قربانی کرنا سنت مؤکدہ ہے۔
- اگر کوئی شخص نذر کے ذریعے اپنے اوپر قربانی واجب کر لے تو اس پر قربانی واجب ہو جائے گی۔
- اسی طرح حج تمتع یا حج قرآن کرنے والوں کے لیے بھی قربانی کرنا واجب ہے۔
- اگر کوئی قربانی کی طاقت ہی نہ رکھتا ہو تو یقیناً اسے قربانی نہ کرنے سے کوئی گناہ نہیں ہوگا۔
- قربانی صرف رضائے الہی کے لیے کرنی چاہیے۔
- قربانی کی قبولیت کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ پاکیزہ مال سے ہو اور مسنون طریقے کے مطابق ہو۔
- قربانی کے جانور یہ ہیں: اونٹ، گائے، بھیڑ اور بکری۔
- کوئی مجبوری نہ ہو تو دو نڈا جانور قربانی کے لیے ذبح کرنا ضروری ہے۔
- رسول اللہ ﷺ سینگ والا موٹا تازہ مینڈھا ذبح کرتے جس کی آنکھیں مندا اور ٹانگیں سیاہ ہوتیں۔
- خصی جانور کی قربانی جائز ہے۔
- بھینس کی قربانی سے بچنا ہی بہتر ہے۔
- چار جانور قربانی میں جائز نہیں: واضح طور پر آنکھ کا کانا، ایسا بیمار جس کی بیماری واضح ہو، لنگڑا جس کا لنگڑا پین ظاہر ہو، اور ایسا کمزور جس میں چربی نہ ہو۔
- حاملہ جانور کی قربانی جائز و درست ہے۔
- قربانی کا ارادہ رکھنے والا ذوالحجہ کا چاند دیکھنے کے بعد اپنے بال اور ناخن کاٹنے سے رک جائے۔

- قربانی کا وقت نماز عید کے بعد ہے؛ جس نے نماز عید سے پہلے قربانی کی اس کی قربانی قبول نہیں ہوگی۔
  - عید الاضحیٰ اور اس کے بعد تین دن یعنی تیرہ (13) ذوالحجہ کی شام تک قربانی کی جاسکتی ہے۔
  - قربانی کے لیے چھری خوب تیز ہونی چاہیے۔
  - قربانی کے جانور کو قبلہ رخ لٹانا چاہیے۔
  - اونٹ کو ذبح نہیں بلکہ نحر کرنا چاہیے۔
  - چھری چلانے سے پہلے یہ دعا پڑھیں: بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ۔
  - ہر خون بہا دینے والی چیز سے ذبح کرنا جائز ہے سوائے دانت اور ناخن کے۔
  - جانور خود ذبح کرنا چاہیے لیکن اگر کوئی ایسا نہ کر سکتا ہو تو قصائی سے ذبح کرانا بھی درست ہے۔
  - اگر عورت کو جانور ذبح کرنے کا طریقہ آتا ہو تو اس کے لیے جانور ذبح کرنا جائز ہے۔
  - مکمل اہل و عیال کی طرف سے ایک بکری کفایت کر جاتی ہے۔
  - اونٹ کی قربانی میں دس افراد جبکہ گائے کی قربانی میں سات افراد شریک ہو سکتے ہیں۔
  - قربانی کا گوشت خود کھانا، اقرباء کو کھلانا، مساکین میں تقسیم کرنا اور ذخیرہ کرنا سب طرح جائز ہے۔
  - غیر مسلم اگر مستحق ہو تو اسے بھی قربانی کا گوشت دیا جاسکتا ہے۔
  - قربانی کی کھالوں کا بھی وہی مصرف ہے جو قربانی کے گوشت کا ہے۔
  - نہ تو قربانی کا گوشت فروخت کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی اس کی کھال۔
- مندرجہ بالا تمام مسائل قربانی کی تفصیل کے لیے راقم الحروف کی کتاب ”فقہ الحدیث: کتاب الاضحیہ: باب احکام الاضحیہ“ یا ”پانچ اہم دینی مسائل“ کا مطالعہ کیجیے۔

”

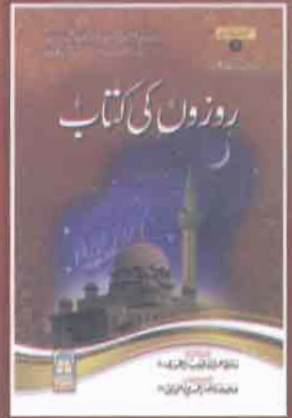
” الحمد لله الذي بنعمته تتم الصالحات حمدا كثيرا طيبا مباركا على أن وفق هذا العاجز تصنيف ﴿كتاب الصيام﴾ وأسأله المزيد من العلم والعمل والفضل والتوفيق وأن يجعل هذا الكتاب سبب نجاتي ووسيلة دخولي في جنات النعيم مع النبيين والصديقين والشهداء والصالحين“

از قلم:

﴿حافظ عمران ایوب لاہوری﴾



## کتاب الصیغہ



● روزہ قبل از اسلام اور دیگر اقوام و ملل پر بھی فرض تھا لیکن امت محمدیہ پر امتیازی خصوصیات کے ساتھ فرض کیا گیا ہے۔ عداً باعذر رمضان کا روزہ چھوڑنے والے کو اہل علم نے دائرہ اسلام سے خارج ہو جانے کا عندیہ دیا ہے۔ وہ شخص غائب و خاسر ہوگا جو ماہ رمضان پانے کے باوجود اپنی مغفرت نہ کرا سکا۔ روزہ جہنم سے بچاؤ کے لیے ڈھال ہے۔ یہ نفس امارہ کو چکینے اور تقویٰ و پرہیزگاری کی تخلیق کا محرک ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کے شکر کا ایک وسیلہ ہے۔ یہ جہاں اخروی فلاح کا باعث ہے وہاں دنیاوی صحت و تندرستی متعدد مہلک امراض سے نجات اور روحانی تسکین کا بھی ضامن ہے۔

● تاہم یہ یاد رہے کہ فضائل و برکات روزہ کے حصول کے لیے محض بھوک پیاس برداشت کر لینا ہی کافی نہیں بلکہ شرائط و مسائل روزہ کو ملحوظ رکھنا بھی ضروری ہے۔

● ذریعہ نظر کتاب ”کتاب الصیام“ میں مصنف ”حافظ عمران ایوب لاہوری سلم اللہ“ نے صحت شاقہ سے تقریباً دوہزار مسائل جمع کرنے کی سعی جمیل کی ہے جو روزے سے متعلقہ ہیں۔ تعظیمِ کتاب و سنت میرے ہر کی سابقہ روایت کے مطابق اس کتاب میں بھی دلائل کے لیے صحیح احادیث کا انتخاب کیا گیا ہے۔ ہر حدیث کو علامہ ناصر الدین البانیؒ کی تحقیق سے مزین کیا گیا ہے۔ شیخ البانی کے علاوہ دیگر کبار محققین کی تحقیق سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ احادیث کی مکمل تخریج و تحقیق کی گئی ہے۔ مسائل میں ائمہ اربعہ کے علاوہ عرب و عجم کے قدیم و جدید علماء و مفتیان اور فقہائے عظام کے فتاویٰ بھی نقل کیے گئے ہیں۔

● ادارہ ”فقہ المحبت پبلیکیشنز“ نے مندرجہ تصنیفی خوبیوں کو مد نظر رکھتے ہوئے حسن طباعت کا بھی حق ادا کیا ہے۔ یوں یہ کتاب جہاں علم و تحقیق میں شاہکار ہے وہاں اسے دیدہ زیب و پرکشش پرغٹک میں بھی درجہ کمال حاصل ہے۔

پروفیسر ظفر اقبال صاحب

شعبہ اسلامیات، انجمن ترقی یونیورسٹی لاہور

R 21

